تفسیرِ ابنِ کثیر

عصرِ حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

جدید محقق ایڈیشن

از تحقیقات و تعلیقات
الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مهدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفی السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

1 2 3 4 5 6



تالیف
حافظ عماد الدین ابنِ کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام
تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

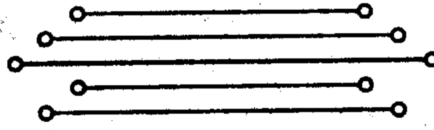


ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com



ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا
مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٤﴾
فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ
جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٨٦﴾

اور جب وہ اس قرآن کو سنتے ہیں جو اس رسول (ﷺ) پر اتارا گیا تو تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں کیونکہ وہ حق کو جانتے پہچانتے ہیں، کہنے لگتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں بھی گواہوں میں لکھ لے ○ آخر اس کی کیا وجہ؟ کہ ہم اللہ کو اور جو حق ہمارے پاس آ پہنچا اس کو نہ مانیں؟ ہماری تو دلی منشا یہ ہے کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کی جماعت میں شامل کرلے۔ پس ان کے اس قول کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے ثواب میں وہ جنتیں عطا فرمائیں جن کے نیچے چشمے جاری ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، نیک کاروں کا یہی بدلہ ہے ○ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں ○

قرآن سن کر اہل ایمان کی حالت: اوپر بیان گذر چکا ہے کہ عیسائیوں میں سے جو نیک دل لوگ اس پاک مذہب اسلام کو قبول کیے ہوئے ہیں ان میں جو اچھے اوصاف ہیں مثلاً عبادت، علم، تواضع، انکساری وغیرہ، ساتھ ہی ان میں رحمدلی وغیرہ بھی ہے۔ حق کی قبولیت بھی ہے۔ اللہ کے احکامات کی اطاعت بھی ہے ادب اور لحاظ سے کلام اللہ سنتے ہیں۔ اس سے اثر لیتے ہیں اور نرم دلی سے رو دیتے ہیں کیونکہ وہ حق کے جاننے والے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی نبوت کی بشارت سے پہلے ہی آگاہ ہو چکے ہیں۔ اس لیے قرآن سنتے ہی دل موم ہو جاتے ہیں۔ ایک طرف آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں دوسری جانب زبان سے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیتیں حضرت نجاشی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ کچھ لوگ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن کریم سن کر ایمان لائے اور بے تحاشہ رونے لگے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کہیں اپنے وطن پہنچ کر اس سے پھر تو نہیں جاؤ گے؟ انہوں نے کہا ناممکن ہے اسی کا بیان ان آیتوں میں ہے۔ [2] حضرت

---

[1] [**مرسل**: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۳۳۰)]

[2] [**ضعیف**: طبرانی کبیر (۱۲۴۵۵)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں عباس بن فضل راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۸/۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے ضعیف کہا ہے۔ شیخ عبد الرزاق مہدی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں شاہدوں سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ کی شہادت ہے۔ پھر اس قسم کے نصرانیوں کا ایک اور وصف بیان ہو رہا ہے۔ ان ہی کا دوسرا وصف اس آیت میں ہے ﴿وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ﴾ [1] الخ، یعنی اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ پر اور اس قرآن پر اور جو ان پر نازل کیا گیا ہے سب پر ایمان رکھتے ہیں اور پھر اللہ سے ڈرنے والے بھی ہیں۔ ان ہی کے بارے میں فرمان ربانی ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾ سے ﴿لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾ [2] تک ہے کہ یہ لوگ اس کتاب کو اور اس کتاب کو سچ جانتے ہیں اور دونوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس یہاں بھی فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ جب ہمیں صالحین میں ملنا ہے تو اللہ پر اور اس کی اس آخری کتاب پر ہم ایمان کیوں نہ لائیں؟ ان کے اس ایمان وتصدیق اور قبولیت حق کا بدلہ اللہ نے انہیں یہ دیا کہ وہ ہمیشہ رہنے والے تر وتازہ باغات وچشموں والی جنتوں میں جائیں گے۔ محسن، نیکوکار، مطیع حق، تابع فرمان الٰہی لوگوں کی جزا یہی ہے، وہ کہیں کے بھی ہوں کوئی بھی ہوں۔

جو ان کے خلاف ہیں انجام کے لحاظ سے بھی ان کے برعکس ہیں، کفر وتکذیب اور مخالفت یہاں ان کا شیوہ ہے اور وہاں جہنم ان کا ٹھکانا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ
الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرو اور نہ حد سے آگے بڑھو ایسی زیادتی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا ○ ستھری اور حلال چیزیں جو بھی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھی ہیں ان میں سے کھاؤ پیو اور اس اللہ سے ڈرتے رہا کرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو ○

اسلام میں رہبانیت نہیں: ابن ابی حاتم میں ہے کہ "چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں کہا کہ ہم خصی ہو جائیں، دنیوی لذتوں کو ترک کر دیں، بستی چھوڑ کر جنگلوں میں جا کر تارک دنیا لوگوں کی طرح زندگی یاد الٰہی میں بسر کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ باتیں معلوم ہوگئیں، آپ نے انہیں یاد فرمایا اور ان سے پوچھا، انہوں نے اقرار کیا، اس پر آپ نے فرمایا تم دیکھ نہیں رہے؟ کہ میں نفلی روزے رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ رات کو نفلی نماز پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ میں نے نکاح بھی کر رکھے ہیں۔ سنو جو میرے طریقے پر ہو وہ تو میرا ہے اور جو میری سنتوں کو نہ لے وہ میرا نہیں"۔ [3] صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ "لوگوں نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے

---

[1] [سورة آل عمران : آیت ١٩٩]

[2] [سورة القصص: آیت ٥٢-٥٥]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٢٣٥٠)]

حضور ﷺ کے اعمال کی نسبت سوال کیا پھر بعض نے کہا کہ ہم گوشت نہیں کھائیں گے بعض نے کہا ہم نکاح نہیں کریں گے بعض نے کہا ہم بستر پر سوئیں گے ہی نہیں۔ جب یہ واقعہ حضور ﷺ کے گوش گذار ہوا تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان میں سے بعض یوں کہتے ہیں حالانکہ میں روزہ رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا' سوتا بھی ہوں اور تہجد بھی پڑھتا ہوں' گوشت بھی کھاتا ہوں' اور نکاح بھی کیے ہوئے ہوں جو میری سنت سے منہ موڑے وہ میرا نہیں۔ [1] ترمذی وغیرہ میں ہے کہ کسی شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ گوشت کھانے سے میری قوت باہ بڑھ جاتی ہے اس لیے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر لیا ہے اس پر یہ آیت اتری۔ [2] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتاتے ہیں اور سند سے بھی یہ روایت مرسلاً مروی ہے اور موقوفاً بھی' واللہ اعلم۔ بخاری و مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم آنحضرت ﷺ کی ماتحتی میں جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہیں ہوتی تھیں تو ہم نے کہا اچھا ہو اگر ہم خصی ہو جائیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اس سے روکا اور مدت معینہ تک کے لیے کپڑے کے بدلے پر نکاح کرنے کی رخصت ہمیں عطا فرمائی پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہی آیت پڑھی۔ [3] یہ یاد رہے کہ یہ نکاح کا واقعہ متعہ کی حرمت سے پہلے کا ہے واللہ اعلم۔ معقل بن مقرن نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کہا کہ میں نے اپنا بستر اپنے اوپر حرام کر لیا ہے تو آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے سامنے کھانا لایا جاتا ہے تو ایک شخص اس مجمع سے الگ ہو جاتا ہے آپ اسے بلاتے ہیں کہ آؤ ہمارے ساتھ کھا لو وہ کہتا ہے میں نے اس چیز کا کھانا اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں آؤ کھا لو اپنی قسم کا کفارہ دے دینا' پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی (مستدرک حاکم) [4] ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے گھر کوئی مہمان آئے آپ حضور ﷺ کے پاس سے رات کو جب واپس گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ گھر والوں نے آپ کے انتظار میں اب تک مہمان کو بھی کھانا نہیں کھلایا۔ آپ کو بہت غصہ آیا اور فرمایا تم نے میری وجہ سے مہمان کو بھوکا رکھا' یہ کھانا مجھ پر حرام ہے۔ بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا بھی ناراض ہو کر یہی کہہ بیٹھیں مہمان نے یہ دیکھ کر اپنے اوپر بھی حرام کر لیا اب تو حضرت عبداللہ بہت گھبرائے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور سب سے کہا چلو بسم اللہ کرو۔ کھا پی لیا' پھر جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے سارا واقعہ

---

1. [صحیح: صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب الترغیب فی النکاح (٥٠٦٣) صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه (١٤٠١) مسند احمد (٢٤١/٣)]
2. [صحیح: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة المائدة (٣٠٥٤) تفسیر ابن ابی حاتم (١١٨٦/٤)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عثمان کاتب راوی ضعیف ہے۔]
3. [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله تعالی: یایها الذین امنوا لا تحرموا طیبت (٤٦١٥) صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب نکاح المتعة وبیان انه ابیح (١٤٠٤)]
4. [تفسیر ابن ابی حاتم (١١٨٧/٤) مستدرك حاكم (٣١٤/٢) طبرانی کبیر (٨٩٠٧)] امام ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (١٩٣/٤)]

کہہ سنایا پس یہ آیت اتری۔ لیکن یہ اثر منقطع ہے۔ ① صحیح بخاری شریف میں اس جیسا ایک قصہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنے مہمانوں کے ساتھ کا ہے ② اس سے امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ علماء کا وہ قول ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص علاوہ عورتوں کے کسی اور کھانے پینے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کرے تو وہ اس پر حرام نہیں ہو جاتی اور نہ اس پر اس میں کوئی کفارہ ہے۔ دلیل یہ آیت اور دوسری وہ حدیث ہے جو اوپر گذر چکی کہ جس شخص نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا تھا اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کفارے کا حکم نہیں فرمایا۔ لیکن امام احمد رحمہ اللہ اور ان کی ہم خیال جماعت علماء کا خیال ہے کہ جو شخص کھانے پہننے وغیرہ کی کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے تو اس پر قسم کا کفارہ ہے۔ جیسے اس شخص پر جو کسی چیز کے ترک پر قسم کھا لے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ یہی ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ﴾ ③ الخ، بھی ہے اور اس آیت کے بعد ہی کفارہ قسم کا ذکر بھی اسی امر کا مقتضی ہے کہ یہ حرمت قائم مقام قسم کے ہے واللہ اعلم۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں بعض حضرات نے ترک دنیا کا خصی ہو جانے کا اور ٹاٹ پہننے کا عزم مصمم کر لیا اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت مقداد بن اسود، حضرت سالم مولیٰ، حضرت ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم وغیرہ ترک دنیا کا ارادہ کر کے گھروں میں بیٹھ رہے باہر آنا جانا ترک کر دیا عورتوں سے علیحدگی اختیار کر لی ٹاٹ پہننے لگے اچھا کھانا اور اچھا پہننا حرام کر لیا اور بنی اسرائیل کے عابدوں کی وضع کر لی بلکہ ارادہ کر لیا کہ خصی ہو جائیں تا کہ یہ طاقت ہی سلب ہو جائے اور یہ بھی نیت کر لی کہ تمام راتیں عبادت میں اور تمام دن روزے میں گذاریں گے اس پر یہ آیت اتری یعنی یہ خلاف سنت ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا کر فرمایا کہ تمہاری جانوں کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے۔ نفلی روزے رکھو اور کبھی کبھی چھوڑ بھی دو۔ نفل نماز رات کو پڑھو اور کچھ دیر سو بھی جاؤ جو ہماری سنت کو چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں اس پر ان بزرگوں نے فرمایا یا اللہ ہم نے سنا اور جو فرمان ہوا اس پر ہماری گردنیں خم ہیں۔ ④ یہ واقعہ بہت سے تابعین سے مرسل سندوں سے مروی ہے۔ اس کی شاہد وہ مرفوع حدیث بھی ہے جو اوپر بیان ہو چکی۔ فالحمد للہ۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے وعظ کیا اور اس میں خوف اور ڈر کا ہی بیان تھا اسے سن کر دس صحابیوں نے جن میں حضرت علی، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما وغیرہ تھے آپس میں کہا کہ ہمیں تو کوئی بڑے بڑے طریقے عبادت کے اختیار کرنا چاہئیں نصرانیوں کو دیکھو کہ انہوں نے اپنے نفس پر بہت سی چیزیں حرام کر رکھی ہیں اس پر کسی نے گوشت اور چربی وغیرہ کھانا اپنے اوپر حرام کیا، کسی نے دن کو کھانا بھی حرام کر لیا، کسی نے رات کی نیند اپنے اوپر حرام کر لی کسی نے عورتوں سے مباشرت حرام کر لی۔ حضرت

---

① [مرسل و ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (۱۱۸۷/٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۵۱۹/۱۰)] اس کی سند میں ہشام مدنی راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اسے مرسل ضعیف کہتے ہیں۔]

② [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مواقیت الصلاۃ : باب السمر مع الاھل والضیف (۶۰۲)، (۳۵۸۱)]

③ [سورۃ التحریم: آیت ۱۔۲]

④ [مرسل وضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۳۵۲) الدرالمنثور (۵٤٤/۲)]

عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے میل جول اسی بنا پر ترک کر دیا۔ میاں بیوی اپنے تئیں تعلقات سے الگ رہنے لگے۔ ایک دن یہ بیوی صاحبہ حضرت خولہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی تھیں انہیں پراگندہ حالت میں دیکھ کر سب نے پوچھا کہ تم نے اپنا یہ حلیہ کیا بنا رکھا ہے؟ نہ کنگھی نہ چوٹی کی خبر ہے نہ لباس ٹھیک ٹھاک ہے نہ صفائی اور خوبصورتی کا خیال ہے؟ کیا بات ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے اب اس بناؤ سنگھار کی ضرورت ہی کیا رہی؟ اتنی مدت ہوئی جو میرے میاں مجھ سے ملے ہی نہیں نہ کبھی میرا کپڑا ہٹایا یہ سن کر اور بیویاں ہنسنے لگیں اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ یہ ہنسی کیسی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سارا واقعہ بیان فرمایا آپ نے اسی وقت آدمی بھیج کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا یہ کیا قصہ ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کل واقعہ بیان کر کے کہا کہ میں نے اسے اس لیے چھوڑ رکھا ہے کہ اللہ کی عبادت دلچسپی اور فارغ البالی سے کر سکوں بلکہ میرا ارادہ ہے کہ میں خصی ہو جاؤں تاکہ عورتوں کے قابل ہی نہ رہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھے قسم دیتا ہوں جا اپنی بیوی سے میل کر لے اور اس سے بات چیت کر جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تو میں روزے سے ہوں فرمایا جاؤ روزہ توڑ ڈالو چنانچہ انہوں نے حکم برداری کی، روزہ توڑ دیا اور بیوی سے بھی ملے۔ اب پھر جو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا آئیں تو وہ اچھی ہیئت میں تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہنس کر پوچھا کہو اب کیا حال ہے جواب دیا کہ اب حضرت عثمان نے اپنا عہد توڑ دیا ہے اور کل وہ مجھ سے ملے بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں فرمایا لوگو یہ تمہارا کیا حال ہے کہ کوئی بیویاں حرام کر رہا ہے، کوئی کھانا، کوئی سونا، تم نہیں دیکھتے کہ میں سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں۔ عورتوں سے ملتا بھی ہوں نکاح بھی کر رکھے ہیں۔ سنو جو مجھ سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں ہے، اس پر یہ آیت اتری۔ حد سے نہ گزرو سے مطلب یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو خصی نہیں ہونا چاہیے۔ یہ حد سے گذر جانا ہے اور ان بزرگوں کو اپنی قسموں کا کفارہ ادا کرنے کا حکم ہوا اور فرمایا ﴿لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ﴾ (1) الخ،

پس ﴿لَا تَعْتَدُوْا﴾ سے مراد یا تو یہ ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو تمہارے لیے مباح کیا ہے تم انہیں اپنے اوپر حرام کر کے تنگی نہ کرو اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حلال بقدر کفایت لے لو اور اس میں حد سے آگے نہ نکل جاؤ۔ جیسے فرمایا کھاؤ پیو لیکن حد سے نہ بڑھو۔ (2) ایک اور آیت میں ہے ایمانداروں کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ خرچ کرنے میں اسراف اور بخیلی کے درمیان درمیان رہتے ہیں۔ (3) پس افراط و تفریط اللہ کے نزدیک بری بات ہے اور درمیانی روش رب کو پسند ہے۔ اسی لیے یہاں بھی فرمایا حد سے گذر جانے والوں کو اللہ ناپسند فرماتا ہے۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو حلال وطیب چیزیں تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ پیو اور اپنے تمام امور میں اللہ سے ڈرتے رہو اس کی اطاعت اور طلب رضامندی میں رہا کرو۔ اس کی نافرمانی اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے الگ رہو۔ اسی اللہ پر تم یقین رکھتے ہو اسی پر تمہارا ایمان ہے پس ہر امر میں اس کا لحاظ رکھو۔

---

(1) [تفسیر ابن جریر الطبری (١٢٣٤٩)] (2) [سورة الاعراف: آیت ٣١]

(3) [سورة الفرقان: آیت ٦٧]

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ
فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ
اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا
حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۸۹

فضول اور بے قصد قسموں پر تو اللہ تعالیٰ تمہاری پکڑ نہیں کرے گا لیکن جن قسموں کو تم بہ تاکید اور بہ قصد مضبوط کر دو ان پر مواخذہ ہے' ایسی قسموں کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے درمیانہ درجے کا جو عموماً تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے رہتے ہو یا انہیں کپڑا پہنانا یا ایک گردن کا آزاد کرنا' اگر کسی کو مقدور ہی نہ ہو تو تین دن کے روزے۔ یہ ہے تمہاری قسموں کا کفارہ جبکہ تم قسم کھا کر (توڑ دو)' تمہیں اپنی قسمیں پوری کرنی چاہئیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنے احکام بیان فرما رہا ہے تاکہ تم شکرگزاری کرو ○

قسم کا کفارہ: لغو قسمیں کیا ہوتی ہیں؟ ان کے کیا احکام ہیں؟ یہ سب سورۂ بقرہ کی تفسیر میں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں اس لیے یہاں ان کے دوہرانے کی ضرورت نہیں۔ فالحمدللہ۔ مقصد یہ ہے کہ روانی کلام میں انسان کے منہ سے بغیر قصد کے جو قسمیں عادۃً نکل جائیں وہ لغو قسمیں ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ مذاق میں قسم کھا بیٹھنا' اللہ کی نافرمانی کے کرنے پر قسم کھا بیٹھنا' زیادتی گمان کی بنا پر قسم کھا بیٹھنا بھی اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے۔ غصے اور غضب میں' نسیان اور بھول چوک سے کھانے پینے پہننے اوڑھنے کی چیزوں میں قسم کھا بیٹھنا مراد ہے۔ اس قول کی دلیل میں آیت ﴿لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ﴾ الخ' کو پیش کیا جاتا ہے۔ بالکل صحیح بات یہ ہے کہ لغو قسموں سے مراد بغیر قصد کی قسمیں ہیں اور اس کی دلیل ﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ﴾ ہے یعنی جو قسمیں بالقصد اور بالعزم ہوں ان پر گرفت ہے اور ان پر کفارہ ہے۔ کفارہ دس مسکینوں کا کھلانا جو محتاج فقیر ہوں جن کے پاس بقدر کفایت کے نہ ہو۔ اوسط درجے کا کھانا جو عموماً گھر میں کھایا جاتا ہو وہی انہیں کھلا دینا۔ مثلاً دودھ روٹی' گھی روٹی زیتون کا تیل روٹی۔ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کی خوراک بہت اعلیٰ ہوتی ہے بعض لوگ بہت ہی ہلکی غذا کھاتے ہیں تو نہ وہ ہو نہ یہ ہو۔ تکلف بھی نہ ہو اور بخل بھی نہ ہو۔ سختی اور فراخی کے درمیان ہو۔ مثلاً گوشت روٹی ہے' سرکہ اور روٹی ہے' روٹی اور کھجوریں ہیں۔ جیسی جس کی درمیانی حیثیت۔ اسی طرح قلت اور کثرت کے درمیان ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ صبح شام کا کھانا' حسن رحمہ اللہ اور محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دس مسکینوں کو ایک ساتھ بٹھا کر روٹی گوشت کھلا دینا کافی ہے یا اپنی حیثیت کے مطابق روٹی کسی اور چیز سے کھلا دینا۔ بعض نے کہا ہے ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں یا کھجوریں وغیرہ دے دینا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ گیہوں تو آدھا صاع کافی ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز کا پورا صاع دے دے۔ ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجوروں کا کفارے میں ایک شخص کو دیا ہے اور لوگوں کو بھی یہی حکم فرمایا ہے لیکن جس

کی اتنی حیثیت نہ ہو وہ آدھا صاع گیہوں کا دے دے۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے [1] لیکن اس کا ایک راوی بالکل ضعیف ہے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ دارقطنیؒ نے اسے متروک کہا ہے اس کا نام عمر بن عبداللہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ہر مسکین کو ایک مد گیہوں مع سالن کے دے دے۔ امام شافعی رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں لیکن سالن کا ذکر نہیں ہے اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رمضان شریف کے دن میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو ایک کمتل (خاص پیمانہ) میں سے ساٹھ مسکینوں کو کھلانے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا [2] اس میں پندرہ صاع آتے ہیں تو ہر مسکین کے لیے ایک مد ہوا۔ ابن مردویہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے کفارے میں گیہوں کا ایک مد مقرر کیا ہے لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہے کیونکہ نضر بن زرارہ کوفی کے بارے میں امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ مجہول ہے گو اس سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ثقہ کہا ہے واللہ اعلم۔ پھر ان کے استاد عمری بھی ضعیف ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ گیہوں کا ایک مد اور باقی اناج کے دو مد دے۔ واللہ اعلم (یہ یاد رہے کہ صاع انگریزی اسی روپے بھر کے سیر کے حساب سے تقریباً پونے تین سیر کا ہوتا ہے اور ایک صاع کے چار مد ہوتے ہیں واللہ اعلم۔ مترجم) یا ان دس کو کپڑا پہنانا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہر ایک کو خواہ کچھ ہی کپڑا دے دے جس پر کپڑے کا اطلاق ہوتا ہو کافی ہے۔ مثلاً کرتہ' پاجامہ ہے' تہبند ہے' پگڑی ہے یا سر پر لپیٹنے کا رومال ہے۔ پھر امام صاحب کے شاگردوں میں سے بعض تو کہتے ہیں ٹوپی بھی کافی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ نا کافی ہے۔ کافی کہنے والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے جب اس کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتے ہیں اگر کوئی وفد کسی امیر کے پاس آئے اور وہ انہیں ٹوپیاں دے تو عرب تو یہی کہیں گے کہ ﴿قَدْ كُسُوْا﴾ انہیں کپڑے پہنائے گئے۔ لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ محمد بن زبیر ضعیف ہیں واللہ اعلم۔ [3] موزے پہنانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کم سے کم اتنا اور ایسا کپڑا ہو کہ اس میں نماز جائز ہو جائے مرد کو دیا ہے تو اس کی اور عورت کو دیا ہے تو اس کی۔ واللہ اعلم۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عبا ہو یا شملہ ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک کپڑا ہو اور اس سے زیادہ

---

① [ضعیف : ابن ماجه : كتاب الكفارات : باب كم يطعم فى كفارة اليمين (۲۱۱۲)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [الزوائد (۱۴۷/۲) ضعیف ابن ماجه (۴۵۹)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی سند میں عمر بن عبداللہ راوی ہے، جسے ائمہ محدثین نے ضعیف کہا ہے۔]

② [صحیح : صحيح بخارى : كتاب الصوم : باب اذا جامع فى رمضان (۱۹۳۶)، (۱۹۳۷) صحيح مسلم : كتاب الصيام : باب تغليظ تحريم الجماع (۱۱۱۱)]

③ [موقوف ضعیف : تفسير ابن ابى حاتم (۱۱۹۳/۴) بيهقى (۵۶/۱۰) الدر المنثور للسيوطى (۵۵۴/۲)] اس کی سند میں محمد بن زبیر حنظلی راوی ضعیف ہے۔ امام نسائیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے، امام بخاریؒ اسے منکر الحدیث کہتے ہیں اور امام ابن حجرؒ نے اسے متروک کہا ہے۔ [التقريب ، التهذيب]

ہو۔ غرض کفارہ قسم میں ہر چیز سوائے جانگیے کے جائز ہے۔ بہت سے مفسرین فرماتے ہیں ایک ایک کپڑا ایک ایک مسکین کو دے دے۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے ایسا کپڑا ہو جو پورا کارآمد ہو مثلاً لحاف چادر وغیرہ نہ کہ کرتہ دوپٹہ وغیرہ ابن سیرین اور حسن رحمۃ اللہ علیہما دو دو کپڑے کہتے ہیں۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں عمامہ جسے سر پر باندھے اور عبا جسے بدن پر پہنے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ قسم کھاتے ہیں پھر اسے توڑتے ہیں تو دو کپڑے بحرین کے دے دیتے ہیں۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر مسکین کے لئے ایک عبا۔ [1] یہ حدیث غریب ہے۔ یا ایک غلام کا آزاد کرنا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ یہ مطلق ہے کافر ہو یا مسلمان' امام شافعی رحمہ اللہ اور دوسرے بزرگان دین فرماتے ہیں اس کا مومن ہونا ضروری ہے کیونکہ قتل کے کفارے میں غلام کی آزادی کا حکم ہے اور وہ مقید ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہیے۔ تو گو سبب دونوں کفاروں کا جداگانہ ہے لیکن وجہ ایک ہی ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ کے ذمے ایک گردن آزاد کرنا تھی وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ ایک لونڈی لئے ہوئے آئے۔ حضور ﷺ نے اس سیاہ فام لونڈی سے دریافت فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں پوچھا ہم کون ہیں؟ جواب دیا کہ آپ رسول اللہ ہیں (ﷺ) آپ نے فرمایا اسے آزاد کر دو یہ ایماندار عورت ہے۔ [2] پس ان تینوں کاموں میں سے جو بھی کر لے وہ قسم کا کفارہ ہو جائے گا اور کافی ہوگا۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ قرآن کریم نے ان چیزوں کا بیان سب سے زیادہ آسان چیز سے شروع کیا ہے اور بتدریج اوپر کو پہنچایا ہے۔ پس سب سے سہل تو کھانا کھلانا ہے۔ پھر اس سے قدرے بھاری کپڑا پہنانا ہے اور اس سے بھی زیادہ بھاری غلام کو آزاد کرنا ہے۔ پس اس میں ادنیٰ سے اعلیٰ بہتر ہے۔ اب اگر کسی شخص کو ان تینوں میں سے ایک کی بھی قدرت نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھ لے۔ سعید بن جبیر' اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما سے مروی ہے کہ جس کے پاس تین درہم ہوں وہ تو کھانا کھلا دے ورنہ روزے رکھ لے اور بعض متاخرین سے منقول ہے کہ یہ اس کے لئے ہے جس کے پاس ضروریات سے فاضل چیز نہ ہو معاش وغیرہ پونجی کے بعد جو فالتو ہو اس سے کفارہ ادا کرے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کے پاس اس دن کے اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے سے جو بچے اس میں سے کفارہ ادا کرے۔ قسم کے توڑنے کے کفارے کے روزے پے درپے رکھنے واجب ہیں یا مستحب ہیں اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ واجب نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الایمان میں اسے صاف لفظوں میں کہا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے کیونکہ قرآن کریم میں روزوں کا حکم مطلق ہے تو خواہ پے درپے ہوں خواہ الگ الگ ہوں تو سب پر یہ صادق آتا ہے جیسے کہ رمضان کے روزوں کی

---

[1] [ضعیف : شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مقاتل بن سلیمان اور اسماعیل عیاش راوی ضعیف ہے۔ [دیکھیے : میزان (۸۷۴۱)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ : باب تحریم الکلام فی الصلاۃ (۵۳۷) نسائی : کتاب السھو : باب الکلام فی الصلاۃ (۱۲۱۹) ابوداؤد : کتاب الصلاۃ : باب تشمیت العاطس فی الصلاۃ (۹۳۰) مسند احمد (۵/۴۴۷)]

فضائے بارے میں ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ [1] فرمایا گیا ہے وہاں بھی پے درپے کی یا علیحدہ علیحدہ کی قید نہیں اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الْاُمْ میں ایک جگہ صراحت سے کہا ہے کہ قسم کے کفارے کے روزے پے در پے رکھنے چاہئیں یہی قول حنفیہ اور حنابلہ کا ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ ان کی قرات ﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مُّتَتَابِعَاتٍ﴾ ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ اس صورت میں اگر چہ اس کا متواتر قرات ہونا ثابت نہ ہو۔ تاہم خبر واحد یا تفسیر صحابہ رضی اللہ عنہم سے کم درجے کی تو یہ قرات نہیں پس حکماً یہ بھی مرفوع ہے۔ ابن مردویہ کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اختیار رہے آپ نے فرمایا ہاں تو اختیار پر ہے خواہ گردن آزاد کر خواہ کپڑا پہنادے خواہ کھانا کھلادے اور جو نہ پائے وہ پے درپے تین روزے رکھ لے۔ [2] پھر فرماتا ہے کہ تم جب قسم کھا کر توڑ دو تو یہ کفارہ ہے لیکن تمہیں اپنی قسموں کی حفاظت کرنی چاہئے انہیں بغیر کفارے کے نہ چھوڑنا چاہئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں واضح طور پر بیان فرما رہا ہے تا کہ تم شکر گذاری کرو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ
الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ
وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ
اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ
فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا
ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

اے ایمان والو! شراب جوا فال کے تیر اور پانسے گندے پلید اور شیطانی کام ہیں تم ان سے رک جاؤ اور بچتے رہا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ ○ شیطان کا ارادہ تو یہی ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تم میں آپس میں بغض و عداوت ڈلوا دے اور تمہیں یاد اللہ سے اور نماز سے روک دے پس اب تو تم اس سے باز آ جاؤ گے ○ تمہیں اللہ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنی چاہیے اور احتیاط اور ڈر رکھنا چاہئے اب بھی تم منہ موڑ لو گے تو جان رکھو کہ ہمارے رسولوں کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہی تھا ○ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیکیوں کے پابند ہیں وہ جو کچھ کھا پی گذرے اس میں کوئی گناہ نہیں جبکہ وہ پرہیز گاری کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ پھر ڈرتے رہیں اور ایمان لائیں پھر تقویٰ کریں اور احسان و اخلاص کو کام میں

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۸۵]

[2] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (۲/۵۵۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ اس میں اسماعیل بن یحییٰ تمی راوی ضعیف ہے۔]

شراب اور جوئے جیسی لغویات سے ممانعت: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ بعض چیزوں سے روکتا ہے۔ شراب کی ممانعت فرمائی، پھر جوئے کی روک کی۔ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شطرنج بھی جوئے میں داخل ہے (ابن ابی حاتم) عطا مجاہد اور طاؤس رحمہم اللہ سے یا ان میں سے دو سے مروی ہے کہ جوئے کی ہر چیز میسر میں داخل ہے گو بچوں کے کھیل کے طور پر ہو۔ جاہلیت کے زمانے میں جوئے کا بھی عام رواج تھا جسے اسلام نے غارت کیا۔ ان کا ایک جوا یہ بھی تھا کہ گوشت کو بکری کے بدلے بیچتے تھے۔ پانسے پھینک کر مال یا پھل لینا بھی جوا ہے۔ حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو چیز ذکر اللہ اور نماز سے غافل کر دے وہ جوا ہے۔ ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع غریب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان پانسوں سے بچو جن سے لوگ کھیلا کرتے تھے۔ یہ بھی جوا ہے [1] صحیح مسلم شریف میں ہے پانسوں سے کھیلنے والا گویا اپنے ہاتھوں کو سور کے خون اور گوشت میں آلودہ کرنے والا ہے۔ [2] سنن میں ہے کہ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔ [3] حضرت ابو موسیٰ کا قول بھی اسی طرح مروی ہے۔ واللہ اعلم۔ مسند میں ہے پانسوں سے کھیل کر نماز پڑھنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قے اور گندگی سے اور سور کے خون سے وضو کر کے نماز ادا کرے۔ [4] حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک شطرنج اس سے بھی بری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شطرنج کا جوئے میں سے ہونا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد رحمہم اللہ تو کھلم کھلا اسے حرام بتاتے ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسے مکروہ بتاتے ہیں۔ ﴿اَنْصَابُ﴾ ان پتھروں کو کہتے ہیں جن پر مشرکین اپنے جانور چڑھایا کرتے تھے اور انہیں وہیں ذبح کرتے تھے ﴿اَزْلَامُ﴾ ان تیروں کو کہتے ہیں جن میں وہ فال لیا کرتے تھے۔ ان سب چیزوں کی نسبت فرمایا کہ یہ اللہ کی ناراضگی کے اور شیطانی کام ہیں۔ یہ گناہ کے اور برائی کے کام ہیں تم ان شیطانی کاموں سے بچو انہیں چھوڑ دو تا کہ تم نجات پاؤ۔ اس فقرے میں مسلمانوں کو ان کاموں سے روکنے کی ترغیب ہے۔ پھر رغبت آمیز دھمکی کے

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (۱۱۹٦/٤) الدر المنثور للسیوطی (٥٦٣/٢)] امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ باطل ہے کیونکہ اس میں علی بن زید (ضعیف) راوی ہے۔ مزید دیکھئے: مجمع الزوائد (١٣٢٦٥)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الشعر : باب تحریم اللعب بالنردشیر (٢٢٦٠) ابوداؤد : کتاب الادب : باب فی النهی عن اللعب بالنرد (٤٩٣٩) ابن ماجه : کتاب الادب : باب اللعب بالنرد (٣٧٦٣) مسند احمد (٣٥٢/٥) الادب المفرد (١٢٧١)]

[3] [حسن : ابوداؤد : کتاب الادب : باب فی النهی عن اللعب بالنرد (٤٩٣٨) ابن ماجه : کتاب الادب : باب اللعب بالنرد (٣٧٦٢) بغوی (٣٤١٤) مسند احمد (٣٩٧/٤)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود، ارواء الغلیل (٢٦٧٠)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [ضعیف : مسند احمد (٣٧٠/٥) التاریخ الکبیر للبخاری (٢٩١/٧) مسند ابو یعلی (١١٠٤) بیهقی (٢١٥/١٠) مجمع الزوائد (١٣٢٦١)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبد الرحمن راوی مجہول ہے۔]

ساتھ مسلمانوں کو ان چیزوں سے روکا گیا ہے۔

اب ہم یہاں پر حرمت شراب کی مزید احادیث وارد کرتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شراب تین مرتبہ حرام ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے شریف میں آئے تو لوگ جواری شرابی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال ہوا اور آیت ﴿يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ [1] الخ' نازل ہوئی۔ اس پر لوگوں نے کہا یہ دونوں چیزیں ہم پر حرام نہیں کی گئیں بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فوائد بھی ہیں۔ چنانچہ شراب پیتے رہے۔ ایک دن ایک صحابی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو مغرب کی نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو قرات خلط ملط ہوگئی اس پر آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ﴾ [2] الخ' نازل ہوئی۔ یہ بہ نسبت پہلی آیت کے زیادہ سخت تھی اب لوگوں نے نمازوں کے وقت شراب چھوڑ دی لیکن عادت برابر جاری رہی۔ اس پر اس سے بھی زیادہ سخت اور صریح آیت ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ الخ' نازل ہوئی اسے سن کر سارے صحابہ رضی اللہ عنہم بول اٹھے ﴿انْتَهَيْنَا رَبَّنَا﴾ اے اللہ ہم اب باز رہے' ہم رک گئے۔ پھر لوگوں نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا جو شراب اور جوئے کی حرمت کے نازل ہونے سے پیشتر اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے تھے اس کے جواب میں اس کے بعد کی آیت ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ﴾ الخ' نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا اگر ان کی زندگی میں یہ حکم اترتا تو وہ بھی تمہاری ہی طرح اسے مان لیتے۔ [3] مسند احمد میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تحریم شراب کے نازل ہونے پر فرمایا یا اللہ ہمارے سامنے اور کھول کر بیان فرما پس سورہ بقرہ کی آیت ﴿فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ﴾ الخ نازل ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلوایا گیا اور ان کے سامنے اس کی تلاوت کی گئی۔ پھر بھی آپ نے فرمایا اے اللہ تو ہمیں اور واضح لفظوں میں فرما پس سورہ نساء کی آیت ﴿وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ﴾ الخ نازل ہوئی اور موذن جب حی علی الصلوٰۃ کہتا تو ساتھ ہی کہہ دیتا کہ نشہ باز ہرگز ہرگز نماز کے قریب بھی نہ آئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا گیا اور یہ آیت بھی انہیں سنائی گئی لیکن پھر بھی آپ نے یہی فرمایا کہ اے اللہ اس بارے میں صفائی سے بیان فرما۔ پس سورۂ مائدہ کی آیت اتری آپ کو بلوایا گیا اور یہ آیت سنائی گئی جب ﴿فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ﴾ تک سنا تو فرمانے لگے ﴿انْتَهَيْنَا انْتَهَيْنَا﴾ ہم رک گئے ہم رک گئے۔ [4] بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منبر نبوی پر خطبہ

---

[1] [سورة البقرہ: آیت ۲۱۹] [2] [سورة النسآء : آیت ۴۳]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۳۵۱/۲)] علامہ احمد شاکر نے مسند احمد کی تحقیق میں اسے ضعیف کہا ہے۔[۸۶۰۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

[4] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الاشربة : باب فی تحریم الخمر (۳۶۷۰) نسائی : کتاب الاشربة : باب تحریم الخمر (۵۵۴۲) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة المائدہ (۳۰۴۹) مسند احمد (۵۳/۱) تفسیر ابن ابی حاتم (۱۲۰۰/۴)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود (۳۱۱۷) السلسلة الصحيحة (۲۳۴۸)]

دیتے ہوئے فرمایا کہ شراب کی حرمت جب نازل ہوئی اس وقت شراب پانچ چیزوں کی بنائی جاتی تھی انگور، شہد کھجور، گیہوں اور جو۔ ہر وہ چیز جو عقل پر غالب آ جائے خمر ہے۔ [1] یعنی شراب کے حکم میں ہے اور حرام ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت کی آیت کے نزول کے موقع پر مدینے شریف میں پانچ قسم کی شرابیں تھیں ان میں انگور کی شراب نہ تھی۔ [2] ابوداؤد طیالسی میں ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں شراب کے بارے میں تین آیتیں اتریں۔ اول تو ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ﴾ الخ والی آیت اتری تو کہا گیا کہ شراب حرام ہوگئی اس پر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں اس سے نفع اٹھانے دیجیے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ خاموش ہوگئے پھر ﴿وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ الخ والی آیت اتری اور کہا گیا کہ لو شراب حرام ہوگئی۔ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ ہم بوقت نماز نہ پئیں گے۔ آپ پھر چپ رہے پھر یہ دونوں آیتیں اتریں اور خود رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا کہ اب شراب حرام ہوگئی۔ [3] مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ کا ایک دوست تھا قبیلہ ثقیف میں سے یا قبیلہ دوس میں سے۔ فتح مکہ والے دن وہ آپ سے ملا اور ایک مشک شراب کی آپ کو تحفتاً دینے لگا آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کر دیا ہے۔ اب اس شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ جا اسے بیچ ڈال، آپ نے فرمایا کیا کہا؟ اس نے جواب دیا کہ بیچنے کو کہہ رہا ہوں آپ نے فرمایا جس اللہ نے اس کا پینا حرام کیا ہے۔ اسی نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا ہے۔ اس نے اسی وقت کہا جاؤ اسے لے جاؤ اور بطحا کے میدان میں بہا آؤ۔ [4] ابویعلی موصلی میں ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کو تحفہ دینے کے لیے ایک مشک شراب کی لائے، آپ اسے دیکھ کر ہنس دیئے اور فرمایا یہ تو تمہارے جانے کے بعد حرام ہوگئی ہے کہا خیر یا رسول اللہ ﷺ میں اسے واپس لے جاتا ہوں اور بیچ کر قیمت وصول کرلوں گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہوئی کہ ان پر جب گائے بکری کی چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچنا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے شراب کو اور اس کی قیمت کو حرام کر دیا ہے [5] مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے اس میں ہے کہ ہر سال حضرت داری

---

[1] [صحیح: صحيح بخاري : كتاب التفسير : باب قوله انما الخمر والميسر والانصاب (٤٦١٩) و كتاب الاشربة : باب الخمر من العنب وغيره (٥٥٨١) وباب ماجآء في ان الخمر ما خامر العقل من الشراب (٥٥٨٨) صحيح مسلم : كتاب التفسير : باب في نزول التحريم الخمر (٣٠٣٢) نسائي : كتاب الاشربة : باب تحريم كل شراب أسكر (٥٥٩٤) ابو داؤد : كتاب الاشربة : باب تحريم الخمر (٣٦٦٩) ترمذي : كتاب الاشربة : باب ماجآء في الحبوب التي (١٨٧٤)]

[2] [صحیح: صحيح بخاري : كتاب التفسير : باب قوله انما الخمر والميسر (٤٦١٦)]

[3] [ضعیف: مسند طيالسي (١٩٥٧) تفسير ابن ابي حاتم (١١٩٩/٤) بيهقي في شعب الايمان (٥٥٧٠)] اس کی سند محمد بن ابی حمید کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام سیوطیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے اور فرمایا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [الدر المنثور للسيوطي (٥٥٧/٢)]

[4] [صحیح: صحيح مسلم : كتاب المساقاة : باب تحريم بيع الخمر (١٥٧٩) مسند احمد (٢٤٤/١)]

[5] [ضعیف: طبراني كبير (١٢٧٥) مجمع الزوائد (٩١/٤)] امام ہیثمیؒ نے اس روایت کے انقطاع کا ذکر کیا ہے۔]

ایک مشک ہدیہ کرتے تھے۔ اس کے آخر میں حضور ﷺ کا دو مرتبہ یہ فرمانا ہے کہ شراب بھی حرام اور اس کی قیمت بھی حرام۔ (1) ایک حدیث مسند احمد میں اور ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت کیسان رضی اللہ عنہ شراب کے تاجر تھے جس سال شراب حرام ہوئی اس سال یہ شام کے ملک سے بہت سی شراب تجارت کے لیے لائے تھے حضور ﷺ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا اب تو حرام ہوگئی پوچھا پھر میں اسے بیچ ڈالوں؟ آپ نے فرمایا یہ بھی حرام ہے اور اس کی قیمت بھی حرام ہے۔ چنانچہ حضرت کیسان رضی اللہ عنہ نے وہ ساری شراب بہادی۔ (2) مسند احمد میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح' حضرت ابی بن کعب' حضرت سہل بن بیضاء اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو شراب پلا رہا تھا دور چل رہا تھا سب لذت اندوز ہو رہے تھے قریب تھا کہ نشے کا پارہ بڑھ جائے۔ اتنے میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے آ کر خبر دی کہ کیا تمہیں علم نہیں شراب تو حرام ہوگئی؟ انہوں نے کہا بس کر و انس رضی اللہ عنہ جو باقی بچی ہے اسے لنڈھا دو۔ اللہ کی قسم اس کے بعد ایک قطرہ بھی ان میں سے کسی کے حلق میں نہیں گیا۔ یہ شراب کھجور کی تھی اور عاماً اسی کی شراب بنا کرتی تھی۔ یہ روایت بخاری و مسلم میں بھی ہے (3) اور روایت میں ہے کہ شراب خوری کی یہ مجلس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تھی۔ ناگاہ منادی کی آواز پڑی مجھ سے کہا گیا باہر جاؤ دیکھو کیا منادی ہو رہی ہے؟ میں نے جا کر سنا منادی ندا دے رہا ہے کہ شراب تم پر حرام کی گئی ہے۔ میں نے آ کر خبر دی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اٹھو جتنی شراب ہے سب بہادو میں نے بہادی اور میں نے دیکھا کہ مدینے کے گلی کوچوں میں شراب بہہ رہی ہے۔ بعض اصحاب رضی اللہ عنہم نے کہا ان کا کیا حال ہوگا جن کے پیٹ میں شراب تھی اور وہ قتل کر دیے گئے؟ اس پر اس کے بعد کی آیت ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ﴾ الخ' نازل ہوئی یعنی ان پر کوئی حرج نہیں۔ (4) ابن جریر کی روایت میں اس مجلس والوں کے ناموں میں حضرت ابودجانہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کا نام بھی ہے اور یہ بھی ہے کہ ندا سنتے ہی ہم نے شراب بہادی۔ مٹکے اور پیپے توڑ ڈالے۔ کسی نے وضو کر لیا' کسی نے غسل کر لیا اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں سے خوشبو منگوا کر لگائی اور مسجد پہنچے تو دیکھا حضور ﷺ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور ﷺ اس سے پہلے جو لوگ فوت ہو گئے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ پس اس کے بعد آیت

---

(1) [صحیح بالشواهد : مسند احمد (٤/٢٢٧) مجمع الزوائد (٤/٨٨)] اس کی سند میں شہر بن حوشب اور عبد الحمید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس کا شاہد صحیح مسلم (١٥٧٩) میں موجود ہے۔]

(2) [ضعیف : مسند احمد (٤/٣٣٥) مجمع الزوائد (٤/٨٨) طبرانی کبیر (١٩/١٩٥)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاشربة : باب نزول تحریم الخمر وھی من البسر والتمر (٥٥٨٢) صحیح مسلم : کتاب الاشربة : باب تحریم الخمر (١٩٨٠)]

(4) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب صب الخمر فی الطریق (٢٤٦٤) و کتاب التفسیر : باب قوله لیس علی الذین امنو و عملوا الصالحات (٤٦٢٠) صحیح مسلم : کتاب الاشربة : باب تحریم الخمر و بیان انها تکون (١٩٨٠) ابوداؤد : کتاب الاشربة (٣٦٧٣) مسند احمد (٣/٢٢٧)]

اتری۔ کسی نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ نے یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنی ہے؟ فرمایا ہاں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نے یہ حدیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ فرمایا ہاں ہم جھوٹ نہیں بولتے بلکہ ہم تو جانتے بھی نہیں کہ جھوٹ کسے کہتے ہیں؟ (۱) مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شراب اور پانسے اور بربط کا باجا حرام کر دیا ہے۔ شراب سے بچو ﴿غُبَيْـرَا﴾ نام کی شراب عام ہے۔ (۲) مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ سے وہ بات منسوب کرے جو میں نے نہ کہی ہو وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے۔ میں نے آپ سے سنا ہے کہ شراب جوا پانسے اور غبیـــرا سب حرام ہیں۔ اور ہر نشے والی چیز حرام ہے۔ (۳) مسند احمد میں ہے شراب کے بارے میں دس لعنتیں ہیں خود شراب پر' اس کے پینے والے پر' اس کے پلانے والے پر' اس کے بیچنے والے پر' اس کے خریدنے والے پر' اس کے نچوڑنے والے پر' اس کے بنانے والے پر' اس کے اٹھانے والے پر اور اس پر بھی جس کے پاس یہ اٹھا کر لے جایا جائے اور اس کی قیمت کھانے والے پر (۴) (ابوداود' ابن ماجہ) مسند میں ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باڑے کی طرف نکلے میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ کے دائیں جانب چل رہا تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے میں ہٹ گیا اور آپ کے داہنے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ چلنے لگے۔ تھوڑی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے میں ہٹ گیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف ہو گئے جب آپ باڑے میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں پر چند مشکیں شراب کی رکھی ہوئی ہیں آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا چھری لاؤ جب میں لایا تو آپ نے حکم دیا کہ یہ مشکیں کاٹ دی جائیں پھر فرمایا شراب پر' اس کے پینے والے پر' پلانے والے پر' بیچنے والے پر' خریدار پر' اٹھانے والے پر' اٹھوانے والے پر' بنانے والے پر' بنوانے والے پر' قیمت لینے والے پر سب پر لعنت ہے۔ (۵) مسند احمد کی اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشکیں کٹوا کر ان کی شراب بہا کر پھر بازار میں جا کر جو مشکیں شراب کی پائیں سب کٹوا دیں پھر مجھے اور میرے ساتھیوں کو چھری دے کر فرمایا جاؤ جتنی مشکیں شراب کی جہاں پاؤ سب کاٹ کر بہا دو۔ پس ہم گئے

---

(۱) [صحیح بالشواھد : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۵۳۱)]

(۲) [ضعیف : مسند احمد (۴۲۲/۳) طبرانی کبیر (۳۵۲/۱۸)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔[مسند احمد محقق (۶۵۴۷)]

(۳) [صحیح لغیرہ : مسند احمد (۱۷۱/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح لغیرہ ہے۔[مسند احمد محقق (۶۴۷۸)]

(۴) [صحیح : ابن ماجہ : کتاب الاشربۃ : باب لعنت الخمر علی عشرۃ اوجہ (۳۳۸۰) ابوداؤد : کتاب الاشربۃ : باب العنب یعصر للخمر (۳۶۷۴) مسند احمد (۲۵/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود (۳۱۲۱) ارواء الغلیل (۱۵۲۹) الروض النضیر (۵۴۶)] علامہ احمد شاکر نے مسند احمد پر تعلیق لگاتے ہوئے اسے صحیح کہا ہے۔[۴۷۸۷)]

(۵) [صحیح : مسند احمد (۷۱/۲)] علامہ احمد شاکر نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [مسند احمد محقق (۴۷۸۷)] حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

اور سارے بازار میں ایک مشک بھی نہ چھوڑی۔ [۱] بیہقی کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص شراب بیچتے تھے اور بہت خیرات کیا کرتے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے شراب فروشی کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ حرام ہے اور اس کی قیمت بھی حرام ہے اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تمہاری کتاب کے بعد کوئی کتاب اترنے والی ہوتی اور اگر تمہارے نبی کے بعد کوئی نبی اور آنے والا ہوتا' جس طرح اگلوں کی رسوائیاں اور ان کی برائیاں تمہاری کتاب میں اتریں تمہاری خرابیاں ان پر نازل ہوتیں لیکن تمہارے افعال کا اظہار قیامت کے دن پر موخر رکھا گیا ہے اور یہ بہت بھاری اور بڑا ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا سنو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھا۔ آپ گوٹھ لگائے ہوئے بیٹھے تھے فرمانے لگے جس کے پاس جتنی شراب ہو وہ ہمارے پاس لائے۔ لوگوں نے لانی شروع کی' جس کے پاس جتنی تھی حاضر کی۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسے بقیع کے میدان میں فلاں فلاں جگہ رکھو۔ جب سب جمع ہو جائے مجھے خبر کرو' جب جمع ہوگئی اور آپ سے کہا گیا تو آپ اٹھے میں آپ کے داہنے جانب تھا آپ مجھ پر ٹیک لگائے چل رہے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب آئے تو آپ نے مجھے ہٹا دیا اپنے بائیں کر دیا اور میری جگہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لے لی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھے اور پیچھے ہٹا دیا اور جناب فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے بائیں لے لیا اور وہاں پہنچے لوگوں سے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ سب نے کہا ہاں جانتے ہیں یہ شراب ہے' فرمایا سنو اس پر' اس کے بنانے والے پر' بنوانے والے پر' پینے والے پر' پلانے والے پر' اٹھانے والے پر' اٹھوانے والے پر' بیچنے والے پر' خریدنے والے پر' قیمت لینے والے پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ پھر چھری منگوائی اور فرمایا اسے تیز کر لو' پھر اپنے ہاتھ سے مشکیں پھاڑنی اور مٹکے توڑنے شروع کیے' لوگوں نے کہا بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشکوں اور مٹکوں کو رہنے دیجیے اور کام آئیں گی فرمایا ٹھیک ہے لیکن میں تو اب ان سب کو توڑ کر ہی رہوں گا یہ غضب وغصہ اللہ کے لیے ہے کیونکہ ان تمام چیزوں سے رب ناراض ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود کیوں تکلیف کرتے ہیں ہم حاضر ہیں فرمایا نہیں میں اپنے ہاتھ سے انہیں نیست و نابود کروں گا۔ [۲] بیہقی کی حدیث میں ہے کہ شراب کے بارے میں چار آیتیں اتری ہیں۔ پھر حدیث بیان فرما کر کہا کہ ایک انصاری نے دعوت کی ہم دعوت میں جمع ہوئے خوب شرابیں پیں۔ نشے میں جھومتے ہوئے اپنے نام ونسب پر فخر کرنے لگے' یہ واقعہ حرمت شراب کے پہلے کا ہے۔ انصاری کہنے لگے ہم افضل ہیں۔ قریش نے کہا ہم افضل ہیں۔ ایک انصاری نے اونٹ کا جبڑا لے کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مارا اور ہاتھا پائی ہونے لگی پھر شراب کی حرمت کی آیت اتری۔ [۳] مسلم میں بھی یہ حدیث ہے بیہقی

---

[۱] [حسن : مسند احمد (۱۳۲/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [مسند احمد محقق (٦١٦٥)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [ارواء الغليل (٣٦٥/٥)]

[۲] [مستدرك حاكم (١٤٤/٤) مشكل الآثار (٣٣٤٢) بيهقي : كتاب الاشربة والحد فيها : باب ما جاء في تحريم الخمر (٢٨٧/٨)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

[۳] [صحيح : صحيح مسلم: كتاب فضائل الصحابة : باب في فضل سعد بن ابي وقاص (٤٤-١٧٤٨) ابوداود (٢٧٤٠) ترمذی (٣٠٧٩) مسند احمد (١٨٥/١) بيهقي في السنن الكبرى (٢٦٩/٦)]

میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے شراب کی حرمت انصار کے دو قبیلوں کے بارے میں اتری۔ یہ شراب پی کر بدمست ہو گئے اور آپس میں لاف زنی ہونے لگی جب نشے اترے تو دیکھتے ہیں اس کی ناک پر زخم ہے اس کے چہرے پر زخم ہے اس کی داڑھی نچی ہوئی ہے اور اسے چوٹ لگی ہوئی ہے' کہنے لگے مجھے فلاں نے مارا میری بے حرمتی فلاں نے کی اگر اس کا دل میری طرف سے صاف ہوتا تو میرے ساتھ یہ حرکت نہ کرتا دلوں میں نفرت اور دشمنی بڑھنے لگی پس یہ آیت اتری۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا جب یہ گندگی ہے تو فلاں فلاں صحابہ رضی اللہ عنہم تو اسے پیتے ہوئے ہی رحلت کر گئے ہیں ان کا کیا حال ہوگا؟ ان میں سے بعض احد کے میدان میں شہید ہوئے ہیں اس کے جواب میں اگلی آیت اتری۔ [1] ابن جریر میں ہے حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ کے والد کہتے ہیں کہ ہم چار شخص ریت کے ایک ٹیلے پر بیٹھے شراب پی رہے تھے دور چل رہا تھا جام گردش میں تھا ناگہاں میں کھڑا ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام کیا وہیں حرمت شراب کی یہ آیت نازل ہوئی۔ میں پچھلے پیروں اپنی اسی مجلس میں آیا اور اپنے ساتھیوں کو یہ آیت پڑھ کر سنائی' بعض وہ بھی تھے' جن کے منہ سے جام لگا ہوا تھا لیکن واللہ انہوں نے اسی وقت اسے الگ کر دیا اور جتنا پیا تھا اسے قے کر کے نکال دیا اور کہنے لگے یا اللہ ہم رک گئے ہم باز آ گئے۔ [2]

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جنگ احد کی صبح بعض لوگوں نے شرابیں پی تھیں اور میدان میں اسی روز اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے گئے اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ [3] بزار میں یہ زیادتی بھی ہے کہ اسی پر بعض یہودیوں نے اعتراض کیا اور جواب میں آیت ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ الخ' نازل ہوئی ابو یعلی موصلی میں ہے کہ ایک شخص خیبر سے شراب لا کر مدینے میں فروخت کیا کرتا تھا ایک دن وہ لا رہا تھا ایک صحابی رضی اللہ عنہ راستے میں ہی اسے مل گئے اور فرمایا شراب تو اب حرام ہو گئی وہ واپس مڑ گیا اور ایک ٹیلے تلے اسے کپڑے سے ڈھانپ کر آ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کیا یہ سچ ہے کہ شراب حرام ہو گئی؟ آپ نے فرمایا ہاں سچ ہے کہا پھر مجھے اجازت دیجیے کہ جس سے لی ہے کہ اسے واپس کر دوں۔ فرمایا اس کا لوٹانا بھی جائز نہیں۔ کہا پھر اجازت دیجیے کہ میں اسے ایسے شخص کو تحفہ دوں جو اس کا معاوضہ مجھے دے آپ نے فرمایا یہ بھی ٹھیک نہیں کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں یتیموں کا مال بھی لگا ہوا ہے فرمایا دیکھو جب ہمارے پاس بحرین کا مال آئے گا اس سے ہم تمہارے یتیموں کی مدد کریں گے پھر مدینہ میں منادی ہو گئی۔ ایک شخص نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم شراب کے برتنوں سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دیجیے

---

[1] [حسن : بیہقی فی السنن الکبری (۸/۲۸۵) نسائی فی التفسیر (۱۷۱) وفی السنن الکبری (۶/۳۳۷) مستدرك حاکم (۴/۱۴۱) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۵۲۶) طبرانی کبیر (۱۲۴۵۹) الدر المنثور للسیوطی (۲/۵۵۷)] امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ نے اس کے راویوں کو صحیح کے راوی کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۷/۲۱)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۵۲۷) الدر المنثور للسیوطی (۲/۵۵۷)] اس کی سند سلام بن ابی حفص راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله انما الخمر والمیسر (۴۶۱۸)]

آپ نے فرمایا جاؤ مشکوں کو کھول ڈالو اور شراب بہا دو اس قدر شراب بہی کہ میدان بھر گئے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ (۱) مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ہاں جو یتیم بچے پل رہے ہیں ان کے ورثے میں انہیں شراب ملی ہے آپ نے فرمایا جاؤ اسے بہا دو عرض کیا اگر اجازت ہو تو اس کا سرکہ بنالوں فرمایا نہیں نہیں۔ یہ حدیث مسلم ابوداود اور ترمذی میں بھی ہے۔ (۲) ابن ابی حاتم میں صحیح سند سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا جیسے یہ آیت قرآن میں ہے تورات میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو نازل فرمایا تا کہ اس کی وجہ سے باطل کو دور کر دے اور اس سے کھیل تماشے باجے گاجے بربط دف طنبورہ راگ راگنیاں فنا کر دے۔ شرابی کے لیے شراب نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ جو اسے حرمت کے بعد پیئے گا اسے میں قیامت کے دن پیاسا رکھوں گا اور حرمت کے بعد جو اسے چھوڑے گا میں اسے جنت کے پاکیزہ چشمے سے پلاؤں گا۔ (۳) حدیث شریف میں ہے جس شخص نے نشہ کی وجہ سے ایک وقت کی نماز چھوڑی وہ ایسا ہے جیسے کسی سے روئے زمین کی سلطنت چھن گئی اور جس شخص نے چار بار کی نماز نشے میں چھوڑ دی اللہ تعالیٰ اسے ﴿طينة الخبال﴾ پلائے گا۔ پوچھا گیا کہ ﴿طينة الخبال﴾ کیا ہے؟ فرمایا جہنمیوں کا لہو پیپ پسینہ پیشاب وغیرہ (۴) (مسند احمد) ابوداود میں ہے کہ ہر عقل کو ڈھانپنے والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے اور جو شخص نشہ والی چیز پیئے گا اس کی چالیس دن کی نمازیں نامقبول ہیں۔ اگر وہ توبہ کرے گا تو توبہ قبول ہو گی اگر اس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور ﴿طينة الخبال﴾ پلائے گا پوچھا گیا وہ کیا ہے؟ فرمایا جہنمیوں کا نچوڑ اور ان کی پیپ اور جو شخص اسے کسی بچہ کو پلائے گا جو حلال حرام کی تمیز نہ رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے بھی جہنمیوں کا پیپ پلائے گا۔ (۵) بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے دنیا میں جو شراب پیئے گا اور توبہ نہ کرے گا وہ جنت کی شراب سے محروم رہے گا۔ (۶) صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر نشے والی چیز خمر ہے اور ہر نشے والی چیز

---

(۱) [ضعیف : مسند ابو یعلی (۱۸۸٤) مجمع الزوائد (۹۲/٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عیسیٰ بن جاریہ راوی ہے جسے امام ابن معین نے ضعیف کہا ہے اور امام ابوداود نے منکر الحدیث کہا ہے۔ تاہم حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الاشربة : باب تحریم تخلیل الخمر (۱۹۸۳) ترمذی : کتاب البیوع : باب النهی ان یتخذ الخمر خلاً (۱۲۹٤) ابوداؤد : کتاب الاشربة : باب ماجآء فی الخمر تخلل (۳٦۷٥) مسند احمد (۱۱۹/۳)]

(۳) [موقوف : تفسیر ابن ابی حاتم (۱۱۹٦/٤) الدر المنثور للسیوطی (٥٦۰/۲)]

(۴) [حسن : مسند احمد (۱۷۸/۲) مستدرك حاكم (۱٤٦/٤) بیهقی (۲۸۷/۸) مجمع الزوائد (۷۲/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔[مسند احمد محقق (٦٦٥۹)]

(۵) [صحیح : ابوداؤد: کتاب الاشربة : باب النهی عن المسکر (۳٦۸۰) بیهقی فی السنن الکبری (۲۸۸/۸)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود، السلسلة الصحیحة (۲۰۳۹)]

(۶) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاشربة : باب قول الله تعالی انما الخمر والمیسر (٥٥۷٥) صحیح مسلم : کتاب الاشربة : باب عقوبة من شرب الخمر اذا لم یتب منها (۲۰۰۳)]

حرام ہے اور جس شخص نے شراب کی عادت ڈالی اور بے توبہ مر گیا وہ جنت کی شراب سے محروم رہے گا۔ ① نسائی وغیرہ میں ہے تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت سے نہ دیکھے گا' ماں باپ کا نافرمان' شراب کی عادت والا اور اللہ کی راہ میں دے کر احسان جتلانے والا۔ ② مسند احمد میں ہے کہ دے کر احسان جتلانے والا' ماں باپ کا نافرمان اور شرابی جنت میں نہیں جائے گا۔ ③ مسند احمد میں اس کے ساتھ ہی ہے کہ زنا کی اولاد بھی۔ ④

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شراب سے پرہیز کرو وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ سنو اگلے لوگوں میں ایک ولی اللہ تھا جو بڑا عبادت گذار تھا اور تارک دنیا تھا۔ بستی سے الگ تھلگ ایک عبادت خانے میں شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتا تھا۔ ایک بدکار عورت اس کے پیچھے لگ گئی' اس نے اپنی لونڈی کو بھیج کر اسے اپنے ہاں ایک شہادت کے بہانے بلوایا۔ یہ چلے گئے لونڈی اپنے گھر میں انہیں لے گئی جس دروازے کے اندر یہ پہنچ جاتے پیچھے سے لونڈی اسے بند کرتی جاتی۔ آخری کمرے میں جب گئے تو دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت عورت بیٹھی ہے' اس کے پاس ایک بچہ ہے اور ایک جام شراب لبالب بھرا رکھا ہے۔ اس عورت نے اس سے کہا سنیے جناب میں نے آپ کو درحقیقت کسی گواہی کے لیے نہیں بلوایا فی الواقع اس لیے بلوایا ہے کہ یا تو آپ میرے ساتھ بدکاری کریں یا اس بچے کو قتل کر دیں یا شراب پی لیں درویش نے سوچ کر تینوں کاموں میں ہلکا کام شراب کا پینا جان کر جام کو منہ سے لگا لیا' سارا پی گیا۔ کہنے لگا اور لاؤ اور لاؤ' خوب پیا' جب نشے میں مدہوش ہو گیا تو اس عورت کے ساتھ زنا بھی کر بیٹھا اور اس لڑکے کو بھی قتل کر دیا۔ پس اے لوگو! تم شراب سے بچو سمجھ لو کہ شراب اور ایمان جمع نہیں ہوتے ایک کا آنا دوسرے کا جانا ہے (بیہقی) امام ابوبکر بن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ذم المسکر میں بھی اسے وارد کیا ہے اور اس میں مرفوع ہے لیکن زیادہ صحیح اس کا موقوف ہونا ہی ہے واللہ اعلم۔ اس کی شاہد بخاری و مسلم کی مرفوع حدیث بھی ہے جس میں ہے کہ زانی زنا کے وقت' چور چوری کے وقت' شرابی شراب خوری کے وقت مومن نہیں رہتا۔ ⑤ مسند احمد میں

---

① [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الاشربة : باب بيان ان كل مسكر خمر (٢٠٠٣) ابوداؤد : كتاب الاشربة : باب ما جاء في السكر (٣٦٧٩) نسائي : كتاب الاشربة : باب اثبات اسم الخمر لكل مسكر من الاشربة (٥٥٨٨) ترمذي : كتاب الاشربة : باب ماجاء في شارب الخمر (١٨٦١)]

② [صحیح : نسائي : كتاب الزكاة : باب المنان بما اعطى (٢٥٦٣) مسند احمد (١٣٤/٢) بيهقي في السنن الكبرى (٣٨٨/٨)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح الجامع الصغير (٣٠٧١)]

③ [صحيح بالشواهد : مسند احمد (٢٨/٣۔ ٤٤) مسند ابو يعلى (١١٦٨) نسائي في السنن الكبرى (٤٩٢٠)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔[مسند احمد محقق (٦٨٨٢)] حافظ زبیر علی زئی اسے شواہد کی بنا پر حسن کہتے ہیں۔]

④ [صحيح لغيره دون الجملة : مسند احمد (٢٠٣/٢) صحيح ابن حبان (٣٣٨٣) مشكل الآثار (٩١٤) دارمي (١١٢/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے ان الفاظ ﴿ ولد زنية ﴾ کے علاوہ صحیح لغیرہ کہا ہے۔ [مسند احمد محقق (٦٨٩٢)]

⑤ [صحیح : صحيح بخاري : كتاب الاشربة : باب قول الله تعالى انما الخمر والميسر (٥٥٧٨) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب بيان نقصان الايمان بالمعاصي (٥٧) ابوداؤد : كتاب السنة : باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه (٤٦٨٩) ترمذي : كتاب الايمان (٢٦٢٥) مسند احمد (٣٧٦/٢)]

ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب شراب حرام ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ اس کی حرمت سے پہلے جو لوگ انتقال کر چکے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ﴾ الخ، نازل ہوئی یعنی ان پر اس میں کوئی حرج نہیں اور جب بیت المقدس کا قبلہ بدلا اور بیت اللہ شریف قبلہ ہوا اس وقت بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے پہلے قبلہ کی طرف نمازیں پڑھتے ہوئے انتقال کر جانے والوں کی نسبت دریافت کیا تو آیت ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾ [1] الخ، نازل ہوئی یعنی ان کی نمازیں ضائع نہ ہوں گی۔ [2] مسند احمد میں ہے جو شخص شراب پیئے چالیس دن تک اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس پر رہتی ہے اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو کافر مرے گا۔ ہاں اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا اور اگر اس نے پھر بھی شراب پی تو اللہ تعالیٰ دوزخیوں کا فضلہ پلائے گا [3] اور روایت میں ہے کہ جب یہ حکم اترا کہ ایمانداروں پر حرمت سے پہلے پی ہوئی کا کوئی گناہ نہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا مجھ سے کہا گیا ہے کہ تو انہیں میں سے ہے۔ [4] مسند احمد میں ہے پانسوں کے کھیل سے بچو یہ عجمیوں کا جوا ہے۔ [5]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ
لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٤﴾ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ
مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ
مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ۚ وَمَنْ
عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾

مسلمانو! یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہیں کچھ ایک شکار کے حکم سے ضرور آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ جائیں

---

[1] [سورة البقرة: آيت ١٤٣]

[2] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (١/ ٢٩٥۔ ٣٤٩) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة المائدة (٢٩٦٤) مستدرك حاكم (٢/ ٢٦٩)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام حاکمؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [مسند احمد محقق (٢٦٩١)]

[3] [حسن : مسند احمد (٦/ ٤٦٠) طبرانی کبیر (٢٤/ ١٦٨۔ ١٦٩)] شیخ شعیب ارناؤوط اس روایت کو حسن کہتے ہیں۔ [مسند احمد محقق (٤٩١٧)]

[4] [صحیح : صحيح مسلم : كتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل عبد الله بن مسعود وامه (٢٤٥٩) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة المائدة (٣٠٥٣)]

[5] [ضعیف : زوائد المسند (١/ ٤٤٦) مجمع الزوائد (٨/ ١١٦)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابراہیم ہجری راوی ضعیف ہے، اسے امام ابن معینؒ، امام نسائیؒ اور امام ابوحاتمؒ وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ [دیکھئے: میزان (١/ ٦٥)]

ئے۔ یہ اس لیے کہ جو اس سے غائبانہ بھی ڈرتے رہتے ہیں ان کی تمیز ہو جائے ۔ سو اس کے بعد جو بھی حد سے نکل جائے اس کے لیے دکھ کی مار ہے ○ مسلمانو! احرام کی حالت میں ہر گز شکار نہ کھیلنا تم میں سے جو کوئی جان بوجھ کر (اس حال میں) شکار کھیلے اس کے ذمہ بدلہ ہے اس شکار کے مثل چوپائے جانور کا جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں اور یہ قربانی کعبہ کو پہنچے یا اس کا بدلہ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا اسی کے برابر برابر روزے رکھنے تا کہ اپنے فعل کا وبال چکھ لے پہلے جو کچھ گذر چکا اس سے تو اللہ تعالیٰ نے درگذر فرمالیا' اب جو کوئی پھر ایسے کرے گا اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا' اللہ بڑا ہی غالب اور صحیح انتقام لینے والا ہے ○

احرام میں شکار: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں چھوٹے چھوٹے شکار اور کمزور شکار اور ان کے بچے جنہیں انسان اپنے ہاتھ سے پکڑ لے اور اپنے نیزے کی نوک پر رکھ لے اس سے اللہ اپنے بندوں کی آزمائش کرے گا۔ یعنی انہیں منع فرمایا ہے کہ تم باوجود اس کے بھی ان کا شکار حالت احرام میں نہ کرو خواہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے خواہ آسانی سے شکار ہو سکتا ہو خواہ سختی سے۔ چنانچہ عمرۂ حدیبیہ کے موقعہ پر یہی ہوا کہ قسم قسم کے شکار اس قدر بکثرت آ پڑے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خیموں میں گھسنے لگے ادھر اللہ کی طرف سے ممانعت ہو گئی تا کہ پوری آزمائش ہو جائے ادھر شکار گویا ہنڈیا میں ہے ادھر ممانعت ہے ہتھیار تو کہاں یونہی اگر چاہیں تو ہاتھ سے پکڑ سکتے ہیں اور پوشیدہ طور سے شکار قبضہ میں کر سکتے ہیں۔ یہ صرف اس لیے تھا کہ فرمانبردار اور نافرمان کا امتحان ہو جائے پوشیدگی میں بھی اللہ کا ڈر رکھنے والے غیروں سے ممتاز ہو جائیں۔ چنانچہ فرمان ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے غائبانہ ڈرتے رہتے ہیں ان کے لیے بڑی بھاری مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔ اب جو شخص اس حکم کے آنے کے بعد بھی حالت احرام میں شکار کھیلے گا وہ سخت المناک مار مارا جائے گا کیونکہ یہ اللہ کے فرمان کی اور اس کی شریعت کی مخالفت ہے۔

پھر فرمایا ایماندارو حالت احرام میں شکار نہ کھیلو۔ یہ حکم اپنے معنی کی حیثیت سے تو شامل ہے حلال جانوروں کو اور ان سے جو چیزیں حاصل ہوتی ہیں' ان کے لیے ہے۔ لیکن جو خشکی کے حرام جانور ہیں ان کا شکار کھیلنا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تو جائز ہے اور جمہور کے نزدیک حرام ہے۔ ہاں اس عام حکم سے صرف وہ چیزیں مخصوص ہیں جن کا ذکر بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور فاسق ہیں وہ حرم میں قتل کر دیئے جائیں اور غیر حرم میں بھی۔ کوا' چیل' بچھو' چوہا اور کاٹنے والا کالا کتا [1] اور روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ ان پانچ جانوروں کے قتل میں احرام والے پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ [2] اس روایت کو سن کر حضرت ایوب اپنے استاد حضرت نافع سے پوچھتے ہیں کہ سانپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اس میں شامل ہے یہ بھی قتل کر دیا جائے اس میں کسی کو اختلاف نہیں بعض علماء نے جیسے امام احمد امام مالک رحمہما اللہ وغیرہ نے کتے کے حکم میں درندوں کو بھی رکھا ہے جیسے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب اذا وقع الذباب فی شراب احد کم (٣٣١٤) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب ماینذب للمحرم وغیرہ قتلہ (١١٩٨)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب جزاء الصید : باب مایقتل المحرم من الدواب (١٨٢٦) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب ماینذب للمحرم وغیرہ قتلہ (١١٩٩)]

بھیڑیا یا شیر وغیرہ۔ اس لیے کہ یہ کتے سے بہت زیادہ ضرر والے ہیں۔ حضرت زید بن اسلم اور حضرت سفیان بن عینیہ ﷫ فرماتے ہیں کہ ہر حملہ کرنے والے درندے کا حکم کتے کا حکم ہے۔ دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے عتبہ بن ابو لہب کے حق میں جب بددعا کی تو فرمایا اے اللہ اس پر شام میں اپنا کوئی کتا مقرر کردے۔ پس جب وہ زرقاء میں پہنچا وہاں اسے بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا۔ ہاں اگر محرم نے حالت احرام میں کوے کو یا لومڑی وغیرہ کو مار ڈالا تو اسے بدلہ دینا پڑے گا۔ اسی طرح ان پانچوں قسم کے جانوروں کے بچے اور حملہ کرنے والے درندوں کے بچے بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ امام شافعی ﷫ فرماتے ہیں ہر وہ جانور جو کھایا نہیں جاتا اس کے قتل میں اور اس کے بچوں کے قتل میں محرم پر کوئی حرج نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کا گوشت کھایا نہیں جاتا۔ امام ابوحنیفہ ﷫ فرماتے ہیں کالا کتا حملہ کرنے والا اور بھیڑیا تو محرم قتل کر سکتا ہے اس لیے کہ بھیڑیا بھی جنگلی کتا ہے ان کے سوا جس جانور کا شکار کھیلے گا فدیہ دینا پڑے گا۔ ہاں اگر کوئی شیر وغیرہ جنگلی درندہ اس پر حملہ کرے اور یہ اسے مار ڈالے تو اس صورت میں فدیہ نہیں۔ آپ کے شاگرد زفر ﷫ فرماتے ہیں یہ حملہ کرنے کی صورت میں بھی اگر مار ڈالے گا تو فدیہ دینا پڑے گا۔ بعض احادیث میں غراب ابقع کا لفظ آیا ہے (1) یہ وہ کوا ہے جس کے پیٹ اور پیٹھ پر سفیدی ہوتی ہے۔ مطلق سیاہ اور بالکل سفید کوے کو غراب ابقع نہیں کہتے۔ لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کے کوے کا یہی حکم ہے کیونکہ بخاری و مسلم کی حدیث میں مطلق کوے کا ذکر ہے۔ امام مالک ﷫ فرماتے ہیں کوے کو بھی اس حال میں مار سکتا ہے کہ وہ اس پر حملہ کرے یا اسے ایذاء دے مجاہد وغیرہ کا قول ہے کہ اس حالت میں بھی مار نہ ڈالے بلکہ اسے پتھر وغیرہ پھینک کر ہٹا دے۔ حضرت علی ﷜ سے بھی یہ مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ سے سوال ہوا کہ محرم کس کس جانور کو قتل کر دے؟ تو آپ نے فرمایا سانپ بچھو اور چوہا اور کوے کو کنکر مارے اسے مار نہ ڈالے اور کالا کتا اور چیل اور حملہ کرنے والا درندہ۔ (2) (ابوداود وغیرہ) پھر فرماتا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر حالت احرام میں شکار کرے اس پر فدیہ ہے۔ حضرت طاؤس ﷫ کا فرمان ہے کہ خطا سے قتل کرنے والے پر کچھ نہیں۔ لیکن یہ مذہب غریب ہے اور آیت کے ظاہری الفاظ سے یہی مشتق ہے۔ مجاہد بن جبیر ﷫ سے مروی ہے کہ مراد وہ شخص ہے جو شکار تو قصداً کرتا ہے لیکن اپنی حالت احرام کی یاد اسے نہیں رہی۔ لیکن جو شخص باوجود احرام کی یاد کے عمداً شکار کرے وہ تو کفارے کی حد سے نکل گیا اس کا احرام باطل ہوگیا۔ یہ قول بھی غریب ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ قصداً شکار کرنے والا اور بھول کر کرنے والا دونوں کفارے میں برابر ہیں امام زہری ﷫ فرماتے ہیں قرآن سے تو قصداً

---

(1) [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الحج: باب مايندب للمحرم وغيره قتله من الدواب (١١٩٨) نسائی: كتاب مناسك الحج: باب قتل الحية (٢٨٣٢)]

(2) [ضعیف: ابو داؤد: كتاب المناسك: باب مايقتل المحرم من الدواب (١٨٤٨) ابن ماجه: كتاب المناسك: باب مايقتل المحرم (٣٠٨٩) ترمذی: كتاب الحج: باب ماجاء مايقتل المحرم من الدواب (٨٣٨) مسند احمد (٣/٣۔ ٣٢)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [الزوائد (٣٩/٣) ارواء الغليل (٢٢٦/٤)]

شکار کھیلنے والے پر کفارہ ثابت ہوا اور حدیث نے یہی حکم بھولنے والے کا بھی بیان فرمایا۔ مطلب اس قول کا یہ ہے کہ قصداً شکار کھیلنے والے پر کفارہ قرآن کریم سے ثابت ہے اور اس کا گنہگار ہونا بھی۔ کیونکہ اس کے بعد ﴿لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ﴾ الخ فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب سے خطا میں بھی یہی حکم ثابت ہے اور اس لیے بھی کہ شکار کو قتل کرنا اس کا تلف کرنا ہے اور ہر تلف کرنے کا بدلہ ضروری ہے خواہ وہ بالقصد ہو یا انجان پنے سے ہو۔ ہاں قصداً کرنے والا گنہگار بھی ہے اور بلا قصد جس سے سرزد ہو جائے وہ قابل ملامت نہیں۔ پھر فرمایا اس کا بدلہ یہ ہے کہ اسی کے مثل چوپایہ جانور راہ للہ قربان کرے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی قرات میں ﴿فَجَزَاؤُهُ﴾ ہے ان دونوں قراتوں میں مالک شافعی احمد رحمہم اللہ اور جمہور کی دلیل ہے کہ جب شکار کا کوئی مثیل جانور چوپایوں میں ہو تو وہی اس کے بدلے میں دینا ہوگا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ خواہ شکار کے کسی جانور کی مثل ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں قیمت دینی پڑے گی ہاں اس محرم شکاری کو اختیار ہے کہ خواہ اس قیمت کو صدقہ کر دے خواہ اس سے قربانی کا کوئی جانور خرید لے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ امام صاحب کے اس قول سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا فیصلہ ہمارے لیے زیادہ قابل عمل ہے انہوں نے شتر مرغ کے شکار کے بدلے اونٹ مقرر کیا ہے اور جنگلی گائے کے بدلے پالتو گائے مقرر فرمائی ہے اور ہرن کے بدلے بکری۔ یہ فیصلے ان بزرگ صحابیوں کے سندوں سمیت احکام کی کتابوں میں موجود ہیں جہاں شکار جیسا اور کوئی پالتو چوپایہ نہ ہو اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فیصلہ قیمت کا ہے جو مکہ شریف پہنچائی جائے (بیہقی) پھر فرمایا کہ اس کا فیصلہ دو عادل مسلمان کر دیں کہ کیا قیمت ہے یا کون سا جانور بدلے میں دیا جائے۔ فقہاء نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ فیصلہ کرنے والے دو میں ایک خود قاتل ہو سکتا یا نہیں؟ تو امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ نے تو انکار کیا ہے کیونکہ اسی کا معاملہ ہو اور وہی حکم کرنے والا ہو۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے آیت کے عموم کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ پہلے مذہب کی دلیل تو یہ ہے کہ خود حاکم اپنے اوپر اپنا ہی حکم کر کے اسی حکم میں اپنا منصف آپ نہیں بن سکتا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک اعرابی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں نے ایک شکار کو احرام کی حالت میں قتل کر دیا ہے اب آپ فرمائیے کہ اس میں مجھ پر بدلہ کیا ہے؟ آپ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر ان سے دریافت فرمایا کہ آپ فرمائیے کیا حکم ہے؟ اس پر اعرابی نے کہا سبحان اللہ میں آپ سے دریافت کرنے آیا ہوں آپ خلیفہ رسول ہیں اور آپ کسی سے دریافت فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس میں تیرا کیا بگڑا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دو عادل جو فیصلہ کر دیں اس لیے میں نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا۔ جب ہم دونوں کسی بات پر اتفاق کر لیں گے تو تجھ سے کہہ دیں گے۔ اس کی سند تو بہت مضبوط ہے لیکن اس میں میمون اور صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔ یہاں یہی چاہیے تھا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ اعرابی جاہل ہے اور جہل کی دوا تعلیم ہے تو آپ نے اسے نرمی اور محبت سے سمجھا دیا اور جبکہ اعتراض کرنے والا خود مدعی علم ہو پھر وہاں یہ صورت نہیں رہتی۔ چنانچہ ابن جریر میں ہے حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم حج کے لیے چلے ہماری عادت تھی کہ

حج کی نماز پڑھتے ہی ہم سواریوں سے اتر پڑتے اور انہیں چلاتے ہوئے باتیں کرتے ہوئے پیدل چل پڑتے۔ ایک دن اسی طرح جا رہے تھے کہ ایک ہرن ہماری نگاہ میں پڑا ہم میں سے ایک شخص نے اسے پتھر مارا جو اسے پوری طرح لگا اور وہ مر کر گر گیا وہ شخص اسے مردہ چھوڑ کر اپنی سواری پر سوار ہو گیا۔ ہمیں یہ کام بڑا برا معلوم ہوا اور ہم نے اسے بہت کچھ کہا سنا مکہ شریف پہنچ کر میں اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا اس نے سارا واقعہ خود بیان کیا اس وقت جناب فاروق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ایک صاحب کھڑے تھے جن کا چہرہ چاندی کی طرح جگمگا رہا تھا یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کچھ باتیں کیں پھر میرے ساتھی سے فرمایا کہ تو نے اسے جان بوجھ کر مار ڈالا یا بھول چوک سے اس نے کہا میں نے پتھر اسی پر پھینکا اور قصداً پھینکا لیکن اسے مار ڈالنے کی میری نیت نہ تھی۔ آپ نے فرمایا پھر تو خطا اور عمد کے درمیان درمیان ہے۔ جا تو ایک بکری ذبح کر دے اس کا گوشت صدقہ کر دے اور اس کی کھال اپنے کام میں لا۔ یہ سن کر ہم وہاں سے چلے آئے میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو تو نے بڑا قصور کیا ہے کہ اللہ جل شانہ کی نشانیوں کی تجھے عظمت کرنی چاہیے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ خود امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو تو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا انہوں نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا میرے خیال سے تو تو اپنی اونٹنی اللہ کے نام سے قربان کر دے شاید اس سے تیرا جرم معاف ہو جائے۔ افسوس کہ اس وقت مجھے یہ آیت یاد ہی نہ رہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اس حکم پر عمل کیا ہے کہ دو عادل شخص باہم اتفاق سے جو فیصلہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی میرا یہ فتویٰ دینا معلوم ہو گیا اچانک آپ کوڑا لیے ہوئے آ گئے۔ اول تو میرے ساتھی پر کوڑا اٹھا کر فرمایا تو نے ایک تو جرم میں قتل کیا دوسرے حکم کی تعمیل میں بیوقوفی کر رہا ہے۔ اب میری طرف متوجہ ہوئے میں نے کہا امیر المومنین رضی اللہ عنہ اگر آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی تو میں آپ کو آج کی تکلیف ہرگز معاف نہ کروں گا۔ آپ نرم پڑ گئے اور مجھ سے فرمانے لگے اے قبیصہ میرے خیال سے تو تو جوانی کی عمر والا کشادہ سینے والا اور چلتی زبان والا ہے۔ یاد رکھ نوجوانوں میں اگر نو خصلتیں اچھی ہوں اور ایک بری ہو تو وہ ایک بری خصلت نو بھلی خصلتوں کو مات کر دیتی ہے۔ سن جوانی کی لغزشوں سے بچارہ۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے احرام کی حالت میں ایک ہرن کا شکار کر لیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے آپ نے فرمایا جاؤ اپنے دو رشتے داروں کو لے آؤ وہی فیصلہ کریں گے میں جا کر حضرت عبدالرحمٰن کو اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کو بلا لایا۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ میں ایک موٹا تازہ بکرا فدیہ دوں۔ حضرت طارق فرماتے ہیں ایک شخص نے ایک ہرن کو تیر مارا وہ مر گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس نے مسئلہ پوچھا تو آپ نے خود اس کو بھی مشورے میں شریک کر لیا دونوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ گھر کی پالتو بکری راہ للہ قربان کر و اس میں یہ دلیل ہے کہ خود قاتل بھی دو حکم کرنے والوں میں ایک بن سکتا ہے۔ جیسے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ پھر آیا ہر معاملہ میں اب بھی موجودہ لوگوں میں سے دو حکم فیصلہ کریں گے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے فیصلے کافی ہیں؟ اس میں بھی اختلاف ہے امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر فیصلہ اس وقت کے موجود دو عقلمند لوگوں سے کرایا جائے گو اس سے پہلے کا کوئی فیصلہ ہو یا نہ ہو۔ پھر فرماتا ہے یہ فدیے کی

قربانی حرم میں پہنچے یعنی وہیں ذبح ہو اور وہیں اس کا گوشت مسکینوں میں تقسیم ہو۔ اس پر سب کا اتفاق ہے پھر فرمایا یا کفارہ ہے مسکینوں کا کھانا کھلانا یا اس کے برابر کے روزے۔ یعنی جب محرم اپنے قتل کیے ہوئے شکار کے مانند کوئی جانور نہ پائے یا خود شکار ایسا ہوا ہی نہیں جس کے مثل کوئی جانور پالتو ہو۔ یہاں پر لفظ ((او)) اختیار کے ثابت کرنے کے لیے ہے یعنی بدلے کے جانور میں کھانا کھلانے میں اور روزے رکھنے میں اختیار ہے جیسے کہ امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن اور امام شافعی رحمہم اللہ کے دو قولوں میں سے ایک قول اور امام احمد رحمہ اللہ کا مشہور قول ہے اور آیت کے ظاہر الفاظ بھی یہی ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ترتیب وار ہیں۔ یعنی پہلے تو بدلہ پس مالک رحمہ اللہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان کے ساتھی، حماد اور ابراہیم رحمہم اللہ کا تو قول ہے کہ خود شکار کی قیمت لگائی جائے گی اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں شکار کے برابر کے جانور کی قیمت لگائی جائے گی اگر وہ موجود ہو پھر اس کا اناج خریدا جائے گا اور اس میں سے ایک ایک مد ایک ایک مسکین کو دیا جائے گا مالک اور فقہاء رحمہم اللہ حجاز کا قول بھی یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھی کہتے ہیں ہر مسکین کو دو مد دیئے جائیں گے مجاہد کا قول بھی یہی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں گیہوں ہوں تو ایک مد اور اس کے سوا کچھ ہو تو دو مد۔ پس اگر نہ پائے یا اختیار اس آیت سے ثابت ہو جائے تو ہر مسکین کے کھانے کے عوض ایک روزہ رکھ لے۔ بعض کہتے ہیں جتنا اناج ہو اس کے ہر ایک صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے جیسے کہ اس شخص کے لیے یہ حکم ہے جو خوشبو وغیرہ لگائے۔ شارع علیہ السلام نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک فرق کو چھ شخصوں کے درمیان تقسیم کر دیں یا تین دن کے روزے رکھیں۔ [1] فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔ اب کھانا پہنچانے کی جگہ میں بھی اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کا فرمان ہے کہ اس کی جگہ حرم ہے۔ عطاء کا قول بھی یہی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہاں شکار کیا ہے وہیں کھلوا دے۔ یا اس سے بہت زیادہ کی قریب کی جگہ میں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خواہ حرم میں خواہ غیر حرم میں اختیار ہے۔ سلف کے اس آیت کے متعلق اقوال ملاحظہ ہوں۔ ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب محرم شکار کھیل لے اس پر اس کے بدلے کے چوپائے کا فیصلہ کیا جائے گا اگر نہ ملے تو دیکھا جائے گا کہ وہ کس قیمت کا ہے۔ پھر اس نقدی کے اناج کا اندازہ کیا جائے گا پھر جتنا اناج ہوگا اسی کے ناپ سے ہر نصف صاع کے بدلے ایک روزہ رکھنا ہوگا پھر جب طعام پایا جائے گا، جزا پالی گئی اور روایت میں ہے جب محرم نے ہرن کو مار ڈالا تو اس پر ایک بکری ہے جو مکے میں ذبح کی جائے گی۔ اگر نہ پائے تو چھ مسکین کا کھانا ہے اگر نہ پائے تو تین روزے ہیں۔ اگر کسی نے اونٹ کو قتل کیا تو اس کے ذمہ ایک گائے ہے اگر نہ پائے تو بیس مسکینوں کا کھانا دینا اگر یہ بھی نہ پائے تو بیس روزے۔ اگر شتر مرغ یا گورخر وغیرہ مارا ہے تو اس پر ایک اونٹنی ہے اگر نہ ملے تو تیس مسکینوں کا کھانا ہے اگر نہ پائے تو تیس دن کے روزے۔ ابن جریر کی اسی روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ طعام ایک ایک مد ہو جوان کا پیٹ بھر دے۔ دوسرے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المحصر: باب قول الله تعالیٰ او صدقة (۱۸۱۵) مسلم: کتاب الحج: باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان به اذی (۱۲۰۱)]

بہت سے تابعین نے بھی طعام کی مقدار یہی بتلائی ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سب چیزیں ترتیب وار ہیں اور بزرگ فرماتے ہیں کہ تینوں باتوں میں اختیار ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا مختار قول بھی یہی ہے۔ پھر فرمان ہے کہ یہ کفارہ ہم نے اس لیے واجب کیا ہے کہ وہ اپنے کرتوت کی سزا کو پہنچ جائے۔ زمانہ جاہلیت میں جو کچھ کسی نے خطا کی ہے وہ اسلام کی اچھائی کی وجہ سے معاف ہے۔ اب اسلام میں ان احکام کی موجودگی میں بھی پھر سے اگر کوئی شخص یہ گناہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا۔ گو اس میں حد نہیں امام وقت اس پر کوئی سزا نہیں دے سکتا یہ گناہ اللہ اور بندے کے درمیان ہے ہاں اسے فدیہ ضرور دینا پڑے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فدیہ ہی انتقام ہے۔ یہ یاد رہے کہ جب کبھی محرم حالت احرام میں شکار کو مارے گا اس پر بدلہ واجب ہوگا خواہ کئی دفعہ اس سے یہ حرکت ہو جائے اور خواہ عمداً ہو خواہ خطا ہو۔ ایک دفعہ شکار کے بعد اگر دوبارہ شکار کیا تو اس سے کہہ دیا جائے کہ اللہ تجھ سے بدلہ لے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ پہلی دفعہ کے شکار پر فدیہ کا حکم ہوگا دوبارہ کے شکار پر خود اللہ اس سے انتقام لے گا اس پر فیصلہ فدیہ کا نہ ہوگا۔ لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ کا مختار مذہب پہلا قول ہی ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک شخص نے محرم ہو کر شکار کیا اس پر فدیئے کا فیصلہ کیا گیا اس نے پھر شکار کیا تو آسمان سے آگ آ گئی اور اسے جلا کر بھسم کر دیا یہی معنی ہیں اللہ کے فرمان ﴿فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ﴾ کے۔ اللہ اپنی سلطنت میں غالب ہے اسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا کوئی اسے انتقام سے روک نہیں سکتا اس کا عذاب جس پر آ جائے کوئی نہیں جو اسے ٹال دے۔ مخلوق سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہے حکم اسی کا سب پر نافذ ہے عزت اور غلبہ اسی کے لیے ہے۔ وہ اپنے نافرمانوں سے زبردست انتقام لیتا ہے۔

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ
الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۞ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ
الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَاۗىِٕدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞
اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ مَا عَلَي الرَّسُوْلِ اِلَّا
الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۞

دریا کا شکار تمہارے لیے حلال کر دیا گیا اور اس کا کھانا بھی' تاکہ تمہارے لیے اور مسافروں کے لیے نفع ہو' جب تک تم احرام کی حالت میں ہو تم پر خشکی کا شکار حرام کیا گیا ہے' اس اللہ سے ڈرتے رہا کرو جس کے سامنے تمہارا حشر کیا جائے گا ○ اس خانہ کعبہ کو جو حرمت و بزرگی کا مکان ہے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب بنا دیا ہے اسی طرح حرمت والے مہینوں کو اور قربانیوں کو اور جن جانوروں کے گلے میں پٹے ہیں ان کو بھی' یہ سب بیان اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو جانتا ہے یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز سے واقف کار ہے ○ جان رکھو

کہ اللہ تعالیٰ سخت عذابوں والا اور بخشش ورحم والا ہے ○ رسول کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کھلے چھپے کو بخوبی جانتا ہے ○

سمندری شکار حلال خشکی کا شکار حرام: دریائی شکار سے مراد تازہ پکڑے ہوئے جانور اور طعام سے مراد ہے ان کا جو گوشت سکھا کر نمکین بطور توشے کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ پانی میں سے جو زندہ پکڑا جائے وہ صید یعنی شکار ہے اور جو مردہ ہو کر باہر نکل آئے وہ طعام یعنی کھانا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم حضرت عکرمہ، حضرت ابوسلمہ، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہم سے بھی یہی مروی ہے۔ خلیفہ بلا فصل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پانی میں جتنے بھی جانور ہیں وہ سب طعام ہیں۔ (ابن ابی حاتم وغیرہ) آپ نے ایک خطبے میں اس آیت کے اگلے حصے کی تلاوت کر کے فرمایا کہ جو چیز سمندر پھینک دے وہ طعام ہے (ابن جریر) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے ایک روایت میں ہے کہ جو مردہ جانور پانی نکال دے۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ جس زندہ آبی جانور کو پانی کنارے پر ڈال دے یا پانی اس سے ہٹ جائے یا وہ باہر سے مردہ ملے (ابن ابی حاتم) ابن جریر میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ سمندر نے بہت سی مردہ مچھلیاں کنارے پر پھینک دی ہیں تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ ہم انہیں کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا انہیں نہ کھاؤ۔ جب واپس آئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما نے قرآن کریم کھول کر تلاوت کی اور سورۂ مائدہ کی اس آیت پر نظر پڑی تو ایک آدمی کو دوڑایا اور کہا جاؤ کہہ دو کہ وہ اسے کھالیں یہی بحری طعام ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کے نزدیک بھی قول مختار یہی ہے کہ مراد طعام سے وہ آبی جانور ہیں جو پانی میں ہی مر جائیں۔ فرماتے ہیں اس بارے میں ایک روایت مروی ہے گو بعض نے اسے موقوف روایت کہا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے آپ نے ﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ﴾ پڑھ کر فرمایا اس کا طعام وہ ہے جسے وہ پھینک دے اور وہ مرا ہوا ہو۔ [1] بعض لوگوں نے اسے بقول ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ موقوف روایت کیا ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ منفعت ہے تمہارے لیے اور راہ رو مسافروں کے لیے۔ یعنی جو سمندر کے کنارے رہتے ہوں اور جو وہاں وارد ہوئے ہوں۔ پس کنارے رہنے والے تو تازہ شکار خود کھیلتے ہیں پانی جسے دھکے دے کر باہر پھینک دے اور مر جائے اسے کھا لیتے ہیں اور نمکین ہو کر دور دراز والوں کو سوکھا ہوا پہنچتا ہے۔ الغرض جمہور علماء کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ پانی کا جانور خواہ مردہ ہی ہو حلال ہے اس کی دلیل علاوہ اس آیت کے امام مالک کی روایت کردہ وہ حدیث بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر کے کنارے پر ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا جس کا سردار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ یہ لوگ کوئی تین سو تھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں بھی ان میں سے تھا ہم ابھی راستے میں ہی تھے جو ہمارے توشے تھے ختم ہو گئے۔ امیر لشکر کو جب یہ علم ہوا تو حکم دیا کہ جو کچھ جس کسی کے پاس ہو میرے پاس لاؤ چنانچہ سب جمع کر لیا اب حصہ رسدی کے طور پر ایک مقررہ مقدار ہر ایک کو بانٹ

---

[1] [موقوف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۷۳۳)]

دیتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ہمیں ہر دن ایک ایک کھجور ملنے لگی آخر میں یہ بھی ختم ہو گئی۔ اب سمندر کے کنارے پہنچ گئے دیکھتے ہیں کہ کنارے پر ایک بڑی مچھلی ایک ٹیلے کی طرح کی پڑی ہوئی ہے۔ سارے لشکر نے اٹھارہ راتوں تک اسے کھایا۔ وہ اتنی بڑی تھی کہ اس کی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں تو اس کے نیچے سے ایک شتر سوار نکل گیا اور اس کا سر اس پسلی کی ہڈی تک نہ پہنچا۔ (١) یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے ایک اور روایت میں ہے کہ اس کا نام عنبر تھا ایک روایت میں ہے کہ یہ مردہ ملی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں کہا تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس وقت سخت دقت اور تکلیف میں ہیں اسے کھا لو ہم تین سو آدمی ایک مہینے تک وہیں رہے اور اسی کو کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم موٹے تازے اور تیار ہو گئے اس کی آنکھ کے سوراخ میں سے ہم چربی ہاتھوں میں بھر بھر کر نکالتے تھے تیرہ شخص اس کی آنکھ کی گہرائی میں بیٹھ گئے تھے۔ اس کی پسلی کی ہڈی کے درمیان سے سانڈنی سوار گذر جاتا تھا۔ ہم نے اس کے گوشت اور چربی سے مٹکے بھر لئے۔ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے روزی تھی جو اللہ جل مجدہ نے تمہیں دی کیا اس کا گوشت اب بھی تمہارے پاس ہے؟ اگر ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ ہمارے پاس تو تھا ہی ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور خود آپ نے بھی کھایا۔ (٢) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس واقعہ میں خود اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے اس وجہ سے بعض محدثین کہتے ہیں کہ ممکن ہے یہ دو واقعے ہوں اور بعض کہتے ہیں واقعہ تو ایک ہی ہے۔ شروع میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر جماعت کو بہ ماتحتی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ روانہ فرما دیا تھا اور انہیں یہ واقعہ پیش آیا واللہ اعلم۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سمندر کے سفر کو جاتے ہیں ہمارے ساتھ پانی بہت کم ہوتا ہے اگر اسی سے وضو کرتے ہیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا ہمیں سمندر کے پانی سے وضو کر لینے کی اجازت ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے اور اسکا مردہ حلال ہے۔ (٣) امام شافعی، امام احمد، اور سنن اربعہ رحمہم اللہ والوں نے اسے روایت کیا ہے امام بخاری، امام ترمذی، امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان رحمہم اللہ وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل روایت کیا ہے ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

---

(١) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الشرکة: باب الشرکة فی الطعام والنهد والعروض (٢٤٨٣) صحیح مسلم: کتاب الصید: باب اباحة میتات البحر (١٩٣٥)]

(٢) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصید: باب اباحة میتتان البحر (١٩٣٥) نسائی: کتاب الصید والذبائح: باب میتة البحر (٤٣٥٧) ابوداؤد: کتاب الاطعمة: باب فی دواب البحر (٣٨٤٠) مسند احمد (٣٠٣/٣) مسند ابویعلی (١٩٢٠)]

(٣) [صحیح: ابوداؤد: کتاب الطهارة: باب الوضوء بماء البحر (٨٣) نسائی: کتاب الطهارة: باب فی ماء البحر (٥٩) ابن ماجه: کتاب الطهارة: باب الوضوء بما البحر (٣٨٦) ترمذی: کتاب الطهارة: باب ماجاء فی ماء البحر انه طهور (٦٩) مسند احمد (٣٦١/٢)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، ارواء الغلیل (٢٠٠١) السلسلة الصحیحة (٤٨٠)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

فرماتے ہیں ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حج یا عمرے میں تھے اتفاق سے ٹڈیوں کا دل کا دل آ پہنچا ہم نے انہیں مارنا اور پکڑنا شروع کیا لیکن پھر خیال آیا کہ ہم تو احرام کی حالت میں ہیں انہیں کیا کریں گے؟ چنانچہ ہم نے جا کر حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ دریائی جانوروں کے شکار میں کوئی حرج نہیں۔ [1] اس کا ایک راوی ابوالمہزم ضعیف ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن ماجہ میں ہے کہ جب ٹڈیاں نکل آتیں اور نقصان پہنچاتیں تو رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ ان سب کو خواہ چھوٹی ہوں خواہ بڑی ہلاک کر ان کے انڈے تباہ کر ان کا سلسلہ کاٹ دے اور ہماری معاش سے ان کے منہ بند کر دے یا اللہ ہمیں روزیاں دے یقیناً تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ان کے سلسلہ کے کٹ جانے کی دعا کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی ایک قسم کی مخلوق ہے آپ نے فرمایا ان کی پیدائش کی اصل مچھلی سے ہے۔ حضرت زیاد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس نے انہیں مچھلی سے ظاہر ہوتے دیکھا تھا خود اسی نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حرم میں ٹڈی کے شکار سے بھی منع کیا ہے جن فقہاء کرام کا یہ مذہب ہے کہ سمندر میں جو کچھ ہے سب حلال ہے ان کا استدلال اسی آیت سے ہے وہ کسی آبی جانور کو حرام نہیں کہتے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ قول بیان ہو چکا ہے کہ طعام سے مراد پانی میں رہنے والی ہر ایک چیز ہے۔ بعض حضرات نے صرف مینڈک کو اس حکم سے الگ کر لیا ہے اور مینڈک کے سوا پانی کے تمام جانوروں کو وہ مباح کہتے ہیں۔ کیونکہ مسند وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مینڈک کے مارنے سے منع فرمایا ہے۔ [3] اور فرمایا ہے کہ اس کی آواز اللہ کی تسبیح ہے۔ [4] بعض اور کہتے ہیں سمندر کے شکار سے مچھلی کھائی جائے گی اور مینڈک نہیں کھایا جائے گا اور باقی کی چیزوں میں اختلاف ہے کچھ تو کہتے ہیں کہ باقی سب حلال ہے اور کچھ کہتے

---

[1] [ضعیف : ابوداؤد: کتاب المناسك : باب الجراد للمحرم (١٨٥٤) ابن ماجه : کتاب الصید : باب صید الحیتان والجراد (٣٢٢٢) ترمذی : کتاب الحج : باب ماجاء فی صید البحر للمحرم (٨٥٠) مسند احمد (٣٠٦/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود ، ضعیف ابن ماجه] شیخ عبد الرزاق مہدی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [موضوع : ابن ماجه : کتاب الصید : باب صید الحیتان والجراد (٣٢٢١) ترمذی : کتاب الاطعمة : باب ما جاء فی الدعاء علی الجراد (١٨٢٣)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[١٤/٣] شیخ البانیؒ نے بھی اسے موضوع کہا ہے۔[السلسلة الضعیفة (١١٢)]

[3] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الطب : باب فی الأدویة المکروهة (٣٨٧١) نسائی : کتاب الصید : باب الضفدع (٤٣٦٠) مستدرك حاکم (٤١٠/٤) مسند احمد (٤٥٣/٣) مسند طیالسی (١١٨٣)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [ضعیف : طبرانی اوسط (٣٧٢٨) طبرانی صغیر (٥٢١) ذخیرة الحفاظ (٦١٢٤) البدر المنیر (٣٤٦/٦) مجمع الزوائد (٤١/٤-٤٢)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعیفة (٤٧٨٨)] شیخ عبد الرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

ہیں باقی سب نہ کھایا جائے۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ خشکی کے جو جانور حلال ہیں ان جیسے جو جانور پانی کے ہوں وہ بھی حلال ہیں اور خشکی کے جو جانور حرام ہیں ان کی مشابہت کے جو جانور تری کے ہوں وہ بھی حرام۔ یہ سب وجوہ مذہب شافعی میں ہیں حنفی مذہب یہ ہے کہ سمندر میں جو مر جائے اس کا کھانا حلال نہیں جیسے کہ خشکی میں از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں۔ کیونکہ قرآن نے اپنی موت آپ مرے ہوئے جانور کو ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ میں حرام کر دیا ہے اور یہ عام ہے۔ ابن مردویہ میں حدیث ہے کہ جو تم شکار کر لو اور وہ زندہ ہو پھر مر جائے تو اسے کھا لو اور جسے پانی آپ ہی پھینک دے اور وہ مرا ہوا الٹا پڑا ہوا ہو اسے نہ کھاؤ۔ [1] لیکن یہ حدیث سند کی رو سے منکر ہے صحیح نہیں۔ مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کی دلیل ایک تو وہی عنبر والی حدیث ہے جو پہلے گذر چکی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ سمندر کا پانی پاک اور اس کا مردہ حلال۔ وہ بھی گذر چکی۔ مسند شافعی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہمارے لیے دو مردے اور دو خون حلال کیے گئے ہیں دو مردے مچھلی اور ٹڈی۔ اور دو خون کلیجی اور تلی۔ [2] یہ حدیث مسند احمد ابن ماجہ دار قطنی اور بیہقی میں بھی ہے اور اس کے شواہد بھی ہیں اور یہی روایت موقوفاً بھی مروی ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ تم پر احرام کی حالت میں شکار کھیلنا حرام ہے۔ پس اگر کسی احرام والے نے شکار کر لیا اور اگر قصداً کیا ہے تو اسے کفارہ دینا پڑے گا اور گنہگار بھی ہوگا اور اگر خطا اور غلطی سے شکار کر لیا ہے تو اسے کفارہ دینا پڑے گا اور اس کا کھانا اس پر حرام ہے خواہ وہ احرام والے ہوں یا نہ ہوں۔ عطا، قاسم، سالم، ابو یوسف، محمد بن حسن رحمہم اللہ وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں، پھر اگر اسے کھا لیا تو عطا وغیرہ کا قول ہے کہ اس پر دو کفارے لازم ہیں۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ کھانے میں کوئی کفارہ نہیں۔ جمہور بھی امام صاحب کے ساتھ ہیں۔ ابو عمر نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح زانی کے کئی زنا پر حد ایک ہی ہوتی ہے۔ حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ شکار کر کے کھانے والے کو اس کی قیمت بھی دینی پڑے گی۔ ابو ثور رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ محرم نے جب کوئی شکار مارا تو اس پر جزا ہے۔ ہاں اس شکار کا کھانا اس کے لیے حلال ہے لیکن میں اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ خشکی کے شکار کو کھانا تمہارے لیے حلال ہے جب تک کہ تم آپ شکار نہ کرو اور جب تک کہ خاص تمہارے لیے شکار نہ کیا جائے۔ [3] اس حدیث کا تفصیلی بیان آگے آ

---

[1] [ضعیف : ابوداؤد : كتاب الاطعمة : باب فى اكل الطافى من السمك (٣٨١٥)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، اس میں ابو زبیر مدلس ہے اور اس نے سماع کی تصریح نہیں کی۔]

[2] [صحیح : ابن ماجه : كتاب الاطعمة : باب الكبد والطحال (٣٣١٤) مسند شافعی (٦٠٨) شرح السنة (٢٨٠٣) مسند احمد (٢/٩٧) بيهقى (٩/٢٥٧) دارقطنى (٤/٢٧١)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه، السلسلة الصحيحة (١١١٨)]

[3] [ضعیف : ابوداؤد : كتاب المناسك : باب لحم الصيد للمحرم (١٨٥١) ترمذی : كتاب الحج : باب ماجآء فى اكل الصيد للمحرم (٨٤٦) نسائی : كتاب المناسك : باب اذا أشار المحرم الى الصيد (٢٨٣٠) مسند احمد (٣/٣٦٢) مستدرك حاكم (١/٤٥٢)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف الجامع (٣٥٢٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں انقطاع ہے، مطلب بن حنطب نے جابر سے نہیں سنا۔]

رہا ہے۔ان کا یہ قول غریب ہے۔ہاں شکاری کے سوا اور لوگ بھی اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔بعض تو منع کرتے ہیں جیسے پہلے گذر چکا ہے اور بعض جائز بتاتے ہیں ان کی دلیل وہی حدیث ہے جو اوپر ابو ثور کے قول کے بیان میں گذری۔ واللہ اعلم۔اگر کسی ایسے شخص نے شکار کیا جو احرام باندھے ہوئے نہیں پھر اس نے کسی احرام والے کو وہ جانور ہدیئے میں دیا بعض تو کہتے ہیں کہ یہ مطلقاً حلال ہے خواہ اسی کی نیت سے شکار کیا ہو خواہ اس کے لیے شکار نہ کیا ہو۔حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حضرت کعب احبار، حضرت مجاہد، حضرت عطا، حضرت سعید بن جبیر رحمہم اللہ اور کوفیوں کا یہی خیال ہے۔چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ غیر محرم کے شکار کو محرم کھا سکتا ہے؟ تو آپ نے جواز کا فتویٰ دیا۔جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا اگر تو اس کے خلاف فتویٰ دیتا تو میں تیری سزا کرتا' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی محرم کو اس کا کھانا درست نہیں۔ان کی دلیل اس آیت کا عموم ہے۔حضرت ابن عباس، اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے اور بھی صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ اس طرف گئے ہیں۔تیسری جماعت نے اس کی تفصیل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی غیر محرم نے کسی محرم کے ارادے سے شکار کیا ہے تو اس محرم کو اس کا کھانا جائز نہیں۔ورنہ جائز ہے ان کی دلیل حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوا کے میدان میں یا وَدَّان کے میدان میں ایک گورخر شکار کردہ بطور ہدیئے کے دیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا جس سے صحابی رنجیدہ ہوئے۔ آثار رنج ان کے چہرے پر دیکھ کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کچھ خیال نہ کرو ہم نے بوجہ احرام میں ہونے کے ہی اسے واپس کیا ہے۔ [1] یہ حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے۔تو یہ لوٹانا آپ کا اسی وجہ سے تھا کہ آپ نے سمجھ لیا تھا کہ اس نے یہ شکار خاص میرے لیے ہی کیا ہے اور جب شکار محرم کے لیے ہی نہ ہو تو پھر اسے قبول کرنے اور کھانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابو قتادہ رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے بھی جبکہ وہ احرام کی حالت میں نہ تھے ایک گورخر شکار کیا صحابہ رضی اللہ عنہم جو احرام میں تھے انہوں نے اس کے کھانے میں توقف کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اسے اشارہ کیا تھا؟ کیا اسے کوئی مدد دی؟ سب نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا پھر کھا لو اور خود آپ نے بھی کھایا یہ واقعہ بھی بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ [2] مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگلی شکار کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اس حالت میں بھی کہ تم احرام میں ہو جب تک کہ خود تم نے شکار نہ کیا ہو اور جب تک کہ خود تمہارے لیے شکار نہ کیا گیا ہو۔ابو داؤد، ترمذی، نسائی میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ [3] امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب جزاء الصید : باب اذا ھدی للمحرم (۱۸۲۵) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب تحریم الصید الماء (۱۱۹۳) مسند احمد (۷۲/٤)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب جزاء الصید : باب لا یشیر المحرم الی الصید (۱۸۲٤) صحیح مسلم (۱۱۹٦) مسند احمد (۳۰۲/٥)]

[3] [ضعیف : ابوداؤد : کتاب المناسك : باب لحم الصید للمحرم (۱۸٥۱) نسائی : کتاب مناسك الحج : باب اذا اشار المحرم الی الصید (۲۸۳۰) ترمذی : کتاب الحج : باب ماجآء فی اکل الصید للمحرم (۸٤٦) دارقطنی (۲۹۰/۲) طحاوی (۱۷۱/۲) مستدرك حاکم (٤٥۲/۱) مسند شافعی (۳۲۲/۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود ، المشکاۃ (۲۷۰۰)]

مطلب کا جابر رضی اللہ عنہ سے سننا ثابت نہیں۔ ربیعہ فرماتے ہیں کہ عرج میں جناب خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ احرام کی حالت میں تھے سردی کے دن تھے ایک چادر سے آپ منہ ڈھکے ہوئے تھے کہ آپ کے سامنے شکار کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم کھا لو انہوں نے کہا اور آپ کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا مجھ میں تم میں فرق ہے یہ شکار میرے ہی لیے کیا گیا ہے اس لیے میں نہیں کھاؤں گا تمہارے لیے نہیں کیا گیا اس لیے تم کھا سکتے ہو۔ [1]

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي
الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٠٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ
لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ ۚ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ۗ
وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ﴿١٠٢﴾

کہہ دے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوتے گو ناپاک کی کثرت تجھے تعجب میں ڈال دے۔ اے عقلمندو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ ○ ایمان دارو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو کہ اگر وہ ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں برا لگے' اگر تم نے ایسی باتیں اب پوچھیں جبکہ قرآن اتارا جا رہا ہے تو تم پر وہ کھول دی جائیں گی' اللہ نے ایسی باتوں سے درگذر فرما لیا ہے' اور اللہ تعالیٰ بہت ہی بخشنے والا اور بردبار ہے ○ تم سے اگلے لوگوں نے بھی ایسی باتیں پوچھی تھیں نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ان سے کافر ہو گئے ○

حلال اور حرام برابر نہیں اور کثرت سوال کی ممانعت: مقصد یہ ہے کہ حلال گو تھوڑا ہو وہ بہتر ہے حرام سے گو بہت سارا ہو جیسے وارد ہے کہ جو کم ہو اور کفایت کرے وہ بہتر ہے اس سے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے۔ [2] ابن حاطب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے آپ نے فرمایا کم مال جس کا شکریہ تو ادا کرے یہ بہتر ہے اس زیادہ سے جس کی تو طاقت نہ رکھے۔ [3] اے عقلمند لوگو اللہ سے ڈرو حرام سے بچو' حلال پر اکتفا کرو' قناعت کیا کرو تا کہ دین و دنیا میں کامیاب ہو جاؤ۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ادب سکھاتا ہے کہ بے فائدہ سوالات مت کیا کرو۔ کرید میں نہ پڑو۔ ایسا نہ ہو کہ پھر ان کا جواب اور ان امور کا اظہار تم پر شاق گذرے۔ صحیح حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کوئی کسی

---

[1] [حسن: مؤطا: کتاب الحج: باب ما لا یحل للمحرم کله من الصید (۱/ ۳۵۴)، (۸۴) دارقطنی (۲/ ۲۹۱) عبدالرزاق (۸۳۴۵) بیهقی (۵/ ۱۹۱) مسند شافعی (۸۴۳)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [حسن: مسند ابویعلی (۱۰۵۳) صحیح ابن حبان (۳۳۱۹) مجمع الزوائد (۱۰/ ۲۵۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [مسند احمد محقق (۲۱۷۲۱)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف جدا: طبرانی کبیر (۸/ ۲۶۰) ابونعیم فی معرفة الصحابة (۳/ ۷۲۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے سخت ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (۴۰۸۱) ضعیف الجامع (۴۱۱۲)]

کی برائی کی بات نہ پہنچائے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف اس حالت میں آؤں کہ میرے دل میں کسی کی طرف سے کوئی برائی نہ ہو۔ [1] صحیح بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے ہمیں خطبہ سنایا۔ ایسا بے مثل کہ ہم نے کبھی ایسا خطبہ نہ سنا تھا اسی میں فرمایا کہ اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔ یہ سن کر اصحاب رسول ﷺ منہ ڈھانپ کر رونے لگے اسی اثنا میں ایک شخص آپ سے پوچھ بیٹھا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا فلاں۔ اس پر یہ آیت اتری۔ [2] بخاری ومسلم کی اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے حضور ﷺ سے بہ کثرت سوالات شروع کر دیئے۔ چنانچہ آپ منبر پر آ گئے اور فرمایا آؤ اب جس کسی کو جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو جو پوچھو گے جواب پاؤ گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کانپ اٹھے کہ ایسا نہ ہو اس کے پیچھے کوئی اہم امر ظاہر ہو جتنے بھی تھے سب اپنے اپنے چہرے ڈھانپ کر رونے لگے۔ ایک شخص تھے جن سے مذاق کیا جاتا تھا اور جنہیں لوگ ان کے باپ کے سوا دوسرے کی طرف نسبت کر کے بلاتے تھے اس نے کہا حضور ﷺ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا حذافہ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور آپ کے رسول ہونے پر راضی ہو گئے ہم تمام فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا آج کی طرح میں نے بھلائی برائی کبھی نہیں دیکھی جنت دوزخ میرے سامنے اس دیوار کے پیچھے بطور نقشے کے پیش کر دی گئی تھی [3] اور روایت میں ہے یہ سوال کرنے والے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان سے ان کی والدہ نے کہا تجھ سے بڑھ کر ماں باپ کا نافرمان میں نے نہیں دیکھا۔ تجھے کیا خبر تھی جاہلیت میں کس چیز کا پرہیز تھا؟ فرض کرو اگر میں بھی کسی معصیت میں اس وقت آلودہ ہو گئی ہوتی تو آج اللہ کے رسول ﷺ کی زبانی میری رسوائی ہوتی اور سب کے سامنے بے آبروئی ہوتی۔ آپ نے فرمایا سنو اماں اگر رسول اللہ ﷺ کی زبانی مجھے معلوم ہوتا کہ فلاں حبشی غلام کا میں بیٹا ہوں تو واللہ میں اسی سے مل جاتا۔ [4] ابن جریر میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ سخت غصے کی حالت میں آئے منبر پر چڑھ گئے آپ کا چہرہ مبارک اس وقت سرخ ہو رہا تھا ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا میں کہاں جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا

---

[1] [ضعیف : ابوداؤد: کتاب الادب : باب رفع الحدیث من المجلس (٤٨٦٠) ترمذی : کتاب المناقب : بـاب فضل ازواج النبی (٣٨٩٦) مسند احمد (١/٣٩٥)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابوداود (١٠٣٥)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لاتسئلو عن اشیاء (٤٦٢١)، (٦٤٨٦) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب توقیره وترك اکثار سؤاله (٢٣٥٩) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة المائدة (٣٠٥٦) مسند احمد (٣/٢١٠)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب التعوذ من الفتن (٦٣٦٢) صحیح مسلم (٢٣٥٩) مسند احمد (٣/٢٥٤) تفسیر ابن جریر الطبری (١٢٨٠١)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة : باب ما یکره من کثرة السوال (٧٢٩٤) مسلم (١٣٦ ـ ٢٣٥٩) عبد الرزاق (٢٠٧٩٧)]

بنو سہم میں۔ دوسرے نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: حذافہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر، قرآن کے امام ہونے پر راضی ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاہلیت اور شرک میں سے ہم ابھی ابھی آپ کی طرف آئے ہیں۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد کون ہیں؟ اس سے آپ کا غصہ کم ہوا اور یہ آیت اتری۔ (۱) ایک مرسل حدیث میں ہے کہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا جو چاہو پوچھو، جو پوچھو گے، بتاؤں گا۔ یہ شخص جس نے اپنے باپ کا نام پوچھا یہ قریش کے قبیلے بنو سہم میں سے تھا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم چوم کر یہ عرض کیا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ آپ ہم سے درگذر فرمایئے اللہ تعالیٰ آپ سے درگذر فرمائے، اسی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قاعدہ مقرر فرمایا تھا کہ اولاد اسے ملے گی جس کی بیوی یا لونڈی ہو اور زانی کو پتھر ملیں گے۔ (۲)

بخاری شریف میں ہے کہ بعض لوگ از روئے مذاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ کا نام اور اپنی گم شدہ اونٹنیوں کی جگہ وغیرہ دریافت کرتے تھے جس پر یہ آیت اتری۔ (۳) مسند احمد میں ہے کہ جب آیت ﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴾ (۴) نازل ہوئی یعنی صاحب مقدور لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے تو لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ خاموش ہو رہے انہوں نے پھر دوبارہ یہی سوال کیا آپ نے پھر سکوت فرمایا انہوں نے تیسری دفعہ پھر یہی پوچھا آپ نے فرمایا ہر سال نہیں اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور تم ادا نہ کر سکتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ (۵) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ روایت اس سند سے غریب ہے اور میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ اس کے راوی ابوالبختری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی۔ ابن جریر کی اس روایت میں یہ بھی ہے کہ میری ہاں کے بعد اگر تم اسے چھوڑ دیتے تو یقیناً تم کافر ہو جاتے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ پوچھنے والے محصن اسدی رضی اللہ عنہ تھے۔ (۶) دوسری روایت میں ان کا نام عکاشہ بن محصن مروی ہے۔ یہی زیادہ ٹھیک ہے اور

---

(۱) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۸۰۶)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کی سند میں عبدالعزیز راوی ہے، اسے حافظ ابن حجرؒ نے متروک کہا ہے اور امام ابن معینؒ وغیرہ نے کذاب کہا ہے۔]

(۲) [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۸۰۵) تفسیر ابن ابی حاتم (۱۲۱۹/٤)]

(۳) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله لاتسئلو عن اشیاء ان تبدلکم تسؤلکم (٤٦٢٢)]

(۴) [سورة آل عمران: آیت ۹۷]

(۵) [ضعیف: ترمذی: کتاب الحج: باب ما جآء کم فرض الحج (۸۱٤) و کتاب التفسیر (۳۰۵۵) ابن ماجه: کتاب المناسك: باب فرض الحج (۲۸۸٤) مسند احمد (۱۱۳/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، ارواء الغلیل (۹۹۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

(۶) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۸۰۸) دارقطنی (۲۸۲/۲)] اس کی سند میں ابراہیم ہجری راوی ضعیف ہے۔]

روایت میں ہے کہ سائل ایک اعرابی تھے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا تم سے اگلے لوگ ائمہ حرج کے ایسے ہی سوالوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے واللہ تمہاری حالت تو یہ ہے کہ اگر میں ساری زمین تمہارے لیے حلال کر دوں اور صرف ایک موزے کے برابر کی جگہ حرام کر دوں تو تم اسی حرمت والی زمین پر گر و گے۔ اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ (1) ظاہر آیت کے الفاظ کا مطلب تو صاف ہے یعنی ان باتوں کا پوچھنا منع ہے جن کا ظاہر ہونا برا ہو۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ ایسے سوالات ترک کر دیئے جائیں اور ان سے اعراض کر لیا جائے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا دیکھو مجھے کسی کی کوئی برائی کوئی نہ پہنچائے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس صاف سینہ لے کر آؤں۔ (2) پھر فرماتا ہے کہ جن چیزوں کے سوال سے تمہیں روکا جا رہا ہے اگر تم نے ان کی بابت پوچھ گچھ کی اور تم دیکھ رہے ہو کہ وحی نازل ہو رہی ہے۔ تو تمہارے سوالات کا جواب آ جائے گا۔ اور جس چیز کا ظاہر ہونا تمہیں برا معلوم ہوتا تھا وہ ظاہر ہو جائے گی۔ اس سے پہلے کے ایسے سوالات سے تو اللہ تعالیٰ نے درگذر فرما لیا۔ اللہ ہے ہی بخشش والا اور حلم و بردباری والا۔ مطلب یہ ہے کہ سوالات ترک کر دو ایسا نہ ہو کہ تمہارے سوال کی وجہ سے کوئی آسانی سختی میں بدل جائے۔ حدیث شریف میں ہے مسلمانوں میں سب سے بڑا گنہگار وہ ہے جس نے کسی چیز کی نسبت دریافت کیا جو حرام نہ تھی پھر اس کے سوال کی وجہ سے وہ حرام ہو گئی۔ (3) یہ بات اور ہے کہ قرآن شریف میں کوئی حکم آئے اس میں اجمال ہو اور اس کی تفصیل دریافت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا ذکر اپنی پاک کتاب میں نہیں کیا اس سے خود اس نے درگذر فرما لیا ہے۔ پس تمہیں بھی اس سے خاموشی اختیار کرنی چاہیے جیسے کہ خود اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں تم بھی مجھے چھوڑ رکھو۔ یاد رکھو کہ تم سے اگلے لوگوں کی ہلاکت کی وجہ صرف کثرت سوال اور انبیاء پر اختلاف ہی ہوئی ہے (4) اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرائض مقرر کر دیئے ہیں انہیں ضائع نہ کرو حدیں باندھ دی ہیں انہیں نہ توڑو۔ جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان کی حرمت کو سنبھالو جن چیزوں سے خاموشی کی ہے صرف تم پر رحم کھا کر نہ کہ بھول کر تم بھی اس کی پوچھ گچھ نہ کرو۔ (5)

---

(1) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (١٢٨١١)] اس کی سند میں معاویہ بن یحییٰ راوی کو اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔]

(2) [ضعیف : مسند احمد (١/٣٩٥ ـ ٣٩٦) مسند ابو یعلی (٥٣٨٨) ابوداؤد : کتاب الادب : باب رفع الحدیث من المجلس (٤٨٦٠) ترمذی : کتاب المناقب : باب فضل ازواج النبی (٣٨٩٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابو داود ، ضعیف ترمذی]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة : باب مایکرہ من کثرة السؤال (٧٢٨٩) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب توقیرہ و ترک اکثار سوالہ (٢٣٥٨) ابوداؤد : کتاب السنة : باب من دعاء الی السنة (٤٦١٠) مسند ابویعلی (٧٦١) مسند احمد (١/١٧٦)]

(4) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة : باب الاقتداء بسنن رسول اللہ (٧٢٨٨) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب فرض الحج مرة فی العمر (١٣٣٧)]

(5) [ضعیف : دارقطنی (٤/١٨٣) بیہقی (١٠/١٢) جامع العلوم والحکم (٢/١٤٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[غایة المرام (٤)]

پھر فرماتا ہے ایسے ہی مسائل تم سے اگلے لوگوں نے بھی دریافت کیے انہیں بتائے گئے پھر وہ ان پر ایمان نہ لائے بلکہ ان کے باعث کافر بن گئے ان پر وہ باتیں بیان کی گئیں ان سے انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا کیونکہ ان کے سوال ہی سرکشی پر تھے نہ کہ سمجھنے اور ماننے کے لیے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں اعلان کیا پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے۔ بنواسد قبیلے کا ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر سال؟ آپ سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور اگر ایسا ہوتا تو اس پر عمل تمہاری طاقت سے باہر تھا اور جب عمل نہ کرتے تو کافر ہو جاتے پس جب تک میں نہ کہوں تم بھی نہ پوچھو میں خود جب تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اسے بجا لاؤ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو رک جاؤ۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو ممانعت کر دی کہ کہیں وہ بھی نصرانیوں کی طرح آسمانی دستر خوان طلب نہ کریں۔ جس کے طلب کرنے کے بعد اور آنے کے بعد پھر وہ کافر ہو گئے پس منع کر دیا اور صاف فرما دیا کہ ایسی باتیں نہ پوچھو کہ اگر قرآن میں ان کی بابت سخت احکام نازل ہوں تو تمہیں برے لگیں بلکہ تم منتظر رہو قرآن اتر رہا ہے جو پوچھنا چاہتے ہو سب کا بیان اس میں پاؤ گے۔ [1] بہ روایت مجاہد رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے وہ جانور ہیں جن کا ذکر اس آیت کے بعد ہی ہے۔ عکرمہ فرماتے ہیں مراد معجزات کی طلبی ہے جیسے کہ قریشیوں نے کہا تھا کہ عرب میں نہریں جاری ہو جائیں۔ اور صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے وغیرہ اور جیسے یہود نے کہا تھا کہ خود ان پر آسمان سے کتاب اترے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ ﴾ [2] الخ، یعنی معجزوں کے ظاہر کرنے سے مانع تو کچھ بھی نہیں مگر یہ کہ اگلے لوگوں نے بھی اسے جھٹلایا ہم نے ثمود کو اونٹنی کا نشان دیا تھا جس پر انہوں نے ظلم کیا ہم تو نشانات صرف دھمکانے کے لیے بھیجتے ہیں اور آیت میں ہے ﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ﴾ [3] الخ ' بڑی زوردار قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر کوئی معجزہ آ گیا تو ضرور ایمان لائیں گے تو جواب دے دے کہ یہ تو اللہ کے قبضے کی چیز ہے ہو سکتا ہے کہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں ہم ان کے دلوں کو اور آنکھوں کو الٹ دیں گے جیسے کہ پہلی دفعہ قرآن پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں ان کی سرکشی کی حالت میں ہی پڑے رہنے دیں گے کہ بھٹکتے پھریں۔ اگر ہم ان پر آسمان سے فرشتے بھی اتارتے اور مردے بھی ان سے باتیں کرنے لگتے اور تمام چیزیں یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے تب بھی تو اللہ کی چاہت کے بغیر انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا۔ ان میں سے اکثر ہیں ہی بے علم۔

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۸۱۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند عوفی راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۵۹]

[3] [سورۃ الانعام: آیت ۱۰۹۔ ۱۱۱]

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝١٠٣ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا
اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ
كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝١٠٤

اللہ تعالیٰ نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام مقرر نہیں فرمایا یہ تو کفار کا جھوٹ افترا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، ان میں سے اکثر بے عقل ہیں ○ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو جواب دیتے ہیں کہ ہم نے تو جس طریقے پر اپنے باپ دادوں کو پایا وہی ہمیں کافی ہے، اگرچہ ان کے باپ دادا محض بے علم اور بے راہ تھے ○

بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام: صحیح بخاری شریف میں حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بحیرہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کے بطن کا دودھ وہ لوگ اپنے بتوں کے نام کر دیتے تھے اسے کوئی دوہتا نہ تھا سائبہ ان جانوروں کو کہتے تھے جنہیں وہ اپنے معبود باطل کے نام پر چھوڑ دیتے تھے سواری اور بوجھ سے آزاد کر دیتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا ہے اسی نے سب سے پہلے یہ رسم ایجاد کی تھی۔ وصیلہ وہ اونٹنی ہے جس کے پلوٹھے دو بچے اوپر تلے کے مادہ ہوں ان دونوں کے درمیان کوئی نر اونٹ پیدا نہ ہوا ہو اسے بھی وہ اپنے بتوں کے نام وقف کر دیتے تھے۔ حام اس نر اونٹ کا نام تھا جس کی نسل سے کئی بچے ہو گئے ہوں پھر اسے بھی اپنے بزرگوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور کسی کام میں نہ لیتے تھے۔ [1] ایک حدیث میں ہے کہ میں نے جہنم کو دیکھا اس کا ایک حصہ دوسرے کو گویا کھائے جا رہا تھا اس میں میں نے عمرو کو دیکھا کہ اپنی آنتیں گھسیٹتا پھرتا ہے اسی نے سائبہ کا رواج سب سے پہلے نکالا تھا [2] ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو کا یہ ذکر حضرت اکثم بن جون رضی اللہ عنہ سے کر کے فرمایا وہ صورت شکل میں بالکل تیرے جیسا ہے اس پر حضرت اکثم رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں یہ مشابہت مجھے نقصان نہ پہنچائے؟ آپ نے فرمایا نہیں فکر رہو وہ کافر تھا تم مسلمان ہو۔ اسی نے حضرت ابراہیم کے دین کو سب سے پہلے بدلا اسی نے بحیرہ، سائبہ اور حام کی رسم نکالی۔ اسی نے بت پرستی دین ابراہیمی میں ایجاد کی۔ [3] ایک

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ماجعل اللّٰہ من بحیرة (٤٦٢٣) صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب النار یدخلها الجبارون (٢٨٥٦) تفسیر ابن جریر الطبری (١٢٨١٩) بیهقی فی السنن الکبری (١٠٩/١٠) مسند احمد (٢٧٥/٢) صحیح ابن حبان (٦٢٦٠)]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ماجعل اللّٰہ من بحیرة (٤٦٢٤)]

[3] [**صحیح**: تفسیر ابن جریر الطبری (١٢٨٢٠) مستدرك حاکم (٦٠٥/٤) مسند ابویعلی (٦١٢١) صحیح ابن حبان (٧٤٩٠)] امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔]

روایت میں ہے یہ بنو لعب میں سے ہے۔ جہنم میں اس کے جلنے کی بدبو سے دوسرے جہنمیوں کو بھی تکلیف پہنچی ہے۔ بحیرہ کی رسم کو ایجاد کرنے والا بنو مدلج کا ایک شخص تھا اس کی دو اونٹنیاں تھیں جن کے کان کاٹ دیئے اور دودھ حرام کر دیا پھر کچھ عرصہ کے بعد پینا شروع کر دیا۔ میں نے اسے بھی دوزخ میں دیکھا دونوں اونٹنیاں اسے کاٹ رہی تھیں اور روندرہی تھیں یاد رہے کہ یہ عمرو لحی بن قمعہ کا لڑکا ہے جو خزاعہ کے سرداروں میں سے ایک تھا قبیلہ جرہم کے بعد بیت اللہ شریف کی تولیت انہی کے پاس تھی یہی شخص عرب میں بت لایا اور سفلے لوگوں میں ان کی عبادت جاری کی اور بہت سی بدعتیں ایجاد کیں جن میں سے چوپایوں کو الگ الگ طریقے پر بتوں کے نام کرنے کی رسم بھی تھی۔ جس کی طرف اشارہ آیت ﴿وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا﴾ [1] میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اونٹنی کے جب پانچ بچے ہوتے تو پانچواں اگر نر ہوتا تو اسے ذبح کر ڈالتے اور اس کا گوشت صرف مرد کھاتے عورتوں پر حرام جانتے اور اگر مادہ ہوتی تو اس کے کان کاٹ کر اس کا نام بحیرہ رکھتے۔ سائبہ کی تفسیر میں مجاہد رحمہ اللہ سے اسی کے قریب قریب بکریوں میں مروی ہے۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس اونٹنی کے پے در پے دس اونٹنیاں پیدا ہوتیں اسے چھوڑ دیتے نہ سواری لیتے نہ بال کاٹتے نہ دودھ دوہتے اور اسی کا نام سائبہ ہے۔ صرف مہمان کے لیے تو دودھ نکال لیتے ورنہ اس کا دودھ یونہی رکا رہتا۔ ابو روق رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ نذر کا جانور ہوتا تھا جب کسی کی کوئی حاجت پوری ہو جاتی تو وہ اپنے بت اور بزرگ کے نام کوئی جانور آزاد کر دیتا پھر اس کی نسل بھی آزاد سمجھی جاتی۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں اگر کوئی شخص اس جانور کی بے حرمتی کرتا تو اسے یہ لوگ سزا دیتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وصیلہ اس جانور کو کہتے ہیں کہ مثلاً ایک بکری کا ساتواں بچہ ہے اب اگر وہ نر ہے اور ہے مردہ تو اسے مرد عورت سب کھاتے اور اگر وہ مادہ ہے تو اسے زندہ باقی رہنے دیتے اور اگر نر مادہ دونوں ایک ساتھ ہوئے ہیں تو اس نر کو بھی زندہ رکھتے اور کہتے کہ اس کے ساتھ اس کی بہن ہے اس نے اسے ہم پر حرام کر دیا۔ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس اونٹنی کے مادہ پیدا ہو پھر دوسرا بچہ بھی مادہ ہو تو اسے وصیلہ کہتے تھے۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو بکری پانچ دفعہ دو دو مادہ بکریاں بچے دے اس کا نام وصیلہ تھا پھر اسے چھوڑ دیا جاتا تھا اس کے بعد اس کا جو بچہ ہوتا اسے ذبح کر کے صرف مرد کھا لیتے اور اگر مردہ پیدا ہوتا تو مرد عورت سب کا حصہ سمجھا جاتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حام اس نر اونٹ کو کہتے تھے جس کی نسل سے دس بچے پیدا ہو جائیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ جس کے بچے سے کوئی بچہ ہو جائے اسے وہ آزاد کر دیتے نہ اس پر سواری لیتے نہ اس پر بوجھ لادتے۔ نہ اس کے بال کام میں لاتے نہ کسی کھیتی یا چارے یا حوض سے اسے روکتے۔ اور اقوال بھی ہیں۔ حضرت مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت میں پھٹے پرانے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھا آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا تیرے پاس کچھ مال بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کس قسم کا کہا ہر قسم کا اونٹ، بکریاں، گھوڑے، غلام وغیرہ آپ نے فرمایا پھر تو اللہ نے تجھے بہت کچھ دے رکھا ہے

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۳۶]

کہ اونٹ کے جب بچہ ہوتا ہے تو بیج سالم کان والا ہی ہوتا ہے؟ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا پھر تو استرا لے کر ان کے کان کاٹ دیتا ہے اور ان کا نام بحیرہ رکھ دیتا ہے؟ اور بعض کے کان چیر کر انہیں حرام سمجھنے لگتا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا خبردار ایسا نہ کرنا اللہ نے تجھے جتنے جانور دے رکھے ہیں سب حلال ہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ ① بحیرہ وہ ہے جس کے کان کاٹ دیئے جاتے تھے پھر گھر والوں میں سے کوئی بھی اس سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا ہاں جب وہ مر جاتا تو سب بیٹھ کر اس کا گوشت کھا جاتے۔ سائبہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے اپنے معبودوں کے پاس لے جا کر ان کے نام کا کر دیتے تھے۔ وصیلہ اس بکری کو کہتے تھے جس کے ہاں ساتویں دفعہ بچہ ہو اس کے کان اور سینگ کاٹ کر آزاد کر دیتے۔ اس روایت کے مطابق تو حدیث ہی میں ان جانوروں کی تفصیل ملی جلی ہے۔ ایک روایت میں یہ بقول حضرت عوف بن مالک مروی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے پھر فرمان قرآن ہے کہ یہ نام اور چیزیں اللہ کی مقرر کردہ نہیں' نہ اس کی شریعت میں داخل ہیں' نہ ذریعہ ثواب ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی پاک صاف شریعت کی طرف دعوت دیئے جاتے ہیں تو اپنے باپ دادوں کے طریقوں کو اس کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں حالانکہ ان کے بڑے محض ناواقف اور بے راہ تھے ان کی تابعداری تو وہ کرے گا جو ان سے بھی زیادہ بہکا ہوا اور بے عقل ہو۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۱۰۵

مسلمانو! تم خود اپنے آپ کو راہ راست پر قائم رکھو' جب تم راہ راست پر ہو تو بہکنے والے کا ضرر تم پر نہیں تم سب کو لوٹ کر اللہ ہی کی طرف جانا ہے تم جو کچھ کرتے رہے سب کچھ وہ تم کو بتا دے گا ○

خود کو راہ راست پر رکھو: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کریں اور اپنی طاقت کے مطابق نیکیوں میں مشغول رہیں۔ جب وہ خود ٹھیک ٹھاک ہو جائیں گے تو برے لوگوں کا ان پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا خواہ وہ رشتے دار اور قریبی ہوں خواہ اجنبی اور دور کے ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عامل ہو جائے برائیوں سے بچ جائے تو اس پر گنہگار لوگوں کے گناہ کا کوئی بوجھ بار نہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ ملتا ہے بروں کو سزا اچھوں کو جزا۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اچھی بات کا حکم اور بری باتوں سے منع بھی نہ کرے۔ کیونکہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگو تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اس کا مطلب غلط لیتے ہو سنو! میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگ جب بری باتوں کو دیکھتے ہوئے انہیں نہیں

---

① [صحیح: مسند احمد (۳/۴۷۳) تفسیر ابن ابی حاتم (۴/۱۲۲۰) مسند طیالسی (۱۳۰۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۸۲۹) طبرانی صغیر (۴۸۹) مجمع الزوائد (۸۵۸۷)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [مسند احمد محقق (۱۷۲۲۹)]

روئیں گے تو بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی عام عذاب آ جائے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی ہے کہ جھوٹ سے بچو جھوٹ ایمان کی ضد ہے [1] (سنن اربعہ) حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم بھلائی کا حکم اور برائی سے ممانعت کرتے رہو یہاں تک کہ بخیلی کی پیروی اور خواہش نفس کی اتباع اور دنیا کی پسندیدگی اور ہر شخص کا اپنی رائے پر پھولنا عام نہ ہو جائے اس وقت تم صرف اپنی اصلاح میں مشغول ہو جاؤ اور عام لوگوں کو چھوڑ دو یاد رکھو تمہارے پیچھے صبر کے دن آ رہے ہیں اس وقت دین اسلام پر جما رہنے والا ایسا ہو گا جیسے کوئی انگارے کو مٹھی میں لیے ہوئے ہو۔ اس وقت عمل کرنے والے کو مثل پچاس شخصوں کے عمل کا اجر ملے گا جو بھی اچھے اعمال کرے گا ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل پچاس شخصوں کے ان میں سے یا ہم میں سے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم میں سے [2] (ترمذی) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی جب اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ وقت نہیں آج تو تمہاری مان لی جاتی ہیں لیکن ہاں ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ نیک باتیں کہنے اور بھلائی کا حکم کرنے والوں کے ساتھ ظلم وزیادتی کی جائے گی اور اس کی بات قبول نہ کی جائے گی اس وقت تم صرف اپنے نفس کی اصلاح میں لگ جانا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے دو شخصوں میں کچھ جھگڑا ہو گیا اور وہ آمنے سامنے کھڑے ہو گئے تو ایک نے کہا میں اٹھتا ہوں اور انہیں نیکی کا حکم کرتا ہوں اور برائی سے روکتا ہوں تو دوسرے نے کہا تجھے کیا پڑی؟ تو اپنی اصلاح میں لگا رہ۔ پھر یہی آیت تلاوت کی اسے سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا چپ رہ اس آیت کے عمل کا یہ وقت نہیں قرآن میں کئی طرح کی آیتیں ہیں بعض تو وہ ہیں جن کے مضامین گذر چکے بعض وہ ہیں جن کے واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہو گئے۔ بعض کے واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئے بعض قیامت کے دن ہوں گے مثلاً جنت دوزخ وغیرہ۔ سنو جب تک تمہارے دل نہ پھٹیں تمہارا مقصود ایک ہی ہو تم میں پھوٹ نہ پڑی ہو تم

---

[1] [**صحیح**: مسند احمد (۱/۵) صحیح ابن حبان (۳۰۴۔ ۳۰۵) بیهقی فی السنن الکبری (۱۰/۹۱) ابوداؤد: کتاب الملاحم: باب الأمر والنهی (۴۳۳۸) ترمذی: کتاب الفتن: باب ماجاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر (۲۱۶۸) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر (۴۰۰۵)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود، السلسلة الصحیحة (۱۵۶۴)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔]

[2] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورة المائدة (۳۰۵۸) ابوداؤد: کتاب الملاحم: باب الأمر والنهی (۴۳۴۱) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب قوله تعالی: یایها الذین امنوا علیکم بأنفسکم (۴۰۱۴) صحیح ابن حبان (۳۸۵) بیهقی (۱۰/۹۲) ابونعیم فی الحلیة (۲/۳۰) تفسیر ابن ابی حاتم (۱۲۲۵/۴) الدر المنثور للسیوطی (۵۹۸/۲) طبرانی کبیر (۳۱۹/۶)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود، ضعیف ترمذی (۵۸۵) المشکاۃ (۵۱۴۴) السلسلة الضعیفة (۱۰۲۵)] شیخ عبد الرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

میں لڑائی دنگے شروع نہ ہوئے ہوں تم اچھی باتوں کی ہدایت کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو۔ ہاں جب دلوں میں جدائی ہو جائے۔ آپس میں اختلاف پڑ جائیں لڑائیاں شروع ہو جائیں اس وقت صرف اپنے آپ کو پابند شریعت رکھنا کافی ہے اور وہی وقت ہے اس آیت کے عمل کا (ابن جریر) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ ان دنوں تو آپ اگر اپنی زبان روک لیں تو اچھا ہو آپ کو کیا پڑی کوئی کچھ ہی کرے آپ نہ کسی کو روکیں نہ کچھ کہیں دیکھئے قرآن میں بھی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم اپنے آپ کو سنبھالو گمراہوں کی گمراہی کا وبال تم پر نہیں جبکہ تم خود راہ راست پر ہو۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا یہ حکم میرے اور میرے ساتھیوں کے لیے نہیں اس لیے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے خبردار ہر موجود شخص غیر موجود لوگوں کو پہنچا دے۔ پس ہم موجود تھے اور تم غیر موجود تھے۔ یہ آیت تو ان لوگوں کے حق میں ہے جو بعد میں آئیں گے وہ لوگوں کو نیک باتیں کہیں گے لیکن ان کی بات قبول نہ کی جائے گی [1] (ابن جریر) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مجلس میں ایک صاحب آئے بڑے غصیل اور تیز زبان۔ کہنے لگے سنیے جناب چھ شخص ہیں سب قرآن پڑھے ہوئے جاننے بوجھنے والے مجتہد مجھدار لیکن ہر ایک دوسرے کو مشرک بتلاتا ہے۔ اس نے کہا میں تم سے نہیں پوچھتا میں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کرتا ہوں اور پھر وہی بات دوہرا دی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا شاید تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھے یہ کہہ دوں کہ جا انہیں قتل کر ڈال۔ نہیں میں کہتا ہوں جا انہیں نصیحت کر انہیں برائی سے روک نہ مانیں تو اپنی راہ لگ۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت کی۔ خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت ابو مازن رحمہ اللہ مدینے میں آتے ہیں یہاں مسلمانوں کا ایک مجمع جمع تھا جس میں سے ایک شخص نے اسی آیت کی تلاوت کی تو اکثر لوگوں نے کہا اس کے عمل کا وقت ابھی تک نہیں آیا۔ حضرت جبیر بن نفیر رحمہ اللہ کہتے ہیں میں ایک مجلس میں تھا جس میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے یہی ذکر ہو رہا تھا کہ اچھی باتوں کا حکم کرنا چاہیے اور بری باتوں سے روکنا چاہیے میں اس مجلس میں سب سے چھوٹی عمر کا تھا لیکن جرات کر کے یہ آیت پڑھ دی اور کہا کہ پھر اس کا کیا مطلب ہوگا؟ تو سب نے ایک زبان ہو کر مجھے جواب دیا کہ اس کا صحیح مطلب تمہیں معلوم نہیں اور جو مطلب تم لے رہے ہو بالکل غلط ہے مجھے بڑا افسوس ہوا۔ پھر وہ اپنی باتوں میں مشغول ہو گئے جب اٹھنے کا وقت آیا تو مجھ سے فرمایا تم ابھی بچے ہو بے موقعہ آیت پڑھ دیتے ہو اصلی مطلب تک نہیں پہنچتے بہت ممکن ہے کہ تم اس آیت کے زمانے کو پالو یہ حکم اس وقت ہے جب بخیلی کا دور دورہ ہو، خواہش پرستی عام ہو، ہر شخص اپنی سمجھ پر نازاں ہو اس وقت انسان خود نیکیوں اور بھلائیوں میں مشغول رہے گمراہوں کی گمراہی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ حضرت حسن رحمہ اللہ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا اس پر اللہ کا شکر ہے اگلے اور پچھلے مومنوں کے ساتھ منافق ضرور رہے جو ان کے اعمال سے بیزار ہی رہے۔ حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تم نے اچھی بات کی نصیحت کر دی اور بری بات سے روک دیا پھر بھی کسی نے برائیاں

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۸۵۵) طبرانی کبیر (۲۵۱/۹)] امام ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں الا کہ حسن بغوی کا ابن مسعود سے سماع ثابت نہیں۔ [مجمع الزوائد (۲۲/۷)]

نیکیاں چھوڑیں تو انہیں کوئی نقصان نہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا وقت وہ ہے جب مسجد دمشق کا کلیسا ڈھا دیا جائے اور تعصب بڑھ جائے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ شَهَٰدَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ حِينَ ٱلْوَصِيَّةِ
ٱثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ ءَاخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى ٱلْأَرْضِ فَأَصَٰبَتْكُم
مُّصِيبَةُ ٱلْمَوْتِ ۚ تَحْبِسُونَهُمَا مِنۢ بَعْدِ ٱلصَّلَوٰةِ فَيُقْسِمَانِ بِٱللَّهِ إِنِ ٱرْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِى
بِهِۦ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَٰدَةَ ٱللَّهِ إِنَّآ إِذًا لَّمِنَ ٱلْءَاثِمِينَ ﴿١٠٦﴾ فَإِنْ عُثِرَ
عَلَىٰٓ أَنَّهُمَا ٱسْتَحَقَّآ إِثْمًا فَـَٔاخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ ٱلَّذِينَ ٱسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ ٱلْأَوْلَيَٰنِ
فَيُقْسِمَانِ بِٱللَّهِ لَشَهَٰدَتُنَآ أَحَقُّ مِن شَهَٰدَتِهِمَا وَمَا ٱعْتَدَيْنَآ إِنَّآ إِذًا لَّمِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٠٧﴾
ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِٱلشَّهَٰدَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَآ أَوْ يَخَافُوٓا۟ أَن تُرَدَّ أَيْمَٰنٌۢ بَعْدَ أَيْمَٰنِهِمْ ۗ
وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱسْمَعُوا۟ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿١٠٨﴾ ع

ایمان والو تم میں سے کسی کی موت کا وقت جب آ جائے اور وہ وصیت کرنے لگے تو دو مسلمان عادل گواہ ہونے چاہئیں ہاں اگر تم سفر میں ہو اور وہیں موت کی مصیبت آ جائے تو دو غیر مسلم گواہ ہی سہی' اگر تمہیں ان کی صداقت میں کوئی شک وشبہ ہو تو انہیں نماز کے بعد ٹھہرا لو وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم اپنی قسموں کو مال پر نہیں بیچتے" گو قرابت دار ہی ہو اور نہ ہم اللہ لگتی گواہی کو چھپاتے ہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو بیشک ہم بھی مجرم ○ پھر اگر معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے ناجائز طور پر حق دبا لیا ہے تو ان کے قائم مقام دو اور شخص کھڑے ہوں جن کا حق دبا ہے جو بہت نزدیک کے رشتہ دار ہیں یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ اگلے دو گواہوں سے ہماری گواہی زیادہ معتبر ہے اور ہم نے کوئی کمی زیادتی نہیں کی اگر ہم نے ایسا کیا ہو تو ہم بھی ظالم ○ یہی صورت قرین قیاس ہے کہ گواہ اپنی گواہی کو مطابق واقعہ ادا کریں اور انہیں خوف رہے کہ ہماری قسمیں ان کی قسموں کے بعد الٹی پھیر دی جائیں گی۔ لوگو اللہ کا خوف رکھو اور اس کے احکام سنتے رہو اللہ تعالیٰ بدکاروں کی رہبری نہیں فرماتا ○

گواہی کے چند مسائل: بعض لوگوں نے اس آیت کے عزیز حکم کو منسوخ کہا ہے لیکن اکثر حضرات اس کے خلاف ہیں ﴿اِثْنَانِ﴾ خبر ہے۔ اس کی تقدیر ﴿شَهَادَةُ اثْنَيْنِ﴾ ہے مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے یا دلالت کلام کی بنا پر فعل محذوف کر دیا گیا ہے یعنی ﴿اَنْ يَّشْهَدَ اِثْنَانِ۔ ذَوَا عَدْلٍ﴾ صفت ہے۔ ﴿مِنْكُمْ﴾ سے مراد مسلمانوں میں سے ہونا یا وصیت کرنے والے کے اہل میں سے ہونا ہے۔ ﴿مِنْ غَيْرِكُمْ﴾ سے مراد اہل کتاب ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿مِنْكُمْ﴾ سے مراد قبیلہ میت اور ﴿مِنْ غَيْرِكُمْ﴾ سے مراد اس کے قبیلے کے سوا۔ شرطیں دو ہیں ایک مسافر کے سفر میں ہونے کی صورت میں

موت کے وقت وصیت کے لیے غیر مسلم کی گواہی چل سکتی ہے۔ حضرت شریح سے یہی مروی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں اور تینوں امام خلاف ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ذمی کافروں کی گواہی آپس میں ایک دوسرے پر جائز مانتے ہیں۔ زہری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سنت جاری ہو چکی ہے کہ کافر کی شہادت جائز نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں۔ ابن زید کہتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں اتری ہے جس کی موت کے وقت اس کے پاس کوئی مسلمان نہ تھا یہ ابتدائے اسلام کا وقت تھا جبکہ زمین کافروں سے بھری تھی اور وصیت سے ورثہ بٹتا تھا۔ ورثے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ پھر وصیت منسوخ ہوگئی ورثے کے احکام اترے اور لوگوں نے ان پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ پھر یہ بھی کہ ان دونوں غیر مسلموں کو وصی بنایا جائے گا یا گواہ؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے جو سفر میں ہو اور وہیں اجل آ جائے اور مال اس کے پاس ہو پس اگر دو مسلمان اسے مل جائیں تو انہیں اپنا مال سونپ دے اور دو گواہ مسلمان مقرر کر لے۔ اس قول کے مطابق تو یہ دونوں وصی ہوئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں گواہ ہوں گے۔ آیت کے الفاظ کا ظاہر مطلب بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ ہاں جس صورت میں ان کے ساتھ اور گواہ نہ ہوں تو یہی وصی ہوں گے اور یہی گواہ بھی ہوں گے امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ایک مشکل اس میں یہ بیان کی ہے کہ شریعت کے کسی حکم میں گواہ پر قسم نہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں یہ ایک حکم ہے جو مستقل طور پر بالکل علیحدہ صورت میں ہے اور احکام کا قیاس اس پر جاری نہیں ہے۔ یہ ایک خاص شہادت خاص موقعہ کی ہے اس میں اور بھی بہت سی ایسی باتیں ہیں جو دوسرے احکام میں نہیں۔ پس شک کے قرینے کے وقت اس آیت کے حکم کے مطابق ان گواہوں پر قسم لازم آتی ہے ''نماز کے بعد ٹھہرالو''۔ سے مطلب نماز عصر کے بعد ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ نماز سے مراد مسلمانوں کی نماز ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے مذہب کی نماز۔ مقصود یہ ہے کہ انہیں نماز کے بعد لوگوں کی موجودگی میں کھڑا کیا جائے اور اگر خیانت کا شک ہو تو ان سے قسم اٹھوائی جائے وہ کہیں کہ اللہ کی قسم ہم اپنی قسموں کو کسی قیمت بیچنا نہیں چاہتے۔ دنیوی مفاد کی بنا پر جھوٹی قسم نہیں کھاتے چاہے ہماری قسم سے کسی ہمارے قریبی رشتہ دار کو نقصان پہنچ جائے تو پہنچ جائے لیکن ہم جھوٹی قسم نہیں کھائیں گے۔ اور نہ ہم سچی گواہی چھپائیں گے۔ اس گواہی کی نسبت اللہ کی طرف اس کی عزت وعظمت کے اظہار کے لیے ہے بعض نے اسے قسم کی بنا پر مجرور پڑھا ہے لیکن مشہور قرات پہلی ہی ہے۔ وہ ساتھ ہی یہ بھی کہیں کہ اگر ہم شہادت کو بدلیں یا الٹ پلٹ کریں یا کچھ حصہ چھپالیں تو ہم بھی گنہگار۔

پھر اگر یہ مشہور ہو یا ظاہر ہو جائے یا اطلاع مل جائے کہ ان دونوں نے مرنے والے کے مال میں سے کچھ چرا لیا یا کسی قسم کی خیانت کی۔ ﴿اَوۡلَـیٰنِ﴾ کی دوسری قرات ﴿اَوَّلَانِ﴾ بھی ہے مطلب یہ ہے کہ جب کسی خبر صحیح سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں نے کوئی خیانت کی ہے تو میت کے وارثوں میں سے جو میت کے زیادہ نزدیک ہوں وہ دو شخص کھڑے ہوں اور حلفیہ بیان دیں کہ ہماری شہادت ہے کہ انہوں نے چرایا اور یہی زیادہ حق زیادہ صحیح اور پوری سچی بات ہے۔ ہم ان پر جھوٹ نہیں باندھتے اگر ہم ایسا کریں تو ہم ظالم۔ یہ مسئلہ اور قسامت کا مسئلہ اس

بارے میں بہت ملتا جلتا ہے۔ اس میں بھی مقتول کے اولیاء قسمیں کھاتے ہیں۔ تمیم داری سے منقول ہے کہ اور لوگ اس سے بری ہیں صرف میں اور عدی بن بداء اس سے متعلق ہیں۔ یہ دونوں نصرانی تھے اسلام سے پہلے ملک شام میں بغرض تجارت آتے جاتے تھے بنوسہم کے مولی بدیل بن ابومریم بھی مال تجارت لے کر شام کے ملک گئے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ ایک چاندی کا جام تھا' جسے وہ خاص بادشاہ کے ہاتھ فروخت کرنے کے لیے لے جا رہے تھے۔ اتفاقاً وہ بیمار ہوگئے ان دونوں کو وصیت کی اور مال سونپ دیا کہ یہ میرے وارثوں کو دے دینا اس کے مرنے کے بعد ان دونوں نے وہ جام تو مال سے الگ کر دیا اور ایک ہزار درہم میں بیچ کر آدھوں آدھ بانٹ لیا باقی مال واپس لا کر بدیل کے رشتہ داروں کو دے دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ چاندی کا جام کیا ہوا؟ دونوں نے جواب دیا ہمیں کیا خبر؟ ہمیں تو جو دیا تھا وہ ہم نے تمہیں دے دیا۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں آئے اور اسلام نے مجھ پر اثر کیا۔ میں مسلمان ہوگیا تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ انسانی حق مجھ پر رہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں میں پکڑا جاؤں گا تو میں بدیل کے وارثان کے پاس آیا اور انہیں پورے واقعہ کی اطلاع دی اور پانچ سو درہم جو میں نے لیے تھے ان کے حوالے کر دیئے۔ اب یہ لوگ عدی کے پاس پہنچے اور اس سے کہا پانچ سو درہم جو تو نے لے لیے ہیں وہ بھی واپس کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس سے قسم لی جائے اس پر یہ آیت اتری اور عمرو بن عاص نے اور ان میں سے ایک اور شخص نے قسم کھائی عدی بن براء کو پانچ سو درہم دینے پڑے ① (ترمذی) ایک روایت میں ہے کہ عدی جھوٹی قسم بھی کھا گیا تھا اور روایت میں ہے کہ اس وقت ارض شام کے اس حصے میں کوئی مسلمان نہ تھا۔ یہ جام چاندی کا تھا اور سونے سے منڈھا ہوا تھا اور مکے میں سے جام خریدا گیا تھا جہاں سے ملا تھا انہوں نے بتایا تھا کہ ہم نے اسے تمیم اور عدی سے خریدا ہے اب میت کے دو وارث کھڑے ہوئے اور قسم کھائی۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے ② ایک روایت میں ہے کہ قسم عصر کی نماز کے بعد کھائی تھی۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک مسلمان کی وفات کا موقعہ سفر میں آیا' جہاں کوئی مسلمان اسے نہ ملا تو اس نے اپنی وصیت پر دو اہل کتاب گواہ رکھے۔ ان دونوں نے کوفے میں آ کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے سامنے شہادت دی وصیت بیان کی اور ترکہ پیش کیا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ واقعہ پہلا ہے۔ پس عصر کی نماز کے بعد ان سے قسم لی کہ نہ انہوں نے خیانت کی ہے' نہ جھوٹ بولا ہے' نہ بدلا ہے' نہ چھپایا

---

① [ضعیف: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة المائدة (۳۰۵۹) تفسیر ابن ابی حاتم (۱۲۳۰/٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸٦/۱۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف کہا ہے کیونکہ اس میں محمد بن سائب کلبی راوی متروک ہے۔]

② [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الوصایا: باب قول اللّٰہ تعالی یایھا الذین امنوا شھادة بینکم (۲۷۸۰) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة المائدة (۳۰٦۰) ابوداؤد: کتاب القضآء: باب شھادة اھل الذمة وفی الوصیة والسفر حدیث (۳٦۰٦)]

ہے نہ الٹ پلٹ لیا ہے بلکہ پچی وصیت اور پورا ترکہ انہوں نے پیش کر دیا ہے آپ نے ان کی شہادت کو مان لیا۔ [1] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہی ہے کہ ایسا ہی واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمیم اور عدی کا ہوا تھا اور اب یہ دوسرا اس قسم کا واقعہ ہے۔ حضرت تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ کا اسلام سنہ ۹ ہجری کا ہے اور یہ آخری زمانہ ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں لازم ہے کہ موت کے وقت وصیت کرے اور دو گواہ رکھے اگر سفر میں ہے اور مسلمان نہیں ملتے تو خیر غیر مسلم ہی سہی۔ انہیں وصیت کرے اپنا مال سونپ دے۔ اگر میت کے وارثوں کا اطمینان ہو جائے تو خیر آئی گئی بات ہوئی ورنہ سلطان اسلام کے سامنے وہ مقدمہ پیش کر دیا جائے۔ اوپر جو واقعہ بیان ہوا اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے عصر کے بعد قسم لینی چاہی تو آپ سے کہا گیا کہ انہیں عصر کے بعد کی کیا پرواہ؟ ان سے ان کی نماز کے وقت قسم لی جائے اور ان سے کہا جائے کہ اگر تم نے کچھ چھپایا یا خیانت کی تو ہم تمہیں تمہاری قوم میں رسوا کر دیں گے اور تمہاری گواہی کبھی بھی قبول نہ کی جائے گی اور تمہیں سنگین سزا دی جائے گی۔ بہت ممکن ہے کہ اس طرح ان کی زبان سے حق بات معلوم ہو جائے پھر بھی اگر شک شبہ رہ جائے اور کسی اور طریق سے ان کی خیانت معلوم ہو جائے تو مرحوم کے دو مسلمان وارث قسمیں کھائیں کہ ان کافروں کی شہادت غلط ہے تو ان کی شہادت غلط مان لی جائے گی اور ان سے ثبوت لے کر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ اس صورت میں فائدہ یہ ہے کہ شہادت ٹھیک آ جائے گی۔ ایک تو اللہ کی قسم کا لحاظ ہو گا دوسرے لوگوں میں رسوا ہونے کا ڈر رہے گا۔ لوگو! اللہ تعالیٰ سے اپنے سب کاموں میں ڈرتے رہو اس کی باتیں سنتے رہو اور مانتے چلے جاؤ۔ جو لوگ اس کے فرمان سے ہٹ جائیں اور اس کے احکام کے خلاف چلیں وہ راہ راست نہیں پاتے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ
الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کر کے دریافت فرمائے گا کہ تم کیا جواب دیئے گئے؟ وہ کہیں گے اے اللہ ہمیں کچھ علم نہیں، بیشک تو تمام چھپی ہوئی باتوں کا بخوبی جاننے والا ہے ○

جس روز انبیاء علیہم السلام سے سوال ہو گا: اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ رسولوں سے قیامت کے دن سوال ہو گا کہ تمہاری امتوں نے تمہیں مانا یا نہیں؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [2] یعنی رسولوں سے بھی اور ان کی امتوں سے بھی ہم ضرور دریافت فرمائیں گے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ [3] الخ، تیرے رب کی قسم ہم

---

[1] [ضعیف: ابوداؤد: کتاب القضاء: باب شهادة اهل الذمة وفی الوصیة فی السفر (۳۶۰۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲۹۵۲)، (۱۷۴/۱۱) الدر المنثور للسیوطی (۶۰۴/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں زکریا بن ابی زائدہ راوی مدلس ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں۔]

[2] [سورۃ الاعراف: آیت ٦]

[3] [سورۃ الحجر: آیت ۹۲، ۹۳]

سب سے ان کے اعمال کا سوال ضرور ضرور کریں گے۔ رسولوں کا یہ جواب کہ ہمیں کچھ علم نہیں اس دن کی ہول و دہشت کی وجہ سے ہوگا۔ گھبراہٹ کی وجہ سے کچھ جواب بن نہ پڑے گا۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ عقل جاتی رہے گی پھر دوسری منزل میں ہر نبی اپنی اپنی امت پر گواہی دے گا۔ ایک مطلب اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سوال کی غرض یہ ہے کہ تمہاری امتوں نے تمہارے بعد کیا کیا عمل کیے اور کیا کیا نئی باتیں نکالیں؟ تو وہ ان سے اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے۔ یہ معنی بھی درست ہو سکتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسا علم نہیں جو اے جناب باری تیرے علم میں نہ ہو۔ حقیقتاً یہ قول بہت ہی درست ہے کہ اللہ کے علم کے مقابلے میں بندے محض بے علم ہیں۔ تقاضائے ادب اور طریقہ گفتگو یہی مناسب مقام ہے۔ گو انبیاء علیہم السلام جانتے تھے کہ کس کس نے ہماری نبوت کو ہمارے زمانے میں تسلیم کیا لیکن چونکہ وہ ظاہر کے دیکھنے والے تھے اور رب عالم باطن میں ہے اس لیے ان کا یہی جواب بالکل درست ہے کہ ہمیں حقیقی علم مطلقاً نہیں تیرے علم کی نسبت تو ہمارا علم محض لاعلمی ہے حقیقی عالم تو صرف ایک تو ہی ہے۔

وقف لازم

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ
اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ
فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ
الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٠﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا
بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿١١١﴾

جس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے عیسیٰ بن مریم میرے ان احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تجھ پر اور تیری والدہ پر کیے ہیں، جبکہ میں نے روح القدس سے تیری تائید کی تو گہوارے میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور ادھیڑ عمر میں بھی، اور جبکہ میں نے تجھے کتاب وحکمت اور توراۃ وانجیل سکھائی، اور جبکہ تو میرے حکم سے جانور کی صورت مٹی سے بناتا تھا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا، اور میرے ہی حکم سے تو مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتا تھا۔ اور جب تو میرے فرمان سے مردے نکال کھڑے کرتا تھا، اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کی ایذاؤں کو تجھ سے ہٹا دیا جبکہ تو ان کے پاس دلیلیں لایا اور ان میں جو کفار تھے انہوں نے صاف کہہ دیا تھا کہ یہ تو محض کھلا کھلا جادو ہی ہے ○ اس وقت میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ وہ مجھے اور میرے رسول کو مان لیں تو ان سب نے کہہ دیا کہ ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم سب حکم بردار ہیں ○

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات: جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو احسانات تھے ان کا اور آپ کے معجزوں کا بیان ہو رہا

ہے کہ بغیر باپ کے صرف ماں سے آپ کو پیدا کیا اور اپنی کمال قدرت کا نشان آپ کو بنایا۔ پھر آپ کی والدہ پر احسان کیا کہ ان کی برات اسی بچے کے منہ سے کرائی اور جس برائی کی نسبت ان کی طرف بیہودہ لوگ کر رہے تھے اللہ نے آج کے پیدا شدہ بچے کی زبان سے ان کی پاک دامنی کی شہادت اپنی قدرت سے دلوائی۔ جبرئیل علیہ السلام کو اپنے نبی کی تائید پر مقرر کر دیا۔ بچپن میں اور بڑی عمر میں انہیں اپنی دعوت دینے والا بنایا گیا۔ گہوارے میں ہی بولنے کی طاقت عطا فرمائی' اپنی والدہ محترمہ کی برات ظاہر کر کے اللہ کی عبودیت کا اقرار کیا اور اپنی رسالت کی طرف لوگوں کو بلایا۔ مراد کلام کرنے سے اللہ کی طرف بلانا ہے ورنہ بڑی عمر میں کلام کرنا کوئی خاص بات یا تعجب کی چیز نہیں۔ لکھنا اور سمجھنا آپ کو سکھایا۔ تورات جو کلیم اللہ پر اتری تھی اور انجیل جو آپ پر نازل ہوئی دونوں کا علم آپ کو سکھایا۔ آپ مٹی سے پرند کی صورت بناتے پھر اس میں دم کر دیتے تو وہ اللہ کے حکم سے چڑیا بن کر اڑ جاتا۔ اندھوں اور کوڑھیوں کے بھلا چنگا کرنے کی پوری تفسیر سورۂ آل عمران میں گذر چکی ہے۔ مردوں کو آپ بلاتے تو وہ بحکم الٰہی زندہ ہو کر اپنی قبروں سے اٹھ کر آ جاتے۔ ابو ہذیل فرماتے ہیں جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کسی مردے کے زندہ کرنے کا ارادہ کرتے تو دو رکعت نماز ادا کرتے پہلی میں سورہ تبارک اور دوسری میں سورہ الم تنزیل السجدہ پڑھتے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا پڑھتے اور اس کے سات نام لیتے جو یہ ہیں یا قدیم' یا خفی' یا دائم' یا فرد' یا وتر' یا احد' یا صمد اور جب آپ کو کوئی سختی پہنچتی تو آپ اللہ تعالیٰ کے سات نام اور لیتے یا حی' یا قیوم' یا اللہ' یا رحمن' یا رحیم' یا ذوالجلال والاکرام' یا نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ یا رب [1] یہ اثر بڑا زبردست اور عظمت والا ہے۔ اور میرے اس احسان کو بھی یاد کرو کہ جب تم دلائل وبراہین لے کر اپنی امت کے پاس آئے اور ان میں سے جو کافر تھے انہوں نے اسے جادو بتایا اور در پے آزار ہوئے تو ان کے شر سے میں نے تمہیں بچا لیا۔ انہوں نے قتل کرنا چاہا' سولی دینا چاہی لیکن میں ہمیشہ تیرا کفیل وحفیظ رہا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ احسان آپ کے آسمان پر چڑھا لینے کے بعد کے ہیں یا یہ کہ یہ خطاب آپ سے بروز قیامت ہوگا اور ماضی کے صیغہ سے اس کا بیان اس کے پختہ اور یقینی ہونے کے سبب ہے۔ یہ غیبی اسرار میں سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا۔

پھر اپنا ایک اور احسان بتایا کہ میں نے تیرے مددگار اور ساتھی بنا دیئے۔ حواریوں کے دل میں الہام اور القا کیا۔ یہاں بھی لفظ وحی کا اطلاق ویسا ہی ہے جیسا ام موسیٰ کے بارے میں ہے اور شہد کی مکھی کے بارے میں ہے۔ انہوں نے الہام رب پر عمل کیا۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ میں نے تیری زبانی ان تک اپنی وحی پہنچائی اور انہیں قبولیت کی توفیق دی۔ تو انہوں نے مان لیا اور کہہ دیا کہ ہم تو مسلمین یعنی تابع فرمان اور حکم بردار ہیں۔

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (١٢٤١/٤)]

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا
مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ
مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿١١٣﴾
قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا
عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ ۖ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿١١٤﴾ قَالَ اللَّهُ
إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۖ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ
أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١١٥﴾ ع

جبکہ حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تیرے رب سے یہ ہوسکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کوئی خوان نازل فرمائے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر تم باایمان ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو ○ انہوں نے کہا ہم چاہتے ہیں وہ اس خوان میں سے ہم کھائیں اور ہمارے دلوں کو تسکین حاصل ہو اور ہمیں آپ کی صداقت کا بھی یقین ہو جائے اور اس پر ہم خود بھی گواہ بن جائیں ○ حضرت عیسیٰ بن مریم نے دعا کی اے معبود برحق اے ہمارے پروردگار تو ہم پر آسمان سے کھانے بھرا خوان اتار تاکہ وہ ہمارے لیے اور ہمارے اگلوں پچھلوں کے لیے عید ہو جائے اور تیری ایک خاص نشانی بن جائے' اے اللہ تو ہمیں روزی دے اور تو بہترین روزی رساں ہے ○ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا میں اسے تمہارے لیے نازل فرماؤں گا' لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے بعد تم میں سے جو ناشکری کرے گا میں اسے وہ سزا دوں گا جو دنیا میں کسی کو نہ دی ہو ○

دسترخوان کے نزول کا واقعہ: یہ مائدہ کا واقعہ ہے اور اسی کی وجہ سے اس سورت کا نام سورۂ مائدہ ہے یہ بھی جناب مسیح علیہ السلام کی نبوت کی ایک زبردست دلیل اور آپ کا ایک اعلیٰ معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے آسمانی دسترخوان اتارا اور آپ کی سچائی ظاہر کی۔ بعض ائمہ نے فرمایا ہے کہ اس کا ذکر موجودہ انجیل میں نہیں عیسائیوں نے اسے مسلمانوں سے لیا ہے واللہ اعلم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے آپ سے تمنا ظاہر کرتے ہیں کہ اگر ہو سکے تو اللہ تعالیٰ سے ایک خوان کھانے سے بھرا ہوا طلب کیجیے ایک قرات میں ((هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبَّكَ)) یعنی کیا آپ سے یہ ہوسکتا ہے؟ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں؟ مائدہ کہتے ہیں اس دسترخوان کو جس پر کھانا رکھا ہوا ہو۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ انہوں نے بوجہ فقر و فاقہ' تنگی اور حاجت کے یہ سوال کیا تھا۔ جناب مسیح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اللہ پر بھروسہ رکھو اور رزق کی تلاش کرو' ایسے انوکھے سوالات نہ کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ فتنہ ہو جائے اور تمہارے ایمان ڈگمگا جائیں۔

انہوں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول علیہ السلام ہم تو کھانے پینے سے تنگ ہو رہے ہیں محتاج ہو گئے ہیں اس سے ہمارے دل مطمئن ہو جائیں گے کیونکہ ہم اپنی آنکھوں سے اپنی روزیاں آسمان سے اترتی خود دیکھ لیں گے۔ اسی طرح آپ پر جو ایمان ہے وہ بھی بڑھ جائے گا' آپ کی رسالت کو یوں تو ہم مانتے ہی ہیں لیکن یہ دیکھ کر ہمارا

یقین اور بڑھ جائے گا اور اس پر خود ہم گواہ بن جائیں کے اللہ کی قدرت اور آپ کے معجزہ کی یہ ایک روشن دلیل ہو گی جس کی شہادت ہم خود دیں گے اور یہ آپ کی نبوت کی کافی دلیل ہو گی۔

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ عید ہونے سے مراد تو عید کا دن ہونا ہے یا نماز گذارنے کا دن ہونا ہے۔ یا اپنے بعد والوں کے لیے یادگار کا دن ہونا ہے یا اپنی اور اپنے بعد کی نسلوں کے لیے نصیحت وعبرت ہونا ہے یا اگلوں پچھلوں کے لیے کافی وافی ہونا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں یا اللہ یہ تیری قدرت کی ایک نشانی ہو گی اور میری سچائی کی بھی کہ تو نے میری دعا قبول فرما لی۔ پس لوگوں تک ان باتوں کو جو تیرے نام سے ہیں انہیں پہنچاؤں گا یقین کر لیا کریں گے۔ یا اللہ تو ہمیں یہ روزی بغیر مشقت و تکلیف کے محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرما۔ تو تو بہترین رازق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کا وعدہ فرما لیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ اس کے اترنے کے بعد تم میں سے جو کوئی بھی جھٹلائے گا اور کفر کرے گا تو میں اسے وہ عذاب دوں گا جو تمہارے زمانے میں کسی اور کو نہ دیا ہو۔ جیسے آل فرعون کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ تم سخت تر عذاب میں داخل ہو جاؤ۔ اور جیسے منافقوں کے لیے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قیامت کے دن بدترین عذاب تین قسم کے لوگوں کو ہو گا۔ منافقوں کو اور مائدہ آسمانی کے بعد انکار کرنے والوں کو اور فرعونیوں کو۔

اب ان روایات کو سنیے جو اس بارے میں سلف سے مروی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم اللہ کے لیے ایک مہینے کے روزے رکھو پھر رب سے دعا کرو وہ قبول فرمائے گا انہوں نے تیس روزے پورے کر کے کہا اے بھلائیوں کے بتانے والے ہم اگر کسی کا کام ایک ماہ کامل کرتے تو وہ بعد فراغت ضرور ہماری دعوت کرتا تو آپ بھی اللہ سے بھرے ہوئے خوان کے آسمان سے اترنے کی دعا کیجیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے تو انہیں سمجھایا لیکن ان کی نیک نیتی کے اظہار پر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ساتھ ہی دھمکا بھی دیا۔ پھر فرشتوں کے ہاتھوں آسمان سے خوان نعمت اتارا' جس پر سات مچھلیاں تھیں سات روٹیاں تھیں۔ جہاں یہ تھے وہیں وہیں ان کے کھانے کو رکھ گئے سب بیٹھ گئے اور شکم سیر ہو کر اٹھے۔ ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اس مائدہ آسمانی میں گوشت روٹی اترا تھا حکم تھا کہ خیانت نہ کریں' کل کے لیے نہ لے جائیں لیکن انہوں نے حکم کی خلاف ورزی کی۔ لے بھی گئے اور چرا بھی لیا' جس کی سزا میں وہ سور بندر بن گئے۔ [1] حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس میں جنت کے میوے تھے۔ آپ فرماتے ہیں اگر وہ لوگ خیانت اور ذخیرہ نہ کرتے تو وہ خوان یوں ہی رہتا لیکن شام ہونے سے پہلے ہی انہوں نے چوریاں شروع کر دیں۔

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ المائدۃ (۳۰۶۱) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳۰۰۶) تفسیر ابن ابی حاتم (۱۲۴۵/۴) الدر المنثور للسیوطی (۶۱۲/۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں سعید بن ابی عروبہ اور قتادہ راوی مدلس ہیں اور عن سے روایت بیان کر رہے ہیں۔]

پھر سخت عذاب لیے گئے۔اے عرب بھائیو! یاد کرو تم اونٹوں اور بکریوں کی دمیں مروڑتے تھے۔اللہ نے تم پر احسان کیا خود تم ہی میں سے رسول کو بھیجا جن سے تم واقف تھے جن کے حسب ونسب سے تم آگاہ تھے' اس رسول علیہ السلام نے تمہیں بتادیا کہ عجمیوں کے ملک تمہارے ہاتھوں فتح ہوں گے لیکن خبردار تم سونے چاندی کے خزانوں کے درپے نہ ہو جانا لیکن واللہ دن رات وہی ہیں اور تم وہ نہ رہے' تم نے خزانے جمع کرنے شروع کر دیئے۔مجھے تو خوف ہے کہ کہیں تم پر بھی اللہ کا عذاب برس نہ پڑے۔اسحٰق بن عبداللہ فرماتے ہیں جن لوگوں نے مائدہ آسمانی میں سے چرایا ان کا خیال یہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ختم ہو جائے اور کل کے لیے ہمارے پاس کچھ نہ رہے۔مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب وہ اترتے ان پر مائدہ اترتا عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں گو وہ تھی تو مچھلی لیکن اس میں ذائقہ ہر چیز کا تھا۔وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر دن اس مائدہ پر آسمان سے میوے اترتے تھے قسم قسم کی روزیاں کھاتے تھے' چار ہزار آدمی ایک وقت اس پر بیٹھ جاتے پھر اللہ کی طرف سے غذا تبدیل ہو جاتی۔یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر روٹیاں جو کی تھیں۔سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر سوائے گوشت کے تمام چیزیں تھیں۔عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر چاول کی روٹی تھی۔حضرت وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے اس سوال پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت رنجیدہ ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ زمین کے رزق پر قناعت کرو اور آسمانی دستر خوان نہ مانگو اگر وہ اترا تو چونکہ زبردست نشان ہوگا اگر ناقدری کی تو بری طرح پکڑے جاؤ گے۔ثمودیوں کی ہلاکت کا باعث بھی یہی ہوا کہ انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام سے نشان طلب کیا تھا لیکن حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک نہ مانی اور اصرار کیا کہ نہیں آپ ضرور دعا کیجیے اب جناب عیسیٰ علیہ السلام اٹھے' صوف کا جبہ اتار دیا' سیاہ بالوں کا لبادہ پہن لیا اور چادر بھی بالوں کی اوڑھ لی' وضو کر کے' غسل کر کے' مسجد میں جا کر نماز پڑھ کر' قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔دونوں پیر ملا لیے' ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لگا لی' انگلیاں بھی ملا لیں' اپنے سینے پر اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا' نگاہیں زمین میں گاڑ لیں' سر جھکا دیا' اور نہایت خشوع وخضوع سے عاجزانہ طور پر گریہ وزاری شروع کر دی۔آنسو رخساروں سے بہ کر داڑھی کو تر کر کے زمین پر ٹپکنے لگے یہاں تک کہ زمین بھی تر ہو گئی۔اب دعا کی جس کا بیان اس آیت میں ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ایک سرخ رنگ کا خوان دو بادلوں کے درمیان آسمان سے اترا' جسے اترتے ہوئے سب نے دیکھا۔سب تو خوشیاں منا رہے تھے لیکن روح اللہ کانپ رہے تھے' رنگ اڑ گیا تھا اور زار و قطار رو رہے تھے کہ اللہ ہی خیر کرے' ذرا بے ادبی ہوئی تو مارے گئے زبان مبارک سے یہ دعا نکل رہی تھی کہ یا اللہ اسے تو رحمت کا سبب بنا عذاب کا سبب نہ بنا۔یا اللہ بہت سی عجیب وغریب چیزیں میں نے تجھ سے طلب کیں اور تو نے عطا فرمائیں۔باری تعالیٰ تو ان نعمتوں کے شکر کی ہمیں توفیق عطا فرما۔اے پروردگار تو اپنی اس نعمت کو ہمارے لیے سبب غضب نہ بنا' الٰہی تو اسے سلامتی اور عافیت کر' اسے فتنہ اور عذاب نہ کر۔یہاں تک کہ وہ خوان زمین تک پہنچ گیا اور حضرت عیسیٰ حواری اور عیسائیوں کے سامنے رکھ دیا گیا۔اس میں سے ایسی پاکیزہ خوشبوئیں آ رہی تھیں کہ کسی دماغ میں ایسی خوشبو اس سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب اسے دیکھ کر سجدے میں گر پڑے' یہودی بھی یہ

سب کچھ دیکھ رہے تھے اور جل بھن رہے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اس دستر خوان کے ارد گرد بیٹھ گئے دیکھا کہ اس پر ایک رومال ڈھکا ہوا ہے' مسیح علیہ السلام نے فرمایا کون نیک بخت جرات و ہمت کر کے اسے کھولتا ہے؟ حواریوں نے کہا اے کلمۃ اللہ آپ سے زیادہ حقدار اس کا کون ہے؟ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے' نئے سرے سے وضو کیا' مسجد میں جا کر کئی رکعت نماز ادا کی دیر تک روتے رہے' پھر دعا کی کہ یا اللہ اس کے کھولنے کی اجازت مرحمت ہو اور اسے برکت ورزق بنا دیا جائے۔ پھر واپس آئے اور بسم اللہ خیر الرازقین کہہ کر رومال اٹھا لیا۔ تو سب نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی لمبی چوڑی اور موٹی بھنی ہوئی مچھلی ہے۔ جس کے اوپر چھلکا نہیں اور جس میں کانٹے نہیں۔ گھی اس میں سے بہہ رہا ہے اسی میں ہر قسم کی سبزیاں بھی ہیں۔ سوائے گندنا اور مولی کے اس کے سر کے پاس سرکہ رکھا ہوا ہے اور دم کے پاس نمک ہے۔ سبزیوں کے پاس پانچ روٹیاں ہیں۔ ایک پر زیتون کا تیل ہے دوسری پر کھجوریں ہیں۔ اور ایک پر پانچ انار ہیں۔ شمعون نے جو حواریوں کے سردار تھے کہا کہ اے روح اللہ یہ دنیا کا کھانا ہے یا جنت کا؟ آپ نے فرمایا ابھی تک تمہارے سوال ختم نہیں ہوئے؟ ابھی تک کریدنا باقی ہی ہے؟ واللہ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں اس پر تمہیں کوئی عذاب نہ ہو۔ حضرت شمعون نے کہا اسرائیل کے معبود برحق کی قسم میں کسی سرکشی کی بنا پر نہیں پوچھ رہا۔ اے سچی ماں کے اچھے بیٹے! یقین مانئے کہ میری نیت بد نہیں۔ آپ نے فرمایا نہ یہ طعام دنیا ہے نہ طعام جنت بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص حکم سے اسے آسمان وزمین کے درمیان اسی طرح کا پیدا کر دیا ہے اور تمہارے پاس بھیج دیا ہے' اب اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور کھا کر اس کا شکر ادا کرو شکر گزاروں کو وہ زیادہ دیتا ہے اور وہ ابتداءً پیدا کرنے والا اور قدردان ہے۔ شمعون نے کہا اے نبی اللہ ہم چاہتے ہیں کہ اس نشان قدرت میں ہی اور نشان قدرت دیکھیں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ گویا ابھی تم نے کوئی نشان قدرت دیکھا ہی نہیں؟ اچھا لو دیکھو یہ کہہ کر آپ نے اس مچھلی سے فرمایا اے مچھلی اللہ کے حکم سے جیسی تو زندہ تھی' زندہ ہو جا۔ اسی وقت اللہ کی قدرت سے وہ زندہ ہو گئی اور ہل جل کر چلنے پھرنے لگی' آنکھیں چمکنے لگیں' دیدے کھل گئے اور شیر کی طرح منہ پھاڑنے لگی اور اس کے جسم پر کھپرے بھی آ گئے۔ یہ دیکھتے ہی تمام حاضرین ڈر گئے اور ادھر ادھر ہٹنے اور دبکنے لگے۔ آپ نے فرمایا دیکھو تو خود ہی نشان طلب کرتے ہو خود ہی اسے دیکھ کر گھبراتے ہو واللہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ یہ مائدہ آسمانی تمہارے لیے غضب اللہ کا نمونہ نہ بن جائے۔ اے مچھلی تو بحکم الٰہی جیسی تھی' ویسی ہی ہو جا۔ چنانچہ اسی وقت وہ ویسی ہی ہو گئی۔ اب سب نے کہا کہ اے نبی اللہ آپ اسے کھانا شروع کیجیے اگر آپ کو کوئی برائی نہ پہنچے تو ہم بھی کھالیں گے۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ وہی پہلے کھائے جس نے مانگی ہے۔ اب تو سب کے دلوں میں دہشت بیٹھ گئی کہ کہیں اس کے کھانے سے کسی وبال میں نہ پڑ جائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھ کر فقیروں کو مسکینوں کو اور بیماروں کو بلا لیا اور حکم دیا کہ تم کھانا شروع کر دو یہ تمہارے رب کی دی ہوئی روزی ہے جو تمہارے نبی کی دعا سے اتری ہے۔ اللہ کا شکر کر دکھاؤ' تمہیں مبارک ہو اس کی پکڑ اوروں پر ہو گی۔ تم بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو اور الحمد للہ پر ختم کرو۔ پس تیرہ سو آدمیوں نے بیٹھ کر پیٹ بھر کر کھانا کھایا لیکن وہ کھانا مطلقاً کم نہیں ہوا تھا پھر

سب نے دیکھا وہ دستر خوان آسمان پر چڑھ گیا وہ کل فقیر غنی ہو گئے وہ تمام بیمار تندرست ہو گئے اور ہمیشہ تک امیری اور صحت والے رہے۔ حواری اور صحابی سب کے سب بڑے ہی نادم ہوئے اور مرتے دم تک حسرت وافسوس کرتے رہے۔ آپ فرماتے ہیں اس کے بعد جب یہ دستر خوان اترتا تو بنی اسرائیل ادھر سے ادھر دوڑتے بھاگے آتے کیا چھوٹا' کیا بڑا' کیا امیر' فقیر' تندرست' کیا مریض ایک بھیڑ لگ جاتی ایک دوسرے پر گرتے پڑتے آتے۔ یہ دیکھ کر باری مقرر ہو گئی ایک دن اترتا ایک دن نہ اترتا۔ چالیس دن تک یہی کیفیت رہی کہ دن چڑھے اترتا اور ان کے سونے کے وقت چڑھ جاتا۔ جس کا سایہ سب دیکھتے رہتے۔ اس کے بعد فرمان ہوا کہ اب اس میں صرف یتیم فقیر اور بیمار لوگ ہی کھائیں۔ مالداروں نے اس سے بہت برا مانا اور لگے باتیں بنانے۔ خود بھی شک میں پڑ گئے اور لوگوں کے دلوں میں بھی طرح طرح کے وسوسے ڈالنے لگے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہنے لگے کہ آپ سچ سچ بتائیے کہ کیا واقعی یہ آسمان سے ہی اترتا ہے؟ سنیئے ہم میں سے بہت سے لوگ اس میں متردد ہیں۔ جناب مسیح علیہ السلام سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے قسم ہے مسیح کے رب کی اب تمہاری ہلاکت کا وقت آ گیا۔ تم نے خود طلب کیا' تمہارے نبی کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی آسمانی دستر خوان تم پر اترا۔ تم نے آنکھوں سے اسے اترتے دیکھا' رب کی رحمت وروزی اور برکت تم پر نازل ہوئی۔ بڑی عبرت ونصیحت کی نشانی تم نے دیکھ لی لیکن آہ اب تک تمہارے دلوں کی کمزوری نہ گئی اور تمہاری زبانیں نہ رکیں۔ مجھے تو ڈر ہے کہ اگر رب نے تم پر رحم نہ کیا تو عنقریب تم بدترین عذابوں کے شکار ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ جس طرح میں نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ میں ان لوگوں کو وہ عبرتناک سزائیں دوں گا جو کسی کو نہ دی ہوں۔ دن غروب ہوا اور یہ بے ادب' گستاخ' جھٹلانے والے اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے اپنے اپنے بستروں پر جا لیٹے امن وامان سے ہمیشہ کی طرح اپنے بال بچوں کے ساتھ میٹھی نیند میں تھے کہ پچھلی رات عذاب الٰہی آ گیا اور جتنے بھی یہ لوگ تھے سب کے سب سور بنا دیئے گئے۔ جو صبح کے وقت پاخانوں کی پلیدی کھا رہے تھے۔ یہ اثر بہت غریب ہے۔ ابن ابی حاتم میں قصہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے منقول ہے۔ لیکن میں نے اسے پورا بیان کر دیا ہے تاکہ سمجھ آ جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ بہرصورت ان تمام آثار سے صاف ظاہر ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام کے زمانے میں بنو اسرائیل کی طلب پر آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے یہ دستر خوان نازل فرمایا۔ یہی قرآن عظیم کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ بعض کا یہ بھی قول ہے کہ یہ مائدہ اترا ہی نہ تھا یہ صرف بطور مثال کے بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے کہ جب عذاب کی دھمکی سنی تو خاموش ہو گئے اور مطالبہ سے دستبردار ہو گئے۔ حسن کا قول بھی یہی ہے اس قول کی تائید اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ نصرانیوں کی کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔ اتنے بڑے اہم واقعے کا ان کی کتابوں میں مطلق نہ پایا جانا حضرت حسن اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے اس قول کو قوی بنا تا ہے اور اس کی سند بھی ان دونوں بزرگوں تک صحت کے ساتھ پہنچتی ہے۔ واللہ اعلم۔ لیکن جمہور کا مذہب یہی ہے کہ مائدہ نازل ہوا تھا امام ابن جریر رحمہ اللہ کا مختار مذہب بھی یہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ فرمان ربی ﴿إِنِّي مُنَزِّلُهَا

عليكم ﴾ میں وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہی ہوتے ہیں صحیح اور حقیقی علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن زیادہ ٹھیک قول یہی ہے جیسے کہ سلف کے آثار واقوال سے ظاہر ہے۔ تاریخ میں بھی اتنا تو ہے کہ بنی امیہ کے نائب موسیٰ بن نصیر نے مغربی شہروں کی فتح کے موقعہ پر وہیں یہ مائدہ پایا تھا اور اسے امیر المومنین ولید بن عبدالملک کی خدمت میں جو بانی جامع دمشق ہیں بھیجا تھا لیکن ابھی قاصد راستے ہی میں تھے کہ خلیفۃ المسلمین کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے بعد آپ کے بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوئے' اور ان کی خدمت میں اسے پیش کیا گیا یہ ہر قسم کے جڑاؤ اور جواہر سے مرصع تھا جسے دیکھ کر بادشاہ اور درباری سب دنگ رہ گئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مائدہ حضرت سلیمان بن داود علیہ السلام کا تھا واللہ اعلم۔ مسند احمد میں ہے کہ قریشیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ صفا پہاڑ کو ہمارے لیے سونے کا بنادے تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔ آپ نے فرمایا بالکل سچا وعدہ ہے' انہوں نے کہا نہایت پختہ اور بالکل سچا۔ آپ نے دعا کی اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں کوہ صفا کو سونے کا بنا دیتا ہوں لیکن اگر پھر ان لوگوں نے کفر کیا تو میں انہیں وہ عذاب دوں گا جو کسی کو نہ دیا ہو اس پر بھی اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دوں۔ آپ نے فرمایا یا اللہ معاف فرما۔ توبہ اور رحمت کا دروازہ ہی کھول دے۔ [1] یہ حدیث ابن مردویہ اور مستدرک حاکم میں بھی ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ
فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾
مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ
شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

وقف النبی ﷺ

جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو تم اللہ بنا لینا؟ وہ جواب دیں گے کہ اے اللہ تیری ذات پاک ہے مجھے جس بات کے کہنے کا حق نہ تھا میں کیسے کہہ دیتا؟ میں نے

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۱/۲۴۲) عبد بن حمید (۷۰۰) مستدرك حاكم (۱/۵۳) طبرانی کبیر (۱۲۷۳۶)] امام حاکم ؒ اور امام ذہبی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔[مسند احمد محقق (۲۱۶۶)] شیخ مصطفیٰ عدوی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح الاحادیث القدسیه (ص : ۴۹)] شیخ البانی ؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح الترغیب (۳۱۴۲) صحیح السیرة النبویة (ص : ۳۵۱) السلسلة الصحیحة (۳۳۸۸)]

اگر کہا ہو تو تو خوب جانتا ہے میرے دل کی باتیں بھی تجھ پر بخوبی روشن ہیں ہاں تیرے جی میں جو ہے وہ مجھ سے مخفی ہے تو تو تمام تر پوشیدگیوں کو خوب خوب جاننے والا ہے ○ میں نے انہیں صرف وہی کہا تھا جو تو نے مجھے فرمایا تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تم سب کا پالنے والا ہے جب میں ان میں رہا ان کی دیکھ بھال کرتا رہا پھر جبکہ تو نے آپ مجھے لے لیا پھر تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو تو ہر ہر چیز سے پورا باخبر ہے ○ اگر تو انہیں سزا دے تو یہ تیرے غلام ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو زبردست غلبے والا اور حکمت والا ہے ○

قیامت کے روز نصاریٰ کی اپنے عقائد پر ندامت: جن لوگوں نے مسیح پرستی یا مریم پرستی کی تھی۔ ان کی موجودگی میں قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کرے گا کہ کیا تم ان لوگوں سے اپنی اور اپنی والدہ کی پوجا پاٹ کرنے کو کہہ آئے تھے؟ اس سوال سے مردود نصرانیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا اور ان پر غصے ہونا ہے تا کہ وہ تمام لوگوں کے سامنے شرمندہ اور ذلیل وخوار ہوں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور اس پر وہ آیت ﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ﴾ [1] الخ‘ سے استدلال کرتے ہیں۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ خطاب اور جواب دنیا ہی کا ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اس قول کو ٹھیک بتا کر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان دنیا پر چڑھا لیا تھا۔ اس کی دلیل ایک تو یہ ہے کہ کلام لفظ ماضی کے ساتھ ہے۔ دوسری دلیل آیت ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ﴾ الخ ہے لیکن یہ دونوں دلیلیں ٹھیک نہیں۔ پہلی دلیل کا جواب تو یہ ہے کہ بہت سے امور جو قیامت کے دن ہونے والے ہیں ان کا ذکر قرآن کریم میں لفظ ماضی کے ساتھ موجود ہے۔ اس سے مقصود صرف اسی قدر ہے کہ وقوع اور ثبوت بخوبی ثابت ہو جائے۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس سے مقصود جناب مسیح علیہ السلام کا یہ ہے کہ ان سے اپنی برات ظاہر کر دیں۔ اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں۔ اسے شرط کے ساتھ معلق رکھنے سے اس کا وقوع لازم نہیں جیسے کہ اسی جگہ اور آیتوں میں ہے۔ زیادہ ظاہر وہی تفسیر ہے جو حضرت قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے اور جو اوپر گذر چکی ہے یعنی یہ کہ یہ گفتگو اور یہ سوال جواب قیامت کے دن ہوں گے تا کہ سب کے سامنے نصرانیوں کی ذلت اور ان پر ڈانٹ ڈپٹ ہو چنانچہ ایک مرفوع غریب وعزیز حدیث میں بھی یہ مروی ہے جسے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ ابوعبداللہ مولی عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے حالات میں لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن انبیاء اپنی اپنی امتوں سمیت اللہ کے سامنے بلوائے جائیں گے پھر حضرت عیسیٰ بلوائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے احسان انہیں جتائے گا جن کا وہ اقرار کریں گے فرمائے گا کہ اے عیسیٰ جو احسانات میں نے تجھ پر اور تیری والدہ پر کیے انہیں یاد کر الخ۔ پھر فرمائے گا کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو الٰہ سمجھنا۔ آپ اس کا بالکل انکار کریں گے پھر نصرانیوں کو بلا کر ان سے دریافت فرمائے گا تو وہ کہیں گے۔ ہاں انہوں نے ہی ہمیں اس راہ پر ڈالا تھا اور ہمیں یہی حکم دیا تھا۔ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سارے بدن کے بال کھڑے ہو جائیں گے جنہیں لے کر فرشتے اللہ کے سامنے جھکا دیں گے بہ مقدار ایک ہزار

[1] [سورۃ المائدۃ: آیت ۱۱۹]

سال کے یہاں تک کہ عیسائیوں پر حجت قائم ہو جائے گی۔ اب ان کے سامنے صلیب لکڑی کی جائے گی اور انہیں دھکے دے کر جہنم میں پہنچا دیا جائے گا۔ [1] جناب عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کو دیکھئے کہ کس قدر باادب اور کامل ہے؟ دراصل یہ بھی اللہ کی ایک نعمت ہے۔ آپ کو اسی وقت یہ جواب سکھایا جائے گا جیسے کہ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ آپ فرمائیں گے کہ باری تعالیٰ نہ مجھے ایسی بات کہنے کا حق تھا نہ میں نے کہی۔ تجھ سے نہ میری کوئی بات پوشیدہ ہے نہ میرا کوئی ارادہ چھپا ہوا ہے۔ دلی راز تجھ پر ظاہر ہیں۔ ہاں تیرے بھید کسی نے نہیں پائے تمام ڈھکی چھپی باتیں تجھ پر کھلی ہوئی ہیں غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔

جس تبلیغ پر میں مامور اور مقرر تھا میں نے تو وہی تبلیغ کی تھی جو کچھ مجھ سے اے جناب باری تو نے ارشاد فرمایا تھا' وہی بلاکم وکاست میں نے ان سے کہہ دیا تھا۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرو' وہی میرا رب ہے اور وہی تم سب کا پالنہار ہے۔ جب میں ان میں موجود تھا ان کے اعمال دیکھتا بھالتا تھا لیکن جب تو نے مجھے بلا لیا پھر تو تو ہی دیکھتا بھالتا رہا اور تو تو ہر چیز پر شاہد ہے۔ ابوداود طیالسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک وعظ میں فرمایا اے لوگو تم سب اللہ عزوجل کے سامنے ننگے پیر' ننگے بدن' بے ختنہ جمع ہونے والے ہو۔ جیسے کہ ہم نے شروع پیدائش کی تھی ویسے ہی دوبارہ لوٹائیں گے۔ سب سے پہلے خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے' سنو کچھ لوگ میری امت کے ایسے لائے جائیں گے جنہیں بائیں جانب گھسیٹ لیا جائے گا تو میں کہوں گا۔ یہ تو میرے ہیں۔ کہا جائے گا' آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا گل کھلائے تھے۔ تو میں وہی کہوں گا جو اللہ کے صالح بندے کا قول ہے کہ جب تک میں ان میں رہا' ان کے اعمال پر شاہد تھا الخ۔ پس فرمایا جائے گا کہ آپ کے بعد یہ تو دین سے مرتد ہی ہوتے رہے۔ [2]

اس کے بعد کی آیت کا مضمون اللہ تعالیٰ کی چاہت اور اس کی مرضی کی طرف کاموں کو لوٹانا ہے' وہ جو کچھ چاہے کرتا ہے اس سے کوئی کسی قسم کا سوال نہیں کر سکتا اور وہ ہر ایک سے باز پرس کرتا ہے۔ ساتھ ہی اس مقولے میں جناب مسیح علیہ السلام کی بیزاری ہے' ان نصرانیوں سے جو اللہ پر اور اس کے رسول پر بہتان باندھتے تھے اور اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے اور اس کی اولاد اور بیوی بتاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ان تہمتوں سے پاک ہے اور وہ بلند وبرتر ہے۔ اس عظیم الشان آیت کی عظمت کا اظہار اس حدیث سے ہوتا ہے۔ جس میں ہے کہ پوری ایک رات

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (۱۲۳٦/٤) ابن عساکر فی تاریخه (۱۹/ق ۱۲۷) الدر المنثور للسیوطی (٦۰۸/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عمر بن عبدالعزیز کا غلام مجہول ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب و کنت علیهم شهیدا مادمت فیهم (٤٦٢٥) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامة (۲۸٦۰) مسند طیالسی (۲٦۳۸) صحیح ابن حبان (۷۳٤۷) مسند احمد (۲۲۹/۱)]

اللہ کے نبی ﷺ اسی ایک آیت کی تلاوت فرماتے رہے۔ [1] چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات نماز پڑھی اور صبح تک ایک ہی آیت کی تلاوت فرماتے رہے' اسی کو رکوع میں اور اسی کو سجدے میں پڑھتے رہے۔ وہ آیت یہی ہے صبح کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ آج کی رات تو آپ نے اسی ایک آیت میں گذاری رکوع میں بھی اسی کی تلاوت رہی اور سجدے میں بھی۔ آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی شفاعت کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمالیا۔ پس میری یہ شفاعت ہر موحد شخص کے لیے ہو گی۔ [2] ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مسند احمد کی اور حدیث میں ہے حضرت جسرہ بنت دجاجہ عمرے کے ارادے سے جاتی ہیں جب ربذہ میں پہنچتی ہیں تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث سنتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ فرضوں کے بعد دیکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں مشغول ہیں تو آپ اپنے خیمے کی طرف تشریف لے گئے۔ جب جگہ خالی ہوگئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم چلے گئے تو آپ واپس تشریف لائے اور نماز میں کھڑے ہو گئے میں بھی آ گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو آپ نے اپنی دائیں طرف کھڑا ہونے کا مجھے اشارہ کیا' میں دائیں جانب آ گیا۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آئے اور وہ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنی بائیں طرف کھڑے ہونے کا اشارہ کیا چنانچہ وہ آ کر بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ اب ہم تینوں نے اپنی اپنی نماز شروع کی الگ الگ تلاوت قرآن اپنی نماز میں کر رہے تھے اور حضور علیہ السلام کی زبان مبارک پر ایک ہی آیت تھی۔ بار بار اسی کو پڑھ رہے تھے جب صبح ہوئی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ذرا حضور ﷺ سے دریافت تو کرو کہ رات کو ایک ہی آیت کے پڑھنے کی کیا وجہ تھی؟ انہوں نے کہا اگر حضور ﷺ خود کچھ فرمائیں تو اور بات ہے ورنہ میں تو کچھ بھی نہ پوچھوں گا۔ اب میں نے خود ہی جرات کر کے آپ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں' سارا قرآن تو آپ پر اترا ہے اور آپ کے سینے میں ہے پھر آپ نے ایک ہی آیت میں ساری رات کیسے گذار دی؟ اگر کوئی اور ایسا کرتا تو ہمیں تو بہت برا معلوم ہوتا۔ آپ نے فرمایا اپنی امت کے لیے دعا کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا پھر کیا جواب ملا؟ آپ نے فرمایا اتنا اچھا' ایسا پیارا' اس قدر آسانی والا کہ اگر عام لوگ سن لیں تو ڈر ہے کہ کہیں نماز بھی نہ چھوڑ بیٹھیں۔ میں نے کہا مجھے اجازت ہے کہ میں لوگوں میں یہ خوشخبری پہنچا دوں؟ آپ نے اجازت دی۔ میں ابھی کچھ ہی دور گیا ہوں گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ اگر یہ خبر آپ نے عام طور پر کرادی تو ڈر ہے کہ کہیں لوگ عبادت سے بے پرواہ نہ ہو جائیں۔ تو آپ نے آواز دی کہ لوٹ آؤ چنانچہ وہ لوٹ

---

[1] [حسن : نسائی : کتاب الافتتاح : باب ترديد الاية (١٠١١) ابن ماجه : كتاب الصلوات : باب ما جآء فى القرائة فى صلاة الليل (١٣٥٠) بزار فى كشف الاستار (٣٥٠/١) طحاوى فى شرح معانى الآثار (٣٤٧/١) بغوى فى شرح السنة (٩١٥) ابن ابى شيبة (٤٣٩/٧) نسائى فى السنن الكبرى (١١١٦١) بيهقى فى السنن الكبرى (١٤/٣) المزى فى تهذيب الكمال (٥٤٨/٢٣)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحيح نسائى ، صحيح ابن ماجه]

[2] [حسن : مسند احمد (١٤٩/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[مسند احمد محقق (٢١٣٢٨)]

آئے اور وہ آیت ﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ﴾ [1] اخ بھی ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت کی پھر ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے میرے رب میری امت۔ اور آپ رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جا کر پوچھو کہ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اپنی امت کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جاؤ کہہ دو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے اور آپ بالکل رنجیدہ نہ ہوں گے۔ [2] مسند احمد میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے ہی نہیں یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آج آپ آئیں گے ہی نہیں۔ پھر آپ تشریف لائے اور آتے ہی سجدے میں گر پڑے اتنی دیر لگ گئی کہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں آپ کی روح پرواز نہ کر گئی ہو؟ تھوڑی دیر میں آپ نے سر اٹھایا اور فرمانے لگے مجھ سے میرے رب عزوجل نے میری امت کے بارے میں دریافت فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے عرض کیا کہ باری تعالیٰ وہ تیری مخلوق ہے وہ سب تیرے بندے اور تیرے غلام ہیں۔ تجھے اختیار ہے۔ پھر مجھ سے دوبارہ میرے اللہ نے دریافت فرمایا میں نے پھر بھی یہی جواب دیا تو مجھ سے اللہ عزوجل نے فرمایا اے نبی (ﷺ) میں آپ کو آپ کی امت کے بارے میں کبھی شرمندہ نہ کروں گا۔ سنو مجھے میرے رب نے خوشخبری دی ہے کہ سب سے پہلے میری امت میں سے میرے ساتھ ستر ہزار شخص جنت میں جائیں گے۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار شخص جنت میں جائیں گے۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے' ان سب پر حساب کتاب مطلقاً نہیں۔ پھر میری طرف پیغام بھیجا کہ میرے حبیب مجھ سے دعا کرو میں قبول فرماؤں گا مجھ سے مانگو میں دوں گا میں نے اس قاصد سے کہا کہ جو میں مانگوں مجھے ملے گا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں اسی لیے تو مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔ چنانچہ میرے رب نے بہت کچھ عطا فرمایا۔ میں یہ سب کچھ فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا۔ مجھے میرے رب نے بالکل بخش دیا' اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے حالانکہ زندہ سلامت چل پھر رہا ہوں۔ مجھے میرے رب نے یہ بھی عطا فرمایا کہ میری تمام امت قحط سالی کی وجہ سے بھوک کے مارے ہلاک نہ ہو گی اور نہ سب کے سب مغلوب ہو جائیں گے۔ مجھے میرے رب نے حوض کوثر دیا ہے' وہ جنت کی ایک نہر ہے جو میرے حوض میں بہ رہی ہے۔ مجھے اس نے عزت' مدد اور رعب دیا ہے جو میرے امتیوں کے آگے آگے مہینہ بھر کی راہ پر چلتا ہے۔ تمام نبیوں میں سب سے پہلے میں جنت میں جاؤں گا۔ میرے اور میری امت کے لیے غنیمت کا مال حلال طیب کر دیا گیا وہ سختیاں جو پہلوں پر تھیں ہم پر سے ہٹا دی گئیں اور ہمارے دین میں کسی طرح کی کوئی تنگی نہیں رکھی گئی۔ [3]

---

(1) [حسن: مسند احمد (٥/١٧٠)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[مسند احمد محقق (٢١٤٩٥)]

(2) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب دعآء النبی لامته (٢٠٢) تفسیر ابن ابی حاتم (١٢٥٤٤) نسائی فی السنن الکبری (١١٢٦٩)]

(3) [ضعیف: مسند احمد (٥/٣٩٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ اس میں ابن لھیعہ راوی ضعیف ہے۔[مسند احمد محقق (٢٣٣٣٦)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ تاہم امام ہیثمیؒ نے اسے شواہد کی بنا پر حسن کہا ہے۔[مجمع الزوائد (١٦٧١١)]

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوۡمُ يَنۡفَعُ الصّٰدِقِيۡنَ صِدۡقُهُمۡ ؕ لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا

الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۱۹﴾

لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا فِيۡهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۲۰﴾

اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا' ان ہی کو وہ جنتیں ملیں گی جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ ان سے خوش اور یہ رب سے راضی' یہی تو زبردست کامیابی ہے ○ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے' وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے ○

روز قیامت اہل توحید ہی کامیاب ہوں گے: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو ان کی بات کا جو جواب قیامت کے دن ملے گا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ آج کے دن موحدوں کو توحید نفع دے گی' وہ ہمیشگی والی جنت میں جائیں گے۔ وہ اللہ سے خوش ہوں گے اور اللہ ان سے خوش ہو گا۔ فی الواقع رب کی رضامندی زبردست چیز ہے۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا۔ اور ان سے کہے گا تم جو چاہو مجھ سے مانگو میں دوں گا' وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی طلب کریں گے' اللہ تعالیٰ سب کے سامنے اپنی رضامندی کا اظہار کرے گا۔ [1] پھر فرماتا ہے یہ کیسی بے مثل کامیابی ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ جیسے اور جگہ ہے اسی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کی کوشش کرنی چاہیے اور آیت میں ہے رغبت کرنے والے اس کی رغبت کر لیں۔

پھر فرماتا ہے سب کا خالق' سب کا مالک' سب پر قادر' سب کا متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر چیز اسی کی ملکیت میں اسی کے قبضے میں اسی کی چاہت میں ہے۔ اس جیسا کوئی نہیں' نہ کوئی اس کا وزیر و مشیر ہے' نہ کوئی نظیر و عدیل ہے نہ اس کی ماں ہے' نہ باپ' نہ اولاد' نہ بیوی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ کوئی اس کے سوا رب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ سب سے آخری سورت یہی سورۂ مائدہ اتری ہے۔ [2] الحمد للہ سورہ مائدہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

---

[1] [**ضعیف**: تفسیر ابن ابی حاتم (۱۲۵٦/٤)] اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم اور عثمان بن عمیر دو راوی ضعیف ہیں۔ [دیکھئے: میزان (۵۵۰۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[2] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة المائدة (۳۰٦۳) مستدرك حاكم (۳۱۱/۲) بیهقی فی السنن الکبری (۱۷۲/۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] جبکہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

تفسیر سورۃ الانعام

یہ سورت مکے میں اتری ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ پوری سورت ایک ہی مرتبہ ایک ساتھ ہی ایک ہی رات میں مکہ شریف میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے اردگرد ستر ہزار فرشتے تھے جو تسبیح پڑھ رہے تھے۔ (۱) ایک روایت میں ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جا رہے تھے فرشتوں کی کثرت زمین سے آسمان تک تھی۔ یہ ستر ہزار فرشتے اس سورت کے پہنچانے کے لئے آئے تھے۔ (۲) مستدرک حاکم میں ہے۔ اس سورت کے نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اس مبارک سورت کو پہنچانے کے لئے اس قدر فرشتے آئے تھے کہ آسمان کے کنارے دکھائی نہیں دیتے تھے"۔ (۳) ابن مردویہ میں یہ بھی ہے کہ فرشتوں کی اس وقت کی تسبیح نے ایک گونج پیدا کر دی تھی زمین گونج رہی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم پڑھ رہے تھے۔ (۴) ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ" مجھ پر سورہ انعام ایک دفعہ ہی اتری۔ اس کے ساتھ ستر فرشتے تھے جو تسبیح و حمد بیان کر رہے تھے۔" (۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۞ ١ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ
مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۞ ٢ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ
سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۞ ٣

---

(۱) [**ضعیف** : طبرانی کبیر (۱۲۹۳۰)] اس کی سند میں ابن جدعان راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [**ضعیف** : طبرانی کبیر (۲۴/۱۷۸)] اس کی سند میں شہر بن حوشب اور لیث راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو بھی ضعیف کہا ہے۔]

(۳) [**ضعیف و منقطع** : مستدرك حاكم (۲/۳۱۵) السلسلة الضعيفة (تحت الحديث ، ۵۶۲۷)]

(۴) [**ضعیف** : طبرانی اوسط (۶۴۴۳) بیهقی فی شعب الایمان (۲۴۳۳) الدر المنثور للسیوطی (۳/۳) ابو بکر اسماعیلی فی المعجم (۲/۵۵۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت ہے۔]

(۵) [**ضعیف** : طبرانی صغیر (۲۲۰) ، (۱/۸۱) مجمع الزوائد (۷/۲۰) الدر المنثور (۳/۳) ابو نعیم فی الحلیة (۳/۴۴)] اس کی سند میں یوسف بن عطیہ راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

دریا دلی کرنے والے معافیاں دینے والے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع

سب تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں جس نے تمام آسمان وزمین پیدا کئے ہیں اور جس نے اندھیروں اور روشنی کو پیدا کیا ہے' پھر بھی کفار لوگ اپنے رب کے شریک ٹھہرا رہے ہیں ○ اسی نے تم سب کو مٹی سے پیدا کر کے ایک وقت مقرر کر دیا ہے اور معین کردہ نامزد وقت اسی کے نزدیک ہے پھر بھی تم شک کر رہے ہو ○ وہی معبود برحق ہے آسمانوں میں اور زمین میں وہ تمہارے بھیدوں کو اور ظاہر احوال کو خوب جانتا ہے اور جو کچھ تم عمل کر رہے ہو اسے بھی وہ جانتا ہے ○

اللہ تعالیٰ کی چند عظیم صفات: اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کر رہا ہے گویا ہمیں اپنی تعریفوں کا حکم دے رہا ہے' اس کی تعریف جن امور پر ہے ان میں سے ایک زمین و آسمان کی پیدائش بھی ہے دن کی روشنی اور رات کا اندھیرا بھی ہے اندھیرے کو جمع کے لفظ سے اور نور کو واحد کے لفظ سے لانا نور کی شرافت کی وجہ سے ہے۔ جیسے فرمان ربانی ﴿عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ﴾ [1] میں اور اس سورت کے آخری حصے کی آیت ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ [2] میں یہاں بھی راہ راست کو واحد رکھا اور غلط راہوں کو جمع کے لفظ سے بتایا۔ باوجود یہ کہ اللہ ہی قابل حمد ہے' کیونکہ وہی خالق کل ہے مگر پھر بھی کافر لوگ اپنی نادانی سے اس کے شریک ٹھہرا رہے ہیں کبھی بیوی اور اولاد قائم کرتے ہیں کبھی شریک اور ساجھی ثابت کرنے بیٹھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک ہے۔

اس رب نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر تمہیں اس کی نسل سے مشرق مغرب میں پھیلا دیا۔ موت کا وقت بھی اسی کا مقرر کیا ہوا ہے۔ آخرت کے آنے کا وقت بھی اسی کا مقرر کیا ہوا ہے۔ پہلی اجل سے مراد دنیاوی زندگی دوسری اجل سے مراد قبر کی رہائش۔ گویا پہلی اجل خاص ہے یعنی ہر شخص کی عمر اور دوسری اجل عام ہے یعنی دنیا کی انتہا اور اس کا خاتمہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے کہ ﴿قَضٰٓى اَجَلًا﴾ سے مراد مدت دنیا ہے اور ﴿اَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ سے مراد عمر انسان ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کا استدلال آنے والی آیت ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ﴾ سے ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا﴾ سے مراد نیند ہے جس میں روح قبض کی جاتی ہے' پھر جاگنے کے وقت لوٹا دی جاتی ہے۔ اور اجل مسمی سے مراد موت ہے یہ قول غریب ہے۔ ﴿عِنْدَهٗ﴾ سے مراد اس کے علم کا اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہونا ہے جیسے فرمایا ﴿اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ﴾ [3] یعنی قیامت کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہی ہے۔ سورۃ نازعات میں بھی فرمان ہے کہ لوگ تجھ سے قیامت کے صحیح وقت کا حال دریافت کرتے ہیں حالانکہ تجھے اس کا علم کچھ بھی نہیں وہ تو صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ [4] باوجود اتنی پختگی کے اور باوجود کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہونے کے پھر بھی لوگ قیامت کے آنے نہ آنے میں تردد اور شک کر رہے ہیں۔ اس کے بعد جو ارشاد جناب باری نے فرمایا

---

[1] [سورۃ النحل: آیت ۴۸]
[2] [سورۃ الانعام: آیت ۱۵۳]
[3] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۸۷]
[4] سورۃ النازعات: آیت ۴۲-۴۴]

ہے۔ اس میں مفسرین کے تین ایک اقوال ہیں لیکن کسی کا بھی وہ مطلب نہیں جو جہمیہ لے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے ہر جگہ ہے۔ نعوذ باللہ اللہ کی برتر و بالا ذات اس سے بالکل پاک ہے۔ آیت کا بالکل صحیح مطلب یہ ہے کہ آسمانوں میں بھی اسی کی ذات کی عبادت کی جاتی ہے اور زمینوں میں بھی۔ اسی کی الوہیت وہاں بھی ہے اور یہاں بھی۔ اوپر والے اور نیچے والے سب اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں۔ سب کی اسی سے امیدیں وابستہ ہیں اور سب کے دل اسی سے لرز رہے ہیں جن وانس سب اسی کی الوہیت اور بادشاہی مانتے ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰـهٌ ﴾ [1] الخ، یعنی وہی آسمانوں میں معبود برحق ہے اور وہی زمین میں معبود برحق ہے، یعنی آسمانوں میں جو ہیں سب کا معبود وہی ہے اور اسی طرح زمین والوں کا بھی سب کا معبود وہی ہے۔ اب اس آیت کا اور جملہ ﴿ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ ﴾ خبر ہو جائے گا یا حال سمجھا جائے گا اور یہ بھی قول ہے کہ اللہ وہ ہے جو آسمانوں کی سب چیزوں کو اور زمین کی سب چیزوں کو چاہے وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ جانتا ہے۔ پس ﴿ یَعْلَمُ ﴾ متعلق ہوگا ﴿ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ﴾ کا اور تقدیر آیت یوں ہو جائے گی ﴿ وَهُوَ اللّٰهُ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴾ ایک قول یہ بھی ہے کہ ﴿ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ ﴾ پر وقف تام ہے، اور پھر جملہ مستانفہ کے طور پر خبر ہے کہ ﴿ وَفِی الْاَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ ﴾ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی تیسرے قول کو پسند کرتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے تمہارے کل اعمال سے خیر و شر سے وہ واقف ہے۔

وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۴﴾ فَقَدْ
كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۵﴾
اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ
لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ
بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۶﴾

ان کے پاس ان کے رب کی جو بھی نشانی آئی یہ اس سے منہ موڑتے ہی رہے ○ یہ حق بھی جب ان کے پاس آیا انہوں نے اسے بھی ناحق کہا، یہ جسے مذاق میں اڑاتے رہے اس کی خبریں ان کے پاس عنقریب پہنچ جائیں گی ○ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے ان جماعتوں کو تہ و بالا کر دیا ہے جنہیں ہم نے زمین میں وہ قوت و طاقت دے رکھی تھی کہ تمہیں تو ویسی دی بھی نہیں ہم نے ان پر بارش کی بھی ریل پیل کر رکھی تھی اور ان کے مکانات کے نیچے سے چشمے جاری تھے آخر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں نیست و نابود کر دیا اور ان کے بعد اور نئی جماعتیں پیدا کر دیں ○

نافرمانوں کے لیے عبرت کا مقام: کفار کی سرکشی کی انتہا بیان ہو رہی ہے کہ ہر امر کی تکذیب پر گویا انہوں نے

[1] [سورۃ الزخرف: آیت ۸۴]

کمر باندھ لی ہے۔ نیت کرکے بیٹھے ہیں کہ جو نشانی دیکھیں گے اسی کا انکار کریں گے۔

ان کی یہ خطرناک روش انہیں ایک دن ذلیل کرے گی اور وہ ذائقہ آئے گا کہ ہونٹ کاٹتے رہیں۔ یہ یوں نہ سمجھیں کہ ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے نہیں بلکہ عنقریب انہیں اللہ کی پکڑ ہوگی۔ کیا ان سے پہلے کے ایسے سرکشوں کے حالات ان کے کان میں نہیں پڑے؟ کیا ان کے عبرتناک انجام ان کی نگاہوں کے سامنے نہیں؟ وہ تو قوت طاقت میں اور زور میں ان سے بہت بڑھے چڑھے ہوئے تھے۔ وہ اپنی رہائش میں اور زمین کو بسانے میں ان سے کہیں زیادہ آگے تھے۔ ان کے لاؤ لشکر' ان کی جاہ وعزت' غرور وتمکنت ان سے کہیں زیادہ تھی۔ ہم نے انہیں خوب مست بنا رکھا تھا۔ بارشیں پے در پے حسب ضرورت ان پر برابر برسا کرتی تھیں۔ زمین ہر وقت تر و تازہ رہتی تھی چاروں طرف پانی کی ریل پیل کی وجہ سے آبشاریں اور چشمے صاف شفاف پانی کے بہتے رہتے تھے۔ جب وہ تکبر میں آ گئے' ہماری نشانیوں کی حقارت کرنے لگے تو آخر نتیجہ یہ ہوا کہ برباد کر دیئے گئے۔ تہس نہس ہو گئے' بھوسی اڑ گئی۔ لوگوں میں ان کے افسانے باقی رہ گئے اور ان میں سے ایک بھی نہ بچا حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے اور ان کے بعد ان کے قائم مقام اور زمانہ آیا۔ اگر وہ بھی اسی روش پر چلا تو یہی سلوک ان کے ساتھ بھی ہوا۔ اتنی نظیریں جب تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں پھر بھی تم عبرت حاصل نہیں کرتے' یہ کس قدر تمہاری غفلت ہے' یاد رکھو تم کچھ اللہ کے ایسے لاڈلے نہیں ہو کہ جن کاموں کی وجہ سے اوروں کو وہ تباہ کر دے وہ کام تم کرتے رہو اور تباہی سے بچ جاؤ۔ اسی طرح جن رسولوں کو جھٹلانے اور ان کو نہ ماننے کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے ان رسولوں سے کسی طرح یہ رسول کم درجے کے نہیں بلکہ ان سے زیادہ اللہ کے ہاں یہ باعزت ہیں۔ یقین مانو کہ پہلوں سے بھی سخت اور نہایت سخت عذاب تم پر آئیں گے' پس تم اپنی اس غلط روش کو چھوڑ دو۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے تمہاری بدترین اور انتہائی شرارتوں کے باوجود تمہیں ڈھیل دے رکھی ہے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا
لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا
يَلْبِسُوْنَ ۝ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا
كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ۧ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ ع
الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

اگر ہم کاغذ پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل فرماتے جسے یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تاہم منکر لوگ تو یہی کہتے کہ یہ تو صاف صریح جادو ہی ہے ○ یہ کہتے تو ہیں کہ اس نبی (ﷺ) کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ اگر ہم فرشتے ہی کو بھیجتے تو کام ہی فیصل کر دیا جاتا اور مہلت ہی نہ دیئے جاتے ○ بالفرض اگر ہم اسے فرشتہ ہی بناتے تب بھی لامحالہ

بصورت انسانی کرتے پھر بھی جو شبہ وہ اب کرتے ہیں وہی اشتباہ ہم ان پر ڈالتے ○ تجھ سے پہلے کے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا بالآخران مذاق اڑانے والوں پر ان کے مذاق کا وبال آ ہی پڑا ○ کہہ دے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھ بھال لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا کچھ انجام ہوا ○

پیغمبر کا انسان ہونا بھی اللہ کا ایک احسان: کفار کی ضد اور سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ یہ تو حق کے دشمن ہیں۔ بالفرض یہ کتاب اللہ کو آسمان سے اترتی ہوئی اپنی آنکھوں دیکھ لیتے اور اپنے ہاتھ لگا کر اسے اچھی طرح معلوم کر لیتے پھر بھی ان کا کفر نہ ٹوٹتا اور یہ کہہ دیتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ محسوسات کا انکار بھی ان پر بھاری نہیں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ① الخ یعنی اگر ہم آسمان کا دروازہ کھول دیتے اور یہ خود اوپر چڑھ جاتے' جب بھی یہی کہتے کہ ہماری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ اور ایک آیت میں ہے ﴿وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا﴾ ② الخ' غرض کہ جن باتوں کے ماننے کے عادی نہیں انہیں ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی ایمان نصیب نہیں ہونے کا۔

یہ کہتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ سچے رسول ہیں تو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کی ڈیوٹی کیوں نہیں لگائی؟ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ ان کی اس بے ایمانی پر اگر فرشتے آ جاتے تو پھر تو کام ہی ختم کر دیا جاتا۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ③ الخ' یعنی فرشتوں کو ہم حق کے ساتھ ہی اتارتے ہیں۔ اگر یہ آ جائیں تو پھر مہلت و تاخیر ناممکن ہے۔ اور جگہ ہے ﴿يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾ ④ الخ' جس دن یہ لوگ فرشتوں کو دیکھ لیں گے اس دن گنہگاروں کو کوئی بشارت نہیں ہوگی الخ۔

پھر فرماتا ہے بالفرض رسول ﷺ کے ساتھ کوئی فرشتہ ہم اتارتے۔ یا خود فرشتے ہی کو اپنا رسول بنا کر انسانوں میں بھیجتے تو لامحالہ اسے بصورت انسانی ہی بھیجتے تاکہ یہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھ اٹھ سکیں۔ بات چیت کر سکیں اس سے حکم احکام سیکھ سکیں۔ یکجہتی کی وجہ سے طبیعت مانوس ہو جائے اور اگر ایسا ہوتا تو پھر انہیں اسی شک کا موقعہ ملتا کہ نہ جانیں یہ سچ مچ فرشتہ ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ بھی انسان جیسا ہے' اور آیت میں ہے ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ﴾ ⑤ الخ' یعنی اگر زمین میں فرشتوں کی آبادی ہوتی تو ہم ان کی طرف فرشتے ہی کو رسول بنا کر نازل فرماتے۔ پس درحقیقت اس رب محسن کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ انسانوں کی طرف انہی کی جنس میں سے انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا۔ تاکہ اس کے پاس اٹھ بیٹھ سکیں اس سے پوچھ گچھ لیں اور ہم جنسی کی وجہ سے خلط ملط ہو کر فائدہ اٹھا سکیں۔ چنانچہ ارشاد ہے ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ

---

① [سورة الحجر: آیت ١٤-١٥] ② [سورة الطور: آیت ٤٤]

③ [سورة الحجر: آیت ٨] ④ [سورة الفرقان: آیت ٤٢]

⑤ [سورة الاسراء: آیت ٩٥]

انفسهم ﴾ ① یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک زبردست احسان مسلمانوں پر یہ بھی ہے کہ اس نے انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو آیات الٰہیہ ان کے سامنے تلاوت کرتا رہتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر فرشتہ ہی اترتا تو چونکہ اس نور محض کو یہ لوگ دیکھ ہی نہیں سکتے اس لیے اسے انسانی صورت میں ہی بھیجتے تو پھر بھی ان پر شبہ ہی رہتا۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسکین اور تسلی دیتا ہے کہ آپ دل گرفتہ نہ ہوں آپ سے پہلے بھی جتنے انبیاء علیہم السلام آئے ان کا بھی مذاق اڑایا گیا لیکن بالآخر مذاق اڑانے والے تو برباد ہو گئے اسی طرح آپ کے ساتھ بھی جو لوگ بے ادبی سے پیش آتے ہیں ایک روز پیس دیئے جائیں گے۔

لوگو! ادھر ادھر پھر پھرا کر عبرت کی آنکھوں سے ان کے انجام کو دیکھو جنہوں نے تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بدسلوکی کی' ان کی نہ مانی اور ان پر پھبتیاں کسیں دنیا میں بھی وہ خراب وخستہ ہوئے اور آخرت کی مار ابھی باقی ہے۔ رسولوں کو اور ان کے ماننے والوں کو ہم نے یہاں بھی ترقی دی اور وہاں بھی انہیں بلند درجے عطا فرمائے۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَهٗ مَا
سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَ النَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۳ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ
مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۴ قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ
عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۵ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝۱۶

پوچھ تو کہ آسمان وزمین کی تمام چیزوں کا مالک کون ہے؟ جواب دے کہ اللہ ہی ہے' اس نے اپنے اوپر رحم کرنا واجب کرلیا ہے' قیامت کے دن وہ تم سب کو یقیناً جمع کرے گا اس میں ذرا سا بھی شبہ نہیں' ایمان سے محروم وہی رہتے ہیں جو اپنے آپ کو نقصان میں ڈالتے ہیں ○ اسی کا ہے جو بستا ہے رات میں اور دن میں' اور وہی سنتا جانتا ہے ○ کہہ دے کہ کیا میں اللہ کے سوا اور کسی کو اپنا مددگار بنالوں؟ جو اللہ آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جو سب کو روزیاں دیتا ہے اور خود کھانے پینے کی حاجت سے پاک ہے' مجھ سے تو یہ فرمایا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرمانبردار بن جاؤں خبردار ہرگز مشرکوں میں نہ ہو جانا ○ میں تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بہت بڑے عذاب کے دن سے ڈر رہا ہوں ○ جس سے اس دن کا عذاب دور کردیا گیا یقیناً اس پر اللہ کا کرم ہوا۔ بہت بڑی مراد مل جانی یہی ہے ○

آسمان وزمین کی ہر چیز کا مالک اللہ ہی: آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے' سب اللہ کا ہے' اس نے اپنے نفس مقدس پر رحمت لکھ لی ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو جب پیدا کیا تو ایک کتاب لکھی

---

① [سورۃ ال عمران: آیت ١٦٤]

جو اس کے پاس اس کے عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ [1] پھر اپنے پاک نفس کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا اور وہ دن یقیناً آنے والا ہے شکی لوگ چاہے شک وشبہ کریں لیکن وہ ساعت اٹل ہے۔ حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ کیا اس دن پانی بھی ہوگا؟ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس دن پانی ہوگا' اولیاء اللہ ان حوضوں پر آئیں گے جو انبیاء کے ہوں گی۔ ان حوضوں کی نگہبانی کے لیے ایک ہزار فرشتے نور کی لکڑیاں لیے ہوئے مقرر ہوں گے جو کافروں کو وہاں سے ہٹا دیں گے۔ یہ حدیث ابن مردویہ میں ہے لیکن ہے غریب۔ [2] ترمذی شریف کی حدیث میں ہے ''ہر نبی کے لیے حوض ہوگا مجھے امید ہے کہ سب سے زیادہ لوگ میرے حوض پر آئیں گے''۔ [3] جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور اس دن کو نہیں مانتے وہ اپنی جانوں سے خود ہی دشمنی رکھتے ہیں اور اپنا نقصان آپ ہی کرتے ہیں۔

زمین وآسمان کی ساکن چیزیں یعنی کل مخلوق اللہ کی ہی پیدا کردہ ہے اور سب اس کے ماتحت ہے' سب کا مالک وہی ہے۔ وہ سب کی باتیں سننے والا اور سب کی حرکتیں جاننے والا ہے' چھپا کھلا اس پر روشن ہے۔

پھر اپنے نبی ﷺ کو جنہیں توحید خالص کے ساتھ اور کامل شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ حکم دیتا ہے کہ آپ اعلان کر دیں کہ آسمان وزمین پیدا کرنے والے اللہ کے سوا میں کسی اور کو اپنا دوست ومددگار نہیں جانتا۔ وہ ساری مخلوق کا رازق ہے سب اس کے محتاج ہیں اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔ فرماتا ہے میں نے تمام انسانوں جنوں کو اپنی غلامی اور عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ ایک قرات میں ﴿ وَلَا يَطْعَمُ ﴾ بھی ہے یعنی وہ خود نہیں کھاتا۔ قبا کے رہنے والے ایک انصاری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم بھی آپ کے ساتھ گئے۔ جب حضور ﷺ کھانا تناول فرما کر ہاتھ دھو چکے تو آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جو سب کو کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا۔ اس کے بہت بڑے احسان ہم پر ہیں کہ اس نے ہمیں ہدایت دی اور کھانے پینے کو دیا اور تمام بھلائیاں عطا فرمائیں اللہ کا شکر ہے جسے ہم پورا ادا کر ہی نہیں سکتے اور نہ اسے چھوڑ سکتے ہیں' ہم اس کی ناشکری نہیں کرتے' نہ اس سے کسی وقت ہم بے نیاز ہو سکتے ہیں' الحمد للہ اللہ نے ہمیں کھانا کھلایا' پانی پلایا' کپڑے پہنائے' گمراہی سے نکال کر راہ راست دکھائی' اندھے پن سے ہٹا کر آنکھیں عطا فرمائیں اور اپنی بہت

---

[1] [صحیح: صحيح بخاري : كتاب بدء الخلق : باب ماجآء في قول الله تعالى وهو الذي يبدؤ الخلق ثم يعيده (٣١٩٤)، (٧٤٠٤) صحيح مسلم : كتاب التوبة : باب في سعة رحمة الله تعالىٰ (٢٧٥١) ترمذي : كتاب الدعوات : باب ان رحمتي تغلب غضبي (٣٥٤٣) ابن ماجه : مقدمه (١٨٩) مسند احمد (٣١٣/٢) تفسير ابن جرير الطبري (١٣٠٩٩) صحيح ابن حبان (٦١٤٣-٦١٤٤)]

[2] [ضعیف: شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت ہے۔ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، زبیر بن شبیب اور محسن دونوں نامعلوم ہیں۔]

[3] [صحیح: ترمذي : كتاب صفة القيامة : باب ماجآء في صفة الحوض (٢٤٤٣)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ترمذي، السلسلة الصحيحة (١٥٨٩) المشكاة (٥٥٩٤)]

سی مخلوق پر نہیں فضیلت عنایت فرمائی۔ اللہ ہی کے لیے سب تعریفیں مخصوص ہیں جو تمام جہان کا پالنہار ہے۔ ①

پھر فرماتا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ اعلان کر دو کہ مجھے حکم ملا ہے کہ اس امت میں سب سے پہلے اللہ کا غلام میں بن جاؤں۔ پھر فرماتا ہے خبردار ہرگز ہرگز مشرکوں سے نہ ملنا۔

یہ بھی اعلان کر دیجیے کہ مجھے خوف ہے اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو مجھے قیامت کے دن عذاب ہوں گے جو اس روز عذابوں سے محفوظ رکھا گیا یقین مانا کہ اس پر رحمتِ رب نازل ہوئی۔ سچی کامیابی یہی ہے۔ اور آیت میں فرمایا ہے جو بھی جہنم سے ہٹا دیا گیا اور جنت میں پہنچا دیا گیا اس نے منہ مانگی مراد پالی۔ ② ﴿فَوْزٌ﴾ کے معنی نفع مل جانے اور نقصان سے بچ جانے کے ہیں۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑰ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ⑱ قُلْ اَيُّ
شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ڨ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰي ۭ قُلْ لَّآ
اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ⑲ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۗءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑳ ع
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ㉑

اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی نقصان پہنچائے تو اسے ہٹانے والا بھی بجز اس کے کوئی نہیں' اور اگر وہ تجھے کوئی نفع پہنچائے تو بھی وہ تمام چیزوں پر قادر ہے ○ وہ اپنے تمام بندوں پر غالب ہے۔ اور وہ حکمت والا اور خبردار ہے ○ دریافت تو کر کہ سب سے بڑی معتبر گواہی والا کون ہے؟ جواب دے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے میری جانب یہ قرآن اس لیے وحی کیا گیا ہے کہ میں تمہیں بھی اور جسے یہ پہنچے اسے ہوشیار کر دوں' کیا سچ مچ تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے کہ میں تو یہ گواہی نہیں دے سکتا صاف کہہ دے کہ معبود برحق تو صرف اللہ اکیلا ہی ہے اور میں تو جن جن کو تم شریک بناتے ہو ان کا روادار ہی نہیں ○ جنہیں ہم نے اپنی کتاب عطا فرمائی ہے وہ تو اسے اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو' جو اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر رہے ہیں وہ ایمان نہیں لاتے ○ اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا؟ جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے' ظالم فلاح اور نجات نہ پائیں گے ○

---

① [صحیح: نسائی فی السنن الکبری (۱۰۱۳۳/۶) و فی عمل الیوم واللیلۃ (۳۰۱) ابن السنی فی الیوم واللیلۃ (۴۸۶) صحیح ابن حبان (۵۲۱۹) مستدرک حاکم (۵۴۶/۱) بیہقی فی شعب الایمان (۴۳۷۷/۴) الدر المنثور للسیوطی (۱۲/۳)] امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

② [سورۃ ال عمران: آیت ۱۸۵]

نفع ونقصان کا مالک اللہ ہی: اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ نفع ونقصان کا مالک وہی ہے اپنی مخلوق میں جیسی وہ چاہے تبدیلیاں کرتا ہے اس کے احکام کو کوئی ٹال نہیں سکتا اس کے فیصلوں کو کوئی رد نہیں کرسکتا اسی آیت جیسی آیت ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ﴾ [1] الخ ہے یعنی اللہ مقتدر اعلیٰ جسے جو رحمت دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جس سے وہ روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ اس آیت میں خاص اپنے نبی ﷺ کو خطاب کر کے بھی یہی فرمایا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے اے اللہ جسے تو دے اس سے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ [2] اس کے بعد فرماتا ہے وہ اپنے بندوں پر قاہر وغالب ہے۔ سب کی گردنیں اس کے سامنے پست ہیں۔ سب بڑے اس کے سامنے چھوٹے ہیں۔ ہر چیز اس کے قبضے اور قدرت میں ہے تمام مخلوق اس کی تابعدار ہے۔ اس کے جلال' اس کی کبریائی' اس کی عظمت' اس کی بلندی' اس کی قدرت تمام چیزوں پر ہے۔ ہر ایک کا مالک وہی ہے۔ حکم اسی کا چلتا ہے۔ حقیقی شہنشاہ اور کامل قدرت والا وہی ہے۔ اپنے تمام کاموں میں وہ باحکمت ہے۔ وہ ہر چھوٹی بڑی چھپی کھلی چیز سے باخبر ہے۔ وہ جسے جو دے وہ بھی حکمت سے اور جس سے جو روک لے وہ بھی حکمت سے ہے۔

پھر فرماتا ہے پوچھو تو سب سے بڑا اور زبردست اور بالکل سچا گواہ کون ہے؟ جواب دے کہ مجھ میں تم میں اللہ ہی گواہ ہے۔ جو میں تمہارے پاس لایا ہوں اور جو تم مجھ سے کر رہے ہو اسے وہ خوب دیکھ بھال رہا ہے' اور بخوبی جانتا ہے۔ میری جانب اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم سب حاضرین کو بھی اس سے آگاہ کر دوں۔ اور جسے بھی یہ پہنچی اس تک میرا پیغام پہنچ جائے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ [3] یعنی دنیا کے تمام لوگوں میں جو بھی اس قرآن سے انکار کرے اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جسے قرآن پہنچ گیا اس نے گویا خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا بلکہ گویا آپ سے باتیں کر لیں اور اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کا دین پیش کر دیا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے اللہ کا پیغام اس کے بندوں کو پہنچاؤ جسے ایک آیت قرآنی پہنچ گئی اسے اللہ کا امر پہنچ گیا۔ [4] حضرت ربیع بن انس رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

---

[1] [سورۃ فاطر: آیت ۲]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب الذکر بعد الصلاۃ (۸۴۴) و کتاب القدر (۶۶۱۵) صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفۃ (۵۹۳) نسائی: کتاب السہو: باب نوع آخر من القول عند انقضاء الصلاۃ (۱۳۴۲) ابوداؤد: کتاب الصلاۃ: باب مایقول الرجل اذا سلم (۱۵۰۵) مسند احمد (۲۵۰/۴)]

[3] [سورۃ ھود: آیت ۱۷]

[4] [مرسل وضعیف: تفسیر عبد الرزاق (۷۸۱) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳۱۲۲) تفسیر ابن ابی حاتم (۷۱۶۶/۴) الدر المنثور للسیوطی (۱۳/۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے مرسل کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے مرسل یعنی ضعیف کہتے ہیں۔]

اللہ کے نبی ﷺ کے تمام تابع فرمان لوگوں پر حق ہے کہ وہ کل دعوت رسول ﷺ کے لوگوں کو دعوت خیر دیں۔ اور جن چیزوں اور کاموں سے آپ نے ڈرا دیا ہے یہ بھی اس سے ڈراتے رہیں مشرکو تم چاہے اللہ کے ساتھ اور معبود بھی بتاؤ لیکن میں تو ہرگز ایسا نہیں کروں گا جیسے اور آیت میں ہے ﴿فَإِن شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ﴾ [1] یہ گوشہادت دیں لیکن تو ان کا ہمنوا نہ بن۔ یہاں فرمایا تم صاف کہہ دو کہ اللہ تو ایک ہی ہے اور تمہارے تمام معبودان باطل سے میں الگ تھلگ ہوں۔ میں ان سب سے بیزار ہوں۔ کسی کا بھی روادار نہیں۔

پھر فرماتا ہے یہ اہل کتاب اس قرآن کو اور اس نبی علیہ السلام کو خوب جانتے ہیں جس طرح انسان اپنی اولاد سے واقف ہوتا ہے اسی طرح یہ لوگ آپ سے اور آپ کے دین سے واقف اور باخبر ہیں۔ کیونکہ خود ان کی کتابوں میں یہ سب خبریں موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے وجود کی آپ کی نبوت کی خبریں ان کی آسمانی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ آپ کی صفتیں، آپ کا وطن، آپ کی ہجرت، آپ کی امت کی صفت، ان تمام چیزوں سے یہ لوگ آگاہ ہیں اور ایسے صاف طور پر کہ جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔ پھر ایسے ظاہر باہر صاف شفاف کھلم کھلا امر سے بے ایمانی کرنا انہی کا حصہ ہے جو خود اپنا برا چاہنے والے ہوں اور اپنی جانوں کو ہلاک کرنے والے ہوں۔ حضور ﷺ کی آمد سے پہلے ہی نشان ظاہر ہو چکے۔ جو نبی ﷺ آپ سے پہلے آپ کی بشارتیں دیتا ہوا آیا۔ پھر انکار کرنا سورج چاند کے وجود سے انکار کرنا ہے۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھ لے؟ اور فی الواقع اس سے بھی زیادہ ظالم کوئی نہیں جو سچ کو جھوٹ کہے اور اپنے رب کی باتوں اور اس کی اٹل حجتوں اور روشن دلیلوں سے انکار کرے۔ ایسے لوگ فلاح سے، کامیابی سے، اپنا مقصد پانے اور نجات وآرام سے محروم محض ہیں۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ
تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾ انظُرْ
كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ
إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِن يَرَوْا كُلَّ
آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا
إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ وَإِن يُهْلِكُونَ إِلَّا
أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾

وہ دن بھی ہوگا جب ہم سب کو جمع کر کے مشرکوں سے فرمائیں گے کہ جنہیں تم اپنے گمان میں میرا شریک ٹھہراتے

[1] [سورۃ انعام: آیت ۱۵۰]

تھے وہ سب کہاں ہیں؟ ○ پھر تو ان کا جواب اور عذر یہی کہنا ہوگا کہ اللہ کی قسم ہمارے رب کی قسم ہم تو مشرک ہی نہ تھے ○ دیکھ تو انہوں نے کس طرح خود اپنے اوپر جھوٹ بولا؟ اور ان کی تمام افتراء پردازیاں غائب ہو گئیں ○ ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو تیری باتوں کی طرف کان لگاتے ہیں، ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ انہیں سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے، گو یہ تمام معجزے دیکھ لیں لیکن انہیں مانیں گے ہی نہیں، یہ تو تیرے سامنے آ کر تجھ سے لڑتے جھگڑتے ہوئے صاف کہتے ہیں کہ اس قرآن میں بجز اگلوں کی کہانیوں کے دھرا ہی کیا ہے ○ دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے رکتے ہیں، دراصل یہ اپنے آپ کو ہی غارت کر رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اسے سمجھتے بھی نہیں ○

روز قیامت مشرکین کا انجام: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حشر اپنے سامنے کرے گا پھر جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کی پرستش کرتے تھے انہیں لاجواب شرمندہ اور بے دلیل کرنے کے لیے ان سے فرمائے گا کہ جن جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ سورۂ قصص کی آیت ﴿ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ ﴾ [1] الخ میں بھی یہ موجود ہے۔

اس کے بعد کی آیت میں جو لفظ ﴿ فِتْنَتُهُمْ ﴾ ہے اس کا مطلب فتنہ سے مراد حجت و دلیل، عذر و معذرت، ابتلا اور جواب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے مشرکین کے اس انکار شرک کی بابت سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ ایک وقت یہ ہوگا کہ اللہ سے کوئی بات چھپائیں گے نہیں۔ پس ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض واختلاف نہیں جب مشرکین دیکھیں گے کہ موحد نمازی جنت میں جانے لگے تو کہیں گے آؤ ہم بھی اپنے مشرک ہونے کا انکار کر دیں۔ اس انکار کے بعد ان کی زبانیں بند کر دی جائیں گی اور ان کے ہاتھ پاؤں گواہیاں دینے لگیں گے تو اب کوئی بات اللہ سے نہ چھپائیں گے۔ یہ توجیہ بیان فرما کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تو تیرے دل میں کوئی شک باقی نہیں رہا؟ سنو بات یہ ہے کہ قرآن میں ایسی چیزوں کا دوسری جگہ بیان و توجیہ موجود ہے لیکن بے علمی کی وجہ سے لوگوں کی نگاہیں وہاں تک نہیں پہنچتیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ آیت منافقوں کے بارے میں ہے۔ لیکن یہ کچھ ٹھیک نہیں۔ اس لیے کہ آیت مکیہ ہے اور منافقوں کا وجود مکہ شریف میں تھا ہی نہیں۔ ہاں منافقوں کے بارے میں آیت ﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ ﴾ [2] الخ ہے۔ دیکھ لو کہ کس طرح انہوں نے خود اپنے اوپر جھوٹ بولا؟ اور جن جھوٹے معبودوں کا افترا انہوں نے کر رکھا تھا کیسے ان سے خالی ہاتھ ہو گئے؟ چنانچہ دوسری جگہ ہے کہ جب ان سے یہ سوال ہوگا خود یہ کہیں گے ((ضَلُّوْا عَنَّا)) وہ سب آج ہم سے دور ہو گئے۔

پھر فرماتا ہے بعض ان میں وہ بھی ہیں جو قرآن سننے کو تیرے پاس آتے ہیں لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ان کے دلوں پر پردے ہیں وہ سمجھتے ہی نہیں ان کے کان انہیں یہ مبارک آوازیں اس طرح سناتے ہی نہیں کہ یہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور احکام قرآنی کو قبول کریں۔ جیسے اور جگہ ان کی مثال ان چوپائے جانوروں سے دی گئی جو اپنے چرواہے کی آواز تو سنتے ہیں لیکن مطلب خاک نہیں سمجھتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بکثرت دلائل

[1] [سورۃ قصص: آیت ٦٢] [2] [سورۃ مجادلہ : آیت ١٨]

وبراہین اور معجزات اور نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی ایمان قبول نہیں کرتے۔ ان ازلی بدقسمتوں کے نصیب میں ایمان ہے ہی نہیں۔ یہ بے انصاف ہونے کے ساتھ ہی بے سمجھ بھی ہیں۔ اگر اب ان میں بھلائی دیکھتا تو ضرور انہیں سننے کی توفیق کے ساتھ ہی توفیق عمل وقبول بھی مرحمت فرماتا۔ ہاں انہیں اگر سوجھتی ہے تو یہ کہ اپنے باطل کے ساتھ تیرے حق کو دبادیں تجھ سے جھگڑتے ہیں اور صاف کہہ جاتے ہیں کہ یہ تو اگلوں کے افسانے ہیں جو پہلی کتابوں سے نقل کر لیے گئے ہیں۔

اس کے بعد کی آیت کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ یہ کفار خود بھی ایمان نہیں لاتے ہیں اور دوسروں کو بھی ایمان لانے سے روکتے ہیں نہ خود اتباع حق کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں۔ نہ خود حضور ﷺ کے پاس آ کر آپ سے ہدایت حاصل کرتے ہیں نہ کسی اور کو آنے دیتے ہیں۔ زیادہ ظاہر مطلب تو یہی ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اوروں کو تو ایذاء رسانی سے روکتے ہیں حضور ﷺ کی حمایت کرتے ہیں آپ کو برحق جانتے ہیں اور خود حق کو قبول نہیں کرتے۔ جیسے کہ ابوطالب کہ حضور ﷺ کا بڑا ہی حمایتی تھا۔ لیکن ایمان نصیب نہیں ہوا۔ آپ کے دس چچا تھے جو علانیہ تو آپ کے ساتھی تھے لیکن خفیہ مخالف تھے۔ لوگوں کو آپ کے قتل وغیرہ سے روکتے تھے لیکن خود آپ سے اور آپ کے دین سے دور ہوتے جاتے تھے۔ افسوس اس اپنے فعل سے خود اپنے ہی آپ کو غارت کرتے تھے لیکن یہ جانتے ہی نہ تھے کہ اس کرتوت کا وبال ہمیں ہی پڑ رہا ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ وُقِفُوا۟ عَلَى ٱلنَّارِ فَقَالُوا۟ يَٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا۟ يُخْفُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا۟ لَعَادُوا۟ لِمَا نُهُوا۟ عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَٰذِبُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالُوٓا۟ إِنْ هِىَ إِلَّا حَيَاتُنَا ٱلدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ وُقِفُوا۟ عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا بِٱلْحَقِّ ۚ قَالُوا۟ بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا۟ ٱلْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٠﴾ ع

کاش کہ تو دیکھتا جبکہ یہ دوزخ پر لا کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کیا اچھا ہوتا کہ ہم واپس لوٹائے جاتے' اور اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور ایمان داروں میں ہو جاتے ○ حقیقت یہ ہے کہ جسے یہ اس سے پہلے چھپا رہے تھے وہ ان کے سامنے آ گئے' بالفرض اگر یہ واپس بھیج دیئے جائیں تو بھی یقیناً یہ پھر سے وہی کریں گے جس سے منع کیے گئے ہیں بیشک یہ جھوٹے لوگ ہیں ○ کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس زندگانی دنیا کے اور کچھ بھی نہیں اور نہ ہم مرنے کے بعد جلا دیئے جانے والے ہیں ○ کاش کہ تو انہیں اس وقت دیکھتا جب یہ اپنے رب کے سامنے لا کھڑے کر دیئے جائیں گے' اللہ فرمائے گا کیا یہ سچ نہیں؟ کہیں گے ہاں ہمارے رب کی قسم سچ ہے' فرمائے گا کہ اب تو اپنے کئے ہوئے کفر کا عذاب چکھو ○

موت کے بعد واپسی نہیں: کفار کا حال اور ان کا برا انجام بیان ہو رہا ہے کہ جب یہ جہنم کو وہاں کے طرح طرح کے عذابوں کو وہاں کی بدترین سزاؤں کو طوق وزنجیر کو دیکھ لیں گے اس وقت ہائے وائے مچائیں گے اور تمنا کریں

کے کہ کیا اچھا ہو کہ ہم دنیا کی طرف لوٹائے جائیں تا کہ وہاں جا کر نیکیاں کریں اللہ کی باتوں کو نہ جھٹلائیں اور پکے سچے موحد بن جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس کفر و تکذیب کو اور سختی و بے ایمانی کو یہ چھپا رہے تھے وہ ان کے سامنے کھل گئی۔ جیسے اس سے اوپر کی آیتوں میں گذرا کہ اپنے کفر کا تھوڑی دیر پہلے انکار تھا اب یہ تمنا گویا اس انکار کے بعد کا اقرار ہے اور اپنے جھوٹ کا خود اعتراف ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس سچائی کو دنیا میں چھپاتے رہے اسے آج کھول دیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ یہ تمام نشانیاں آسمان و زمین کے رب کی اتاری ہوئی ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا﴾ [1] یعنی فرعونیوں کے دلوں میں تو کامل یقین تھا لیکن صرف اپنی برائی اور سنگدلی کی وجہ سے بہ ظاہر منکر تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد منافق ہوں جو ظاہراً مومن تھے اور دراصل کافر تھے اور یہ خبر جماعت کفار کے کلام سے متعلق ہو۔ اگرچہ منافقوں کا وجود مدینے میں پیدا ہوا لیکن اس عادت کے موجود ہونے کی خبر مکی سورتوں میں بھی ہے۔ ملاحظہ ہو سورۂ عنکبوت جہاں صاف فرمان ہے ﴿وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ﴾ [2] پس یہ منافقین دار آخرت میں عذابوں کو دیکھ لیں گے اور جو کفر و نفاق چھپا رہے تھے وہ آج ان پر ظاہر ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ اب ان کی جو تمنا ہوگی کہ ہم دنیا کی طرف لوٹائے جائیں یہ بھی دراصل طمع ایمانی کی وجہ سے نہیں ہوگی بلکہ عذابوں سے چھوٹ جانے کے لیے ہوگی۔ چنانچہ عالم الغیب اللہ فرماتا ہے کہ اگر یہ لوٹا دیئے جائیں جب بھی ان ہی نافرمانیوں میں پھر سے مشغول ہو جائیں گے۔ ان کا یہ قول کہ وہ رغبت ایمان کر رہے ہیں اب بھی غلط ہے۔ نہ یہ ایمان لائیں گے نہ جھٹلانے سے باز رہیں گے۔ بلکہ لوٹنے کے بعد بھی وہی پہلا سبق رٹنے لگیں گے کہ بس اب تو یہی دنیا ہی زندگانی ہے۔ دوسری زندگی اور آخرت کوئی چیز نہیں۔ نہ مرنے کے بعد ہم اٹھائے جائیں گے۔

پھر ایک اور حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اس وقت جناب باری ان سے فرمائے گا کہو اب تو اس کا سچا ہونا تم پر ثابت ہو گیا؟ اب تو مان گئے کہ یہ غلط اور باطل نہیں؟ اس وقت سرنگوں ہو کر کہیں گے کہ ہاں اللہ کی قسم یہ بالکل سچ اور سراسر حق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب اپنے جھٹلانے اور نہ ماننے اور کفر و انکار کا خمیازہ بھگتو اور عذابوں کا مزہ چکھو۔ بتاؤ اب یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَا حَسْرَتَنَا
عَلَىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۚ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٣١﴾ وَمَا
الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۖ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا
تَعْقِلُونَ ﴿٣٢﴾

[1] [سورة النمل: آیت ١٤] [2] [سورة العنكبوت: آیت ١١]

یقیناً اس جماعت نے نقصان اٹھایا جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا یہاں تک کہ ان کے پاس نا گہاں قیامت آ پہنچی کہنے لگے افسوس ہماری کوتاہی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ اپنی کمر پر لادے ہوئے ہوں گے‘ دیکھو تو کیا ہی برا بوجھ لادے ہوئے ہیں ○ دنیا کی زندگی تو صرف ایک کھیل تماشا ہے‘ ہاں بیشک پرہیزگاروں کے لیے آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے‘ کیا تم لوگ عقل ہی نہیں رکھتے ○

جہنم دیکھ کر ندامت بے سود: قیامت کو جھٹلانے والوں کا نقصان ان کا افسوس اور ان کی ندامت وخجالت کا بیان ہورہا ہے جو اچانک قیامت کے آجانے کے بعد انہیں ہوگا۔ نیک اعمال کے ترک کا افسوس الگ‘ بداعمالیوں پر پچھتاوا جدا ہے۔ ﴿فِيهَا﴾ کی ضمیر کا مرجع ممکن ہے کہ ﴿الْحَيَاةُ﴾ ہو اور ممکن ہے ﴿الْأَعْمَالُ﴾ ہو اور ممکن ہے ﴿الدَّارُ الْآخِرَةُ﴾ ہو۔ یہ اپنے گناہوں کے بوجھ سے لدے ہوئے ہوں گے۔ اپنی بدکرداریاں اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ آہ! کیسا برا بوجھ ہے؟ حضرت ابومرزوق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کافر یا فاجر جب اپنی قبر سے اٹھے گا اسی وقت اس کے سامنے ایک شخص آئے گا جو نہایت بھیانک‘ خوفناک اور بدصورت ہوگا اس کے جسم سے تعفن والی سڑاند کی سخت بدبو آرہی ہوگی وہ اس کے پاس جب پہنچے گا یہ دہشت و وحشت سے گھبرا کر اس سے پوچھے گا تو کون ہے؟ وہ کہے گا خوب! کیا تو مجھے پہچانتا نہیں؟ یہ جواب دے گا ہرگز نہیں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تو نہایت بدصورت‘ کریہہ منظر اور تیز بدبو والا ہے تجھ سے زیادہ بدصورت کوئی بھی نہ ہوگا۔ وہ کہے گا سن میں تیرا خبیث عمل ہوں جسے تو دنیا میں مزے لے لے کر کرتا رہا۔ سن تو دنیا میں مجھ پر سوار رہا اب کمر جھکا میں تجھ پر سوار ہو جاؤں گا چنانچہ وہ اس پر سوار ہو جائے گا یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ وہ لوگ اپنے بداعمال کو اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہوں گے۔ حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو بھی ظالم شخص قبر میں جاتا ہے اس کی لاش کے قبر میں پہنچتے ہی ایک شخص اس کے پاس جاتا ہے سخت بدصورت سخت بدبودار اور سخت میلے اور قابل نفرت لباس والا یہ اسے دیکھتے ہی کہتا ہے تو تو بڑا ہی بدصورت ہے بدبودار ہے یہ کہتا ہے تیرے اعمال ایسے ہی گندے تھے وہ کہتا ہے تیرا لباس نہایت متعفن ہے۔ یہ کہتا ہے تیرے اعمال ایسے ہی قابل نفرت تھے۔ وہ کہتا ہے اچھا بتا تو سہی اے منحوس تو ہے کون؟ یہ کہتا ہے تیرے عمل کا مجسمہ۔ اب یہ اس کے ساتھ ہی رہتا ہے اور اس کے لیے عذابوں کے ساتھ ہی ایک عذاب ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن یہ اپنی قبر سے چلے گا تو یہ کہے گا ٹھہر جاؤ دنیا میں تو نے میری سواری لی ہے اب میں تیری سواری لوں گا چنانچہ وہ اس پر سوار ہو جاتا ہے اور اسے مارتا پیٹتا ذلت کے ساتھ جانوروں کی طرح ہنکاتا ہوا جہنم میں پہنچاتا ہے۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے اس جملے کے۔ دنیا کی زندگانی بجز کھیل تماشے کے ہے ہی کیا‘ آنکھ بند ہوئی اور خواب ختم۔ البتہ اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کے لیے آخرت کی زندگانی بڑی چیز ہے اور بہت ہی بہتر چیز ہے تمہیں کیا ہوگیا کہ تم عقل سے کام ہی نہیں لیتے؟

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ
اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا

حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؔؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

ہمیں بخوبی علم ہے کہ تجھے ان کی باتیں رنجیدہ کرتی ہیں' یقین مانو کہ یہ دراصل تجھے نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ○ بلاشبہ تجھ سے پہلے کے پیغمبر بھی جھٹلائے گئے' انہوں نے اپنے اس جھٹلائے جانے پر اور ایذاء دہی پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی' اللہ کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں' تیرے پاس پیغمبروں کے حالات پہنچ چکے ہیں ○ اگر ان کی سرتابی تجھ پر گراں گذر رہی ہے تو اگر تجھ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ لگا کر یا آسمان میں کوئی سیڑھی لگا کر انہیں کوئی معجزہ لا دے' اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ راست پر جمع کر دیتا خبردار کہیں تو جاہلوں میں سے نہ ہو جانا ○ وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو گوش دل سے سنتے ہیں مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اٹھائے گا پھر سب کے سب اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے ○

اللہ تعالیٰ کی نبی ﷺ کو تسلی: اللہ تعالیٰ اپنے نبی محترم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے جھٹلانے نہ ماننے اور ایذائیں پہنچانے سے تنگ دل نہ ہوں' فرماتا ہے کہ ہمیں ان کی حرکت خوب معلوم ہے۔ آپ ﷺ ان کی اس لغویت پر ملال نہ کرو۔ کیا اگر یہ ایمان نہ لائیں تو آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو روگ لگا لیں گے؟ کہاں تک ان کے لیے حسرت و افسوس کریں گے؟ سمجھا دیجئے اور ان کا معاملہ سپرد اللہ کیجیے۔ یہ لوگ دراصل آپ کو جھوٹا نہیں جانتے بلکہ یہ تو حق کے دشمن ہیں۔ چنانچہ ابوجہل نے صاف کہا تھا کہ ہم تجھے نہیں جھٹلاتے لیکن تو جو لے کر آیا ہے اسے نہیں مانتے۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [1] ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابوجہل کو حضور ﷺ سے مصافحہ کرتے ہوئے دیکھ کر کسی نے اس سے کہا کہ اس بے دین سے تو مصافحہ کرتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم مجھے خوب علم ہے اور کامل یقین ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ﷺ ہیں۔ ہم صرف خاندانی بنا پر ان کی نبوت کے ماتحت نہیں ہوتے۔ ہم نے آج تک بنی عبد مناف کی تابعداری نہیں کی۔ [2] الغرض حضور ﷺ کو رسول اللہ مانتے ہوئے آپ کی فرمانبرداری سے بھاگتے تھے۔ امام محمد بن

[1] [ضعیف : مستدرك حاكم (۲/۳۱۵) تفسیر ابن ابی حاتم (۷۲۳۴/٤) دارقطنی فی العلل (۱٤۳/٤) الضیاء فی المختارہ (۷٤۸/۲) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ الانعام (۳۰٦٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف الاسناد کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی]

[2] [مرسل وضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (۷۲۳۹/٤) الدر المنثور للسیوطی (۱۸/۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے مرسل کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے مرسل کہتے ہیں۔]

اسحٰق رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت زہری رحمہ اللہ اس قصے کو بیان کرتے ہوئے جس میں ابوجہل ابوسفیان صخر بن حرب، اخنس بن شریق کا رات کے وقت پوشیدہ طور پر آ کر ایک دوسرے کی بے خبری میں رسول اللہ ﷺ کی زبانی قرآن سننا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے صبح تک قرآن سنا روشنی ذرا سی نمودار ہوئی تھی جو یہ واپس چلے اتفاقاً ایک چوک میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی۔ حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اس وقت یہاں کہاں؟ پھر ہر ایک دوسرے سے صاف صاف کہہ دیتا ہے کہ حضور ﷺ سے قرآن سننے کے لیے چپ چاپ آ گئے تھے۔ اب تینوں بیٹھ کر معاہدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ایسا نہ کرنا ورنہ اگر اوروں کو خبر ہوئی اور وہ آئے تو وہ سچے پکے مسلمان ہو جائیں گے۔ دوسری رات کو ہر ایک نے اپنے طور پہ گمان کر کے کل رات کے وعدے کے مطابق وہ دونوں تو آئیں گے نہیں میں تنہا کیوں نہ جاؤں؟ میرے جانے کی کسے خبر ہو گی؟ اپنے گھر سے پچھلی رات کے اندھیرے اور سوفتے میں ہر ایک چلا اور ایک کونے میں دب کر اللہ کے نبی ﷺ کی زبانی تلاوت قرآن کا مزہ لیتا رہا اور صبح کے وقت واپس چلا۔ اتفاقاً آج بھی اسی جگہ تینوں کا میل ہو گیا۔ ہر ایک نے ایک دوسرے کو بڑی ملامت کی بہت طعن ملامت کی، اور نئے سرے سے عہد کیا کہ اب ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ لیکن تیسری شب پھر صبر نہ ہو سکا اور ہر ایک اسی طرح پوشیدہ طور پر پہنچا اور ہر ایک کو دوسرے کے آنے کا علم بھی ہو گیا۔ پھر جمع ہو کر اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگے اور بڑی سخت قسمیں کھا کر قول قرار کیے کہ اب ایسا نہیں کریں گے۔ صبح ہوتے ہی اخنس بن شریق کپڑے پہن کر تیار ہو کر ابوسفیان بن حرب کے پاس اس کے گھر میں گیا اور کہنے لگا اے ابوحنظلہ ایمان سے بتاؤ سچ سچ کہو جو قرآن تم نے محمد (ﷺ) کی زبانی سنا اس کی بابت تمہاری اپنی ذاتی رائے کیا ہے؟ اس نے کہا ابوثعلبہ سنو! واللہ بہت سی آیتوں کے الفاظ معنی اور مطلب تو میں سمجھ گیا اور بہت سی آیتوں کو ان کی مراد کو میں جانتا ہی نہیں۔ اخنس نے کہا واللہ یہی حال میرا بھی ہے۔ اب یہاں سے اٹھ کر اخنس سیدھا ابوجہل کے پاس پہنچا اور کہنے لگا ابوالحکم تم سچ بتادو جو کچھ تم حضور ﷺ سے سنتے ہو اس میں تمہارا خیال کیا ہے؟ اس نے کہا سن جو سنا ہے اسے تو ایک طرف رکھ دے بات یہ ہے کہ بنوعبد مناف اور ہم میں چشمک ہے وہ ہم سے اور ہم ان سے بڑھنا اور سبقت کرنا چاہتے ہیں اور مدت سے یہ رسہ کشی ہو رہی ہے۔ انہوں نے مہمانداریاں اور دعوتیں کیں تو ہم نے بھی کیں انہوں نے لوگوں کو سواریاں دیں تو ہم نے بھی یہی کیا۔ انہوں نے عوام الناس کے ساتھ احسان وسلوک کیے تو ہم نے بھی اپنی تھیلیوں کے منہ کھول ڈالے گویا ہم کسی معاملہ میں ان سے کم نہیں رہے۔ اب جبکہ برابر کی ٹکر چلی جا رہی تھی تو انہوں نے کہا ہم میں ایک نبی ہے۔ سنو چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے نہ تو ہم اس کی تصدیق کریں گے نہ مانیں گے۔ اخنس مایوس ہو گیا اور اٹھ کر چل دیا۔ [1] اسی آیت کی تفسیر میں ابن جریر میں ہے کہ بدر والے دن اخنس

---

[1] [مرسل وضعیف: بیهقی فی دلائل النبوة (٢/٢٠٦ ـ ٢٠٧) سیرة ابن هشام (١/٣٣٧)] شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں انقطاع ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

بن شریق نے قبیلہ بنو زہرہ سے کہا کہ محمد (ﷺ) تمہاری قرابت کے ہیں تم ان کی ننھیال میں ہو تمہیں چاہیے کہ اپنے بھانجے کی مدد کرو۔ اگر وہ واقعی نبی ہے تو مقابلہ بے سود ہی نہیں بلکہ سراسر نقصان دہ ہے اور بالفرض نہ بھی ہو تو بھی وہ تمہارا ہے۔ اچھا ٹھہرو دیکھو میں ابو الحکم (یعنی ابو جہل) سے بھی ملتا ہوں سنو اگر محمد (ﷺ) غالب آ گئے تو وہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے تم سلامتی کے ساتھ واپس چلے جاؤ گے اور اگر تمہاری قوم غالب آ گئی تو ان میں تو تم ہی ہو۔ اسی دن سے اس کا نام اخنس ہوا اصل نام ابی تھا۔ اب اخنس تنہائی میں ابو جہل سے ملا اور کہنے لگا سچ بتا محمد (ﷺ) تمہارے نزدیک سچے ہیں یا جھوٹے؟ دیکھو یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی اور نہیں دل کی بات مجھ سے نہ چھپانا۔ اس نے کہا جب یہی بات ہے تو سنو اللہ کی قسم محمد (ﷺ) بالکل سچے اور یقیناً صادق ہیں عمر بھر میں کسی چھوٹی سی چھوٹی بات میں کبھی بھی آپ نے جھوٹ نہیں بولا۔ ہمارے رکنے اور مخالفت کرنے کی وجہ ایک اور صرف ایک ہی ہے وہ یہ کہ جب بنو قصی کے خاندان میں جھنڈے اور پھریرے چلے گئے جب حج کے حاجیوں کے اور بیت اللہ شریف کے مہتمم و منتظم یہی ہو گئے پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ نبوت بھی اسی قبیلے میں چلی گئی تو اب اور قریشیوں کے لیے کون سی فضیلت باقی رہ گئی؟ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ پس آیات اللہ سے مراد ذات حضرت محمد (ﷺ) ہے۔

پھر دوبارہ تسلی دی جاتی ہے کہ آپ اپنی قوم کی تکذیب ایذا رسانی وغیرہ پر صبر کیجیے جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا اور یقین مانئے کہ جس طرح انجام کار گذشتہ نبیوں کا غلبہ رہا اور ان کے مخالفین تباہ و برباد ہوئے اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کرے گا اور آپ کے مخالفین مغلوب ہوں گے۔ دونوں جہان میں حقیقی بلندی آپ کی ہی ہو گی۔ رب تو یہ بات فرما چکا ہے کہ اللہ کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (1) یعنی ہم تو پہلے سے ہی یہ فرما چکے ہیں کہ ہمارے رسولوں کو مدد دی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا اور آیت میں فرماتا ہے ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (2) اللہ تعالیٰ یہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبہ والا ہے۔ ان نبیوں کے اکثر قصے آپ کے سامنے بیان ہو چکے ہیں ان کے حالات آپ کو پہنچ چکے ہیں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ کس طرح ان کی نصرت و تائید ہوئی اور مخالفین پر انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔

پھر فرماتا ہے اگر ان کی یہ بے رخی تجھ پر گراں گذرتی ہے اگر تجھ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ کھود لے اور جو معجزہ یہ تجھ سے مانگتے ہیں لا دے یا تیرے بس میں ہو تو کوئی زینہ لگا کر آسمان پر چڑھ جا اور وہاں سے ان کی چاہت کی کوئی نشانی لے آ۔ میں نے تجھے اتنی نشانیاں اس قدر معجزے دیئے ہیں کہ ایک اندھا بھی شک نہ کر سکے۔ اب ان کی طلب معجزات محض مذاق ہے اور عناد و ضد ہے تو کوئی ضرورت نہیں کہ تو انہیں ان کی چاہت کے معجزے ہر وقت دکھاتا پھرے۔ یا اگر وہ تیرے بس کے نہ ہوں تو تم غم کر کے رہو۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر متفق کر دیتا۔ تجھے نادانوں میں نہ ملنا چاہیے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر رب چاہتا تو روئے زمین کی

---

(1) [سورة الصافات: آیت ۱۷۱، ۱۷۳] (2) [سورة المجادله: آیت ۲۱]

مخلوق کو مومن بنا دیتا۔ (1) آپ کی حرص تھی کہ سب لوگ ایماندار بن کر آپ کی تابعداری کریں لو رب نے فرما دیا کہ یہ سعادت جس کے حصے میں ہے توفیق اسی کی رفیق ہوگی۔

پھر فرمایا کہ آپ کی دعوت پر لبیک کہنا اسے نصیب ہوگی جو کان لگا کر آپ کے کلام کو سنے سمجھے یاد رکھے اور دل میں جگہ دے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ یہ اسے آگاہ کرتا ہے جو زندہ ہو۔ کفار پر تو کلمہ عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ مردوں کو اٹھا کر بٹھائے گا پھر اسی کی طرف سب کے سب لوٹائے جائیں گے۔ مردوں سے مراد یہاں کفار ہیں کیونکہ وہ مردہ دل ہیں تو انہیں مردہ جسموں سے تشبیہ دی۔ جس میں ان کی ذلت وخواری ظاہر ہوتی ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰۗىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭمَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۭ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

کہتے ہیں اس پر کوئی نشان کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ تو جواب دے کہ اللہ ہر نشان کے اتارنے پر قادر ہے مگر ان میں کے اکثر بے علم ہیں ○ زمین پر چلنے والے تمام تر جاندار اور کل کے کل پرند جو اپنے دو پروں پر اڑتے پھرتے ہیں سب کے سب تم جیسے ہی گروہ ہیں ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا پھر یہ سب اپنے رب ہی کی طرف جمع کئے جائیں گے ○ ہماری آیتوں کے جھٹلانے والے بہرے اور گونگے اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں، جسے اللہ چاہے گمراہ کر دے، اور جسے چاہے راہ راست پر لگا دے ○

معجزات ظاہر نہ کرنے کی حکمت: کافر لوگ بطور اعتراض کہا کرتے تھے کہ جو معجزہ ہم طلب کرتے ہیں یہ کیوں نہیں دکھاتے؟ مثلاً عرب کی کل زمین میں چشموں اور آبشاروں کا جاری ہو جانا وغیرہ۔ فرماتا ہے کہ قدرت الٰہی سے تو کوئی چیز باہر نہیں لیکن اس وقت حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ نہیں۔ اس میں ایک ظاہری حکمت تو یہ ہے کہ تمہارے چاہے ہوئے معجزے کو دیکھ لینے کے بعد بھی اگر تم ایمان نہ لائے تو اصول الٰہیہ کے مطابق تم سب کو اسی جگہ ہلاک کر دیا جائے گا۔ جیسے تم سے اگلے لوگوں کے ساتھ ہوا۔ ثمودیوں کی نظیر تمہارے سامنے موجود ہے ہم تو جو چاہیں نشان بھی دکھا سکتے ہیں اور جو چاہیں عذاب بھی کر سکتے ہیں۔

چرنے چگنے والے جانور، اڑنے والے پرند بھی تمہاری طرح قسم قسم کے ہیں مثلاً پرند ایک امت، انسان ایک امت، جنات ایک امت وغیرہ۔ یہ کہ وہ بھی سب تمہاری ہی طرح مخلوق ہیں۔ سب پر اللہ کا علم محیط ہے۔ سب اس کی کتاب میں لکھے ہوئے ہیں۔ نہ کسی کا وہ رزق بھولے، نہ کسی کی حاجت اٹکے، نہ کسی کی حسن تدبیر سے وہ غافل

(1) [سورۃ یونس: آیت ۹۹]

خشکی تری کا ایک ایک جاندار اس کی حفاظت میں ہے جیسے فرمان ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ [1] الخ، یعنی جتنے جاندار زمین پر چلتے پھرتے ہیں سب کی روزیاں اللہ کے ذمہ ہیں وہی ان کے جیتے جی کے ٹھکانے کو اور مرنے کے بعد سونپے جانے کے مقام کو بخوبی جانتا ہے اس کے پاس لوح محفوظ ہیں یہ سب کچھ درج بھی ہے۔ ان کے نام ان کی گنتی ان کی حرکات وسکنات سب سے وہ واقف ہے اس کے وسیع علم سے کوئی چیز خارج اور باہر نہیں۔ اور مقام پر ارشاد ہے: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا﴾ [2] الخ، بہت سے وہ جاندار ہیں جن کی روزی تیرے ذمہ نہیں انہیں اور تم سب کو اللہ ہی روزیاں دیتا ہے وہ باریک سے باریک آواز کو سننے والا ہے۔ اور ہر چھوٹی بڑی چیز کا جاننے والا ہے۔ ابو یعلی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دو سال کی خلافت کے زمانہ میں سے ایک سال ٹڈیاں دکھائی ہی نہیں دیں تو آپ کو بہت خیال ہوا اور شام عراق یمن وغیرہ کی طرف سوار دوڑائے کہ دریافت کر آئیں کہ ٹڈیاں اس سال کہیں نظر بھی پڑیں یا نہیں؟ یمن والا قاصد جب واپس آیا تو اپنے ساتھ مٹھی بھر ٹڈیاں بھی لیتا آیا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے ڈال دیں آپ نے انہیں دیکھ کر تین مرتبہ تکبیر کہی اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک ہزار امتیں پیدا کی ہیں جن میں سے چھ سو تری میں ہیں اور چار سو خشکی میں۔ ان تمام امتوں میں سے سب سے پہلے ٹڈی ہلاک ہوگی اس کے بعد تو ہلاکت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا بالکل اس طرح جیسے کسی تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ گیا اور موتی یکے بعد دیگرے جھڑنے لگ گئے۔ [3] پھر فرماتا ہے سب کا حشر اللہ کی طرف ہے یعنی سب کو موت ہے۔ چوپایوں کی موت ہی ان کا حشر ہے۔ ایک قول تو یہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ میدان محشر میں بروز قیامت یہ بھی اللہ جل شانہ کے سامنے جمع کیے جائیں گے جیسے فرمایا ﴿وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ﴾ [4] مسند احمد میں ہے کہ دو بکریوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں؟ جواب ملا کہ میں کیا جانوں؟ فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ان کے درمیان وہ فیصلہ بھی کرے گا۔ [5] ابن جریر کی ایک اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ اڑنے والے ہر ایک پرند کا علم بھی

---

[1] [سورة هود: آيت ٦]

[2] [سورة العنكبوت: آيت ٦٠]

[3] [موضوع: خطيب في تاريخه (٢١٨/١١) بيهقي في شعب الايمان (١٠١٣٢/٧) مجمع الزوائد (١٢٤٣٣) ابن عدي في الكامل (٣٥٢/٥)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [١٣/٣۔١٤] امام ابن حبانؒ نے فرمایا ہے کہ بلاشبہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں بلکہ من گھڑت بات ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔]

[4] [سورة التكوير: آيت ٥]

[5] [حسن: مسند احمد (١٦٢/٥) مسند طيالسي (٤٨٠) مجمع الزوائد (٣٥١/١٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (١٥٨٨)]

ہمارے سامنے بیان لیا گیا ہے۔ (١) مسند کی اور روایت میں ہے کہ بے سینگ بکری قیامت کے دن سینگ والی بکری سے اپنا بدلہ لے گی۔ (٢) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تمام مخلوق چوپائے بہائم پرند وغیرہ غرض تمام چیزیں اللہ کے سامنے حاضر ہوں گی۔ پھر ان میں یہاں تک عدل ہوگا کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگ والی بکری نے مارا ہوگا تو اس کا بھی بدلہ دلوایا جائے گا پھر ان سے جناب باری فرمائے گا تم مٹی ہو جاؤ۔ اس وقت کافر بھی یہی آرزو کریں گے کہ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے۔ صور والی حدیث میں یہ مرفوعاً بھی مروی ہے۔

پھر کافروں کی مثال بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی کم علمی اور کج فہمی میں ان بہروں گونگوں کے مثل ہیں جو اندھیروں میں ہوں۔ بتاؤ تو وہ کیسے راہ راست پر آ سکتے ہیں؟ نہ کسی کی سنیں اور نہ اپنی کہیں نہ کچھ دیکھ سکیں۔ جیسے سورۂ بقرہ کی ابتداء میں ہے کہ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جو آگ سلگائے جب آس پاس کی چیزیں اس پر روشن ہو جائیں اس وقت آگ بجھ جائے اور وہ اندھیروں میں رہ جائے اور کچھ نہ دیکھ سکے۔ ایسے لوگ بہرے، گونگے، اندھے ہیں وہ راہ راست کی طرف لوٹ نہیں سکتے اور آیت میں ہے ﴿أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ﴾ (٣) الخ، یعنی مثل ان اندھیروں کے جو گہرے سمندر میں ہوں جس کی موجوں پر موجیں اٹھ رہی ہوں اور اوپر سے ابر چھایا ہوا اندھیروں پر اندھیریاں ہوں کہ ہاتھ بھی نظر نہ آ سکے۔ جسے قدرت نے نور نہیں بخشا وہ بے نور ہے۔ پھر فرمایا ساری مخلوق میں اللہ ہی کا تصرف ہے وہ جسے چاہے صراط مستقیم پر کر دے۔

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ
صَٰدِقِينَ ﴿٤٠﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ وَتَنسَوْنَ
مَا تُشْرِكُونَ ﴿٤١﴾ ع وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَٰهُم بِٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ
لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا۟ وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ
وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ فَلَمَّا نَسُوا۟ مَا ذُكِّرُوا۟ بِهِۦ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
أَبْوَٰبَ كُلِّ شَىْءٍ حَتَّىٰٓ إِذَا فَرِحُوا۟ بِمَآ أُوتُوٓا۟ أَخَذْنَٰهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ ﴿٤٤﴾
فَقُطِعَ دَابِرُ ٱلْقَوْمِ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ ۚ وَٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٤٥﴾

(١) [حسن بالشواهد: تفسير ابن جرير الطبری (١٣٢٢٧) مسند بزار (٤٣٥٠) مسند احمد (١٧٣/٥) تفسير عبد الرزاق (٢٠٦/٢) طبرانی اوسط (٦١١٠/٦)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔[مسند احمد محقق (٢١٤٣٨)]

(٢) [حسن لغيره: زوائد المسند (٧٢/١) مسند احمد (٣٢٣/٢) مسند بزار (٣٤٤٩) ترمذی (٢٤٢٠) صحیح ابن حبان (٧٣٦٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[مسند احمد محقق (٥٢٠)]

(٣) [سورة النور: آیت ٤٠]

دریافت تو کرو کہ ذرا یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر عذاب اللہ آجائے یا تم پر قیامت قائم ہو جائے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم سچے ہو ○ بلکہ تم صرف اسی اللہ کو پکارو گے پھر اگر وہ چاہے گا تو اس تکلیف کو ہٹا دے گا جس کے ہٹنے کی تم دعا کرتے تھے تم اس وقت اپنے تمام شریکوں کو بھول جاؤ گے ○ اور ہم نے تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف اپنے رسول بھیجے آخر ہم نے انہیں تنگی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تا کہ وہ عاجزی کریں ○ پھر عذاب کے ان کے پاس آچکنے کے بعد بھی انہوں نے عاجزی کیوں نہ کی؟ لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں اسے شیطان نے ان کی نظر میں زینت دے دی ○ جو نصیحت انہیں کی گئی تھی جب یہ اسے فراموش کر بیٹھے تو ہم نے بھی ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جو کچھ دیئے گئے تھے اس پر اترانے لگے تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا تو وہ ایک دم ناامید ہو گئے ○ پس ظالم لوگوں کی جڑیں کاٹ دی گئیں سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○

اللہ کے شریکوں کو مصیبت میں کیوں نہیں پکارتے؟ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تمام مخلوق اس کے آگے پست ولاچار ہے جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔ اس کا کوئی ارادہ بدلتا نہیں' اس کا کوئی حکم ٹلتا نہیں کوئی نہیں جو اس کی چاہت کا خلاف کر سکے یا اس کے حکم کو ٹال سکے یا اس کی قضا کو پھیر سکے وہ سارے ملک کا تنہا مالک ہے اس کی کسی بات میں کوئی شریک یا دخیل نہیں جو اس سے مانگے وہ اسے دیتا ہے۔ جس کی چاہے دعا قبول فرماتا ہے۔ پس فرماتا ہے خود تمہیں بھی ان تمام باتوں کا علم واقرار ہے یہی وجہ ہے کہ آسمانی سزاؤں کے آپڑنے پر تم اپنے تمام شریکوں کو بھول جاتے ہو اور صرف اللہ واحد کو پکارتے ہو۔ اگر تم سچے ہو کہ اللہ کے ساتھ اس کے کچھ اور شریک بھی ہیں تو ایسے کٹھن موقعوں پر ان میں سے کسی کو کیوں نہیں پکارتے؟

بلکہ صرف اللہ واحد کو پکارتے ہو اور اپنے تمام معبودان باطل کو بھول جاتے ہو۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ سمندر میں جب ضرر پہنچتا ہے تو اللہ کے سوا ہر ایک تمہاری یاد سے نکل جاتا ہے۔ ہم نے اگلی امتوں کی طرف بھی رسول بھیجے پھر ان کے نہ ماننے پر ہم نے انہیں فقر وفاقہ میں' تنگی ترشی میں' بیماریوں اور دکھ درد میں مبتلا کر دیا کہ اب بھی وہ ہمارے سامنے گریہ وزاری کریں' عاجزانہ طور پر ہمارے سامنے جھک جائیں۔ ہم سے ڈر جائیں اور ہمارے دامن سے چمٹ جائیں۔ پھر انہوں نے ہمارے عذابوں کے آجانے کے بعد بھی ہمارے سامنے عاجزی کیوں نہ کی؟ مسکینی کیوں نہ جتائی؟ بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے۔ شرک' دشمنی' ضد' تعصب' سرکشی' نافرمانی وغیرہ کو شیطان نے انہیں بڑا حسن میں دکھایا اور یہ اس پر جمے رہے۔

جب یہ لوگ ہماری باتوں کو فراموش کر گئے ہماری کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہمارے فرمان سے منہ موڑ لیا تو ہم نے بھی انہیں ڈھیل دے دی کہ یہ اپنی برائیوں میں اور آگے نکل جائیں۔ ہر طرح کی روزیاں اور زیادہ سے زیادہ مال انہیں دیتے رہے یہاں تک کہ مال اولاد و رزق وغیرہ کی وسعت پر وہ پھولنے لگے اور غفلت کے گہرے گڑھے میں اتر گئے تو ہم نے انہیں ناگہاں پکڑ لیا۔ اس وقت وہ مایوس ہو گئے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ کا صوفیانہ مقولہ ہے کہ جس نے کشادگی کے وقت اللہ تعالیٰ کی ڈھیل نہ سمجھی وہ محض بے عقل ہے اور جس نے تنگی کے وقت رب کی رحمت کی امید چھوڑ دی وہ بھی محض بیوقوف ہے۔ پھر آپ اسی آیت کی تلاوت فرماتے ہیں رب کعبہ

کی قسم ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی چاہتوں کو پوری ہوتے ہوئے دیکھ کر اللہ کو بھول جاتے ہیں اور پھر رب کی گرفت میں آ جاتے ہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ جب کوئی قوم اللہ کے فرمان سے سرتابی کرتی ہے تو اول تو انہیں دنیا خوب مل جاتی ہے جب وہ نعمتوں میں پڑ کر بدمست ہو جاتے ہیں تو اچانک پکڑ لیے جاتے ہیں۔ لوگو اللہ کی ڈھیل کو سمجھ جایا کرو نافرمانیوں پر نعمتیں ملیں تو غافل ہو کر نافرمانیوں میں بڑھ نہ جاؤ۔ اس لیے کہ یہ تو بدکار اور بے نصیب لوگوں کا کام ہے۔ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر چیز کے دروازے کھول دینے سے مراد دنیا میں آسائش و آرام کا دینا ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب تم دیکھو کہ کسی گنہگار شخص کو اس کی گنہگاری کے باوجود اللہ کی نعمتیں دنیا میں مل رہی ہیں تو اسے استدراج سمجھنا یعنی وہ ایک مہلت ہے۔ پھر حضور ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی [1] اور حدیث میں ہے کہ جب کسی قوم کی بربادی کا وقت آ جاتا ہے تو ان پر خیانت کا دروازہ کھل جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ان دی گئی ہوئی چیزوں پر اترانے لگتے ہیں تو ہم انہیں ناگہاں پکڑ لیتے ہیں اور اس وقت وہ محض ناامید ہو جاتے ہیں۔

پھر فرمایا ظالموں کی باگ ڈور کاٹ دی جاتی ہے۔ تعریفوں کے لائق وہ معبود برحق ہے جو سب کا پالنہار ہے [2] (مسند وغیرہ)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ
اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ
اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا
نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا
يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

دریافت تو کر کہ اچھا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارا اسننا اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو

---

[1] [حسن: مسند احمد (۱۴۵/۴) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳۲۴۳) الدولابی فی الکنی (۱۱۱/۱) مجمع الزوائد (۲۳/۷) طبرانی کبیر (۳۳۰/۱۷)، (۹۱۳) بیهقی فی شعب الایمان (۴۵۴۰)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (۴۱۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف ومنقطع: تفسیر ابن ابی حاتم (۷۲۸۳/۴) ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۵۲۲/۱۱) الدر المنثور للسیوطی (۲۲/۳) دیلمی (۹۷/۱/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے سلسلہ ضعیفہ میں نقل فرمایا ہے۔[۲۳۰۶] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں انقطاع ہے۔]

اللہ کے سوا کون ہے جو تمہیں یہ سب لا دے دیکھ لے کہ ہم کس کس طرح دلائل بیان کر رہے ہیں پھر بھی وہ روگرداں ہو رہے ہیں ○ پوچھ تو کہ اچھا یہ بھی بتاؤ کہ اگر تمہارے پاس عذاب اللہ اچانک آ جائے یا کھلم کھلا آ جائے تو کیا ظالموں کے سوا اور لوگ بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے؟ ○ ہم تو رسولوں کو صرف خوشخبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر ہی بھیجتے ہیں' پھر جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان پر نہ تو کوئی ڈر خوف ہے نہ اداسی اور مایوسی ○ اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلائیں انہیں ان کی بدکاری کے باعث عذاب پہنچیں گے ○

اللہ تعالیٰ نعمتیں چھین لے تو کوئی بھی عطا کرنے والا نہیں: فرمان ہے کہ ان مخالفین اسلام سے پوچھو تو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں چھین لے جیسے کہ اس نے تمہیں دیئے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾ [1] الخ یعنی اللہ خالق کل وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں سننے کو کان اور دیکھنے کو آنکھیں دیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد چھین لینے سے شرعی نفع نہ پہنچانا ہو اس کی دلیل اس کے بعد کا جملہ دل پر مہر لگا دینا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾ [2] کون ہے جو کان کا اور آنکھوں کا مالک ہو؟ اور فرمان ہے ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ﴾ [3] جان لو کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔ یہاں ان سے سوال ہوتا ہے کہ بتلاؤ تو کہ اللہ کے سوا اور کوئی ان چیزوں کے واپس دلانے پر قدرت رکھتا ہے؟ یعنی کوئی نہیں رکھتا۔ دیکھ لے کہ میں نے اپنی توحید کے کس قدر زبردست' پرزور' صاف اور بچے تلے دلائل بیان کر دیئے ہیں اور یہ ثابت کر دیا کہ میرے سوا سب بے بس ہیں۔ لیکن یہ مشرک لوگ باوجود اس قدر کھلی روشن اور صاف دلیلوں کے حق کو نہیں مانتے بلکہ اوروں کو بھی حق کو تسلیم کرنے سے روکتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے ذرا اس سوال کا جواب بھی دو کہ اللہ کا عذاب تمہاری بے خبری میں یا ظاہر کھلم کھلا تمہارے پاس آ جائے تو کیا سوا ظالموں اور مشرکوں کے کسی اور کو بھی ہلاکت ہو گی؟ یعنی نہ ہو گی۔ اللہ کی عبادت کرنے والے اس ہلاکت سے محفوظ رہیں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ [4] الخ' جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک سے خراب نہ کیا ان کے لیے امن وامان ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ پھر فرمایا کہ رسولوں کا کام تو یہی ہے کہ ایمان والوں کو ان کے درجوں کی خوشخبریاں سنائیں اور کفار کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ جو لوگ دل سے آپ کی بات مان لیں اور اللہ کے فرمان کے مطابق اعمال بجالائیں۔ انہیں آخرت میں کوئی ڈر خوف نہیں اور دنیا کے چھوڑنے پر کوئی ملال نہیں۔ ان کے بال بچوں کا اللہ والی ہے اور ان کے ترکے کا وہی حافظ ہے۔

کافروں کو اور جھٹلانے والوں کو ان کے کفر وفسق کی وجہ سے بڑے سخت عذاب ہوں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے فرمان چھوڑ رکھے تھے اور اس کی نافرمانیوں میں مشغول تھے۔ اس کے حرام کردہ کاموں کو کرتے تھے اور اس کے بتائے ہوئے کاموں سے بھاگتے تھے۔

---

[1] [سورة الملك: آيت ٢٣]
[2] [سورة يونس: آيت ٣١]
[3] [سورة الانفال: آيت ٢٤]
[4] [سورة الانعام: آيت ٨٢]

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ
اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ؀ ع
وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا
شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ؀ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ
مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ؀ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ؀ وَاِذَا
جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ
اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْۗءًۢا بِجَــهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؀

کہہ دے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں' میں تو صرف اسی کی تابعداری کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے' پوچھ تو کہ کیا نابینا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر بھی کیا تم غور نہیں کرتے؟ ○ اس قرآن کے ساتھ تو انہیں ڈرا دے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے کا خوف رکھتے ہیں (جبکہ) اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی اور سفارشی نہ ہوگا تاکہ وہ پرہیز گاری کریں ○ اپنے پاس سے انہیں ہرگز دور نہ کرنا جو صبح شام اپنے رب سے مناجاتیں کرتے ہیں اسی کے دیدار کے طالب ہیں' تجھ پر ان کا کوئی حساب نہیں اور نہ تیرا کوئی حساب ان پر ہے کہ تو انہیں دور کرے پھر تو تو آپ ظالموں میں سے ہو جائے گا ○ اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کا بعض سے امتحان کر لیا تاکہ یہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم سب کے درمیان میں سے احسان کیا' کیا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو بخوبی جاننے والا نہیں؟ ○ اور جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو تو کہہ کہ تم پر سلام نازل ہوں تمہارے رب نے خاص اپنے اوپر رحمت و رحم لازم کر لیا ہے کہ تم میں سے جو بھی بوجہ نادانی کوئی بدی کر کے پھر اس کے بعد ہی توبہ کر لے اور نیک کاری کرے تو وہ بخشنے والا مہربان ہے ○

اللہ ہی عالم الغیب: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ میں اللہ کے خزانوں کا مالک نہیں نہ مجھے ان میں کسی طرح کا اختیار ہے۔ نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا جاننے والا ہوں۔ رب نے جو چیزیں خاص اپنے علم میں رکھی ہیں مجھے ان میں سے کچھ بھی معلوم نہیں۔ ہاں جن چیزوں سے خود اللہ مجھے مطلع کر دے ان پر مجھے اطلاع ہو جاتی ہے۔ میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں' میں تو انسان ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو شرف دیا ہے۔ یعنی میری طرف جو وحی نازل فرمائی ہے میں اسی کا عمل پیرا ہوں اس سے ایک بالشت ادھر ادھر نہیں ہٹتا۔ کیا حق کے تابعدار جو بصارت والے ہیں اور حق سے محروم جو اندھے ہیں برابر ہو سکتے ہیں کیا تم

اتنا غور بھی نہیں کرتے ؟اور آیت میں ہے کہ کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اترا ہے حق ہے۔ اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو نابینا ہے؟ نصیحت تو صرف وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔ [1]

اے نبی ﷺ آپ قرآن کے ذریعہ انہیں راہ راست پر لائیں جو رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف دل میں رکھتے ہیں' حساب کا کھٹکا رکھتے ہیں' جانتے ہیں کہ رب کے سامنے پیش ہونا ہے اس دن اس کے سوا اور کوئی ان کا قریبی یا سفارشی نہ ہوگا۔ وہ اگر عذاب کرنا چاہے تو کوئی شفاعت نہیں کرسکتا۔ یہ تیرا ڈرانا اس لئے ہے کہ شاید وہ متقی بن جائیں' حاکم حقیقی سے ڈر کر نیکیاں کریں اور قیامت کے عذابوں سے چھوٹیں اور ثواب کے مستحق بن جائیں۔

پھر فرماتا ہے یہ مسلمان غرباء جو صبح شام اپنے پروردگار کا نام جپتے ہیں خبردار انہیں حقیر نہ سمجھنا انہیں اپنے پاس سے نہ ہٹانا بلکہ انہی کو اپنی صحبت میں رکھ کر انہی کے ساتھ بیٹھ اٹھ۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾ [2] الخ' یعنی انہی کے ساتھ رہ جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اسی کی رضامندی کی طلب کرتے ہیں خبردار ان کی طرف سے آنکھیں نہ پھیرنا کہ دنیا کی زندگی کی آسائش طلب کرنے لگو اس کا کہا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا ہے اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی ہے اور اس کا ہر کام حد سے گذرا ہوا ہے بلکہ ان کا ساتھ دے جو صبح شام اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے دعائیں مانگتے ہیں۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں مراد اس سے فرض نمازیں ہیں اور آیت میں ہے ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [3] تمہارے رب کا اعلان ہے کہ مجھ سے دعائیں کرو میں قبول کروں گا۔ ان اطاعتوں اور عبادتوں سے ان کا ارادہ اللہ کریم کے دیدار کا ہے۔ محض خلوص اخلاص والی ان کی نیتیں ہیں۔ ان کا کوئی حساب تجھ پر نہیں نہ تیرا کوئی حساب ان پر۔ جناب نوح علیہ السلام سے جب ان کی قوم کے شرفاء نے کہا تھا کہ ہم تجھے کیسے مان لیں گے؟ تیرے ماننے والے تو اکثر غریب مسکین لوگ ہیں تو آپ نے یہی جواب دیا تھا کہ ان کے اعمال کا مجھے کیا علم ہے ان کا حساب تو میرے رب پر ہے لیکن تمہیں اتنا بھی شعور نہیں۔ پھر بھی تم نے ان غریب مسکین لوگوں کو اپنی مجلس میں نہ بیٹھنے دیا۔ ان سے ذرا بھی بے رخی کی تو یاد رکھنا تمہارا شمار بھی ظالموں میں ہوجائے گا۔ مسند احمد میں ہے کہ قریش کے بڑے لوگ نبی ﷺ کے پاس گئے اس وقت آپ کی مجلس مبارک میں حضرت صہیب' حضرت بلال' حضرت خباب' حضرت عمار رضی اللہ عنہم تھے۔ انہیں دیکھ کر یہ لوگ کہنے لگے دیکھو تو ہمیں چھوڑ کر کن کے ساتھ بیٹھے ہیں؟ تو آیت ﴿وَاَنْذِرْ بِهِ﴾ سے ﴿بِالشّٰكِرِيْنَ﴾ تک اتری۔ [4] ابن جریر میں ہے کہ ان لوگوں اور ان جیسے اوروں کو حضور ﷺ کی مجلس میں دیکھ کر مشرک سرداروں نے یہ بھی کہا تھا کہ کیا یہی لوگ رہ گئے ہیں کہ اللہ نے ہم سب میں سے چن چن کر انہی پر احسان کیا؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ بے زر بے سہارا لوگ بھی ہم امیروں رئیسوں

---

[1] [الرعد: ١٩] [2] [الكهف: ٢٨] [3] [مؤمن: ٦٠]

[4] [حسن: مسند بزار (٢٢٠٩) مسند احمد (١/٤٢٠) مجمع الزوائد (١٠٩٩٧) طبرانی کبیر (١٠٥٢٠) ابو نعیم فی الحلية (٤/١٨٠) تفسير ابن جرير الطبری (١١/١٣٢٥٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے کہ یہ روایت حسن ہے البتہ یہ سند اشعث راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [مسند احمد محقق (٣٩٨٥)]

کے برابر بیٹھیں؟ دیکھئے حضرت اگر آپ انہیں اپنی مجلس سے نکال دیں تو ہم آپ کی مجلس میں بیٹھ سکتے ہیں اس پر آیت ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ﴾ الخ ﴿شَاكِرِيْنَ﴾ تک اتری۔ [1] ابن ابی حاتم میں قریش کے ان معززین لوگوں میں سے دو کے نام یہ ہیں اقرع بن حابس تیمی، عیینہ بن حصن فزاری' اس روایت میں یہ بھی ہے کہ تنہائی میں مل کر انہوں نے حضور ﷺ کو سمجھایا کہ ان غلام اور گرے پڑے بے حیثیت لوگوں کے ساتھ ہمیں بیٹھتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔ آپ کی مجلس میں عرب کے وفد آیا کرتے ہیں وہ ہمیں ان کے ساتھ دیکھ کر ہمیں بھی ذلیل خیال کریں گے تو آپ کم از کم اتنا ہی کیجیے کہ جب ہم آئیں تب خاص مجلس ہو اور ان جیسے گرے پڑے لوگ اس میں شامل نہ کیے جائیں۔ ہاں جب ہم نہ ہوں تو آپ کو اختیار رہے۔ جب یہ بات طے ہو گئی اور آپ نے بھی اس کا اقرار کر لیا تو انہوں نے کہا ہمارا یہ معاہدہ تحریر میں آ جانا چاہیے آپ نے کاغذ منگوایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھنے کے لیے بلوایا۔ مسلمانوں کا یہ غریب طبقہ ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام اترے اور یہ آیت نازل ہوئی حضور ﷺ نے کاغذ پھینک دیا اور ہمیں اپنے پاس بلا لیا اور ہم نے پھر سے رسول اللہ ﷺ کو اپنے حلقے میں لے لیا۔ [2] لیکن یہ حدیث غریب ہے۔ آیت مکی ہے اور اقرع اور عیینہ ہجرت کے بہت سارے زمانے کے بعد اسلام میں آئے ہیں۔ حضرت شریح رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ آیت اصحاب رسول ﷺ میں سے چھ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے ہم لوگ سب سے پہلے خدمت نبوی میں جاتے اور آپ کے اردگرد بیٹھتے تاکہ پوری طرح اور شروع سے آخر تک آپ کی حدیثیں سنیں۔ قریش کے بڑے لوگوں پر یہ بات گراں گذرتی تھی اس کے برخلاف یہ آیت اتری [3] (مستدرک حاکم)

پھر فرماتا ہے اسی طرح ہم ایک دوسرے کو پرکھ لیتے ہیں اور ایک سے ایک کا امتحان لے لیتے ہیں کہ یہ امراء ان غرباء سے متعلق اپنی رائے ظاہر کر دیں کہ کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا اور ہم سب میں سے اللہ کو یہی لوگ پسند آئے؟ حضور ﷺ کو سب سے پہلے تسلیم کرنے والے یہی بیچارے بے مایہ غریب غرباء لوگ تھے مرد عورت لونڈی غلام وغیرہ' بڑے بڑے اور ذی وقعت لوگوں میں سے تو اس وقت یونہی کوئی اکا دکا آ گیا تھا۔ یہی لوگ دراصل انبیاء علیہم السلام کے مطیع اور فرمانبردار ہوتے رہے۔ قوم نوح نے کہا تھا ﴿وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ﴾ [4] الخ 'یعنی ہم تو دیکھتے ہیں کہ تیری تابعداری ہم میں سے رذیل اور بے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳۲۵۸)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (۷۳۳۱/٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳۲٦۱ ۔ ۱۳۲٦۲) ابن ماجه (٤۱۲۷) بیهقی فی شعب الایمان (۱۰٤۹۱/۷) مسند بزار (۲۱۳۰/٦) طبرانی کبیر (۳٦۹۳/٤) طحاوی فی مشکل الآثار (۱۵۷/۱)] اس کی سند میں ابوسعید راوی مجہول ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت ہے۔]

[3] [صحیح : مستدرك حاکم (۳۱۹/۳) صحیح مسلم (۲٤۱۳) ابن ماجه (٤۱۲۸) مسند ابویعلی (۸۲٦) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳۲٦٦) صحیح ابن حبان (٦۵۷۳)]

[4] [سورة هود: آیت ۲۷]

وقوف لوگوں نے ہی کی ہے۔ شاہ روم ہرقل نے جب ابوسفیان سے حضور ﷺ کی بابت یہ دریافت کیا کہ شریف لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ہے؟ یا ضعیف لوگوں نے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا تھا کہ ضعیف لوگوں نے۔ بادشاہ نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ فی الواقع تمام نبیوں کا اول پیرو یہی طبقہ ہوتا ہے۔ [1] الغرض مشرکین مکہ ان ایمان داروں کا مذاق اڑاتے تھے اور انہیں ستاتے تھے جہاں تک بس چلتا انہیں سزائیں دیتے اور کہتے کہ یہ ناممکن ہے کہ بھلائی انہیں تو نظر آ جائے اور ہم یونہی رہ جائیں؟ قرآن میں ان کا قول یہ بھی ہے کہ ﴿لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ﴾ [2] اگر یہ کوئی اچھی چیز ہوتی تو یہ لوگ ہم سے آگے نہ بڑھ سکتے۔ اور آیت میں ہے جب ان کے سامنے ہماری صاف اور واضح آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ کفار ایمانداروں سے کہتے ہیں کہ بتاؤ تو مرتبے میں، عزت میں، حسب نسب میں کون شریف ہے؟ اس کے جواب میں رب نے فرمایا ﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَّرِئْيًا﴾ [3] یعنی ان سے پہلے ہم نے بہت سی بستیاں تباہ کر دی ہیں جو باعتبار ساز و سامان و اسباب کے اور باعتبار نمود و ریا کے ان سے بہت ہی آگے بڑھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ یہاں بھی ان کے ایسے ہی قول کے جواب میں فرمایا گیا کہ شکر گذاروں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ جو اپنے اقوال و افعال اور دلی ارادوں کو درست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سلامتیوں کی راہیں دکھاتا ہے اور اندھیریوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور سیدھی راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ [4] الخ، جو لوگ ہماری فرمانبرداری کی کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی صحیح راہ پر لگا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نیک کاروں کا ساتھ دیتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور رنگتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ نیتوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ [5] عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اور عدی کا بیٹا مطعم اور نوفل کا بیٹا حارث اور عمرو کا بیٹا قرظہ اور بنو عبد مناف کے قبیلے کے کافر سب کے سب جمع ہو کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے دیکھو آپ کے بھتیجے اگر ہماری ایک درخواست قبول کر لیں تو ہمارے دلوں میں ان کی عظمت و عزت ہو گی اور پھر ان کی مجلس میں بھی آمد و رفت شروع کر دیں گے اور ہو سکتا ہے کہ ان کی سچائی سمجھ میں آ جائے اور ہم بھی مان لیں۔ ابوطالب نے قوم کے بڑوں کا یہ پیغام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچایا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اس وقت اس مجلس میں تھے فرمانے لگے یا رسول اللہ ﷺ ایسا کرنے میں کیا حرج ہے؟ کچھ دن کر دیکھئے کیا عجب کہ انہیں ہدایت نصیب ہو۔ اسی وقت اللہ عزوجل نے ﴿وَأَنْذِرْ﴾ سے ﴿بِالشَّاكِرِينَ﴾ تک آیتیں

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (۷) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب کتب النبی الی هرقل (۱۷۷۳)]

[2] [سورۃ الاحقاف: آیت ۱۱]

[3] [سورۃ مریم: آیت ۷۴]

[4] [سورۃ العنکبوت: آیت ۶۹]

[5] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب تحریم ظلم المسلم وخذله (۲۵۶٤) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب القناعة (٤١٤٣) مسند احمد (۲/۵۳۹)]

اتاریں۔ ① یہ غرباء جنہیں یہ لوگ فیض صحبت سے محروم کرنا چاہتے تھے یہ تھے بلال، عمار، سالم صبیح، ابن مسعود، مقداد، مسعود، واقد، عمرو، ذوالشمالین، مرثد اور انہی جیسے اور حضرات رضی اللہ عنہم انہی دونوں جماعتوں کے بارے میں آیت ﴿ وَكَذَالِكَ فَتَنَّا ﴾ الخ بھی نازل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان آیتوں کو سن کر عذر معذرت کرنے لگے اس پر آیت ﴿ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُوْمِنُوْنَ ﴾ الخ، نازل ہوئی۔

آخری آیت میں حکم ہوتا ہے کہ ایمان والے جب تیرے پاس آکر سلام کریں تو ان کے سلام کا جواب دو، ان کا احترام کرو اور انہیں اللہ کی وسیع رحمت کی خبر دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے نفس پر رحم وکرم واجب کرلیا ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ گناہ ہر شخص جہالت سے ہی کرتا ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا ساری جہالت ہے۔ غرض جو بھی کوئی برائی کرے پھر اس سے ہٹ جائے اور پورا ارادہ کرلے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔ اور آگے کے لیے اپنے عمل کی اصلاح بھی کرلے تو وہ یقین مانے کہ غفور ورحیم اللہ اسے بخشے گا اور اس پر مہربانی بھی کرے گا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کی قضا وقدر مقرر کی تو اپنی کتاب میں لکھا جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ ② ابن مردویہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے کردے گا اپنے عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا جس میں یہ تحریر ہے کہ میرا رحم وکرم میرے غصے اور غضب سے آگے بڑھا ہوا ہے اور میں سب سے زیادہ رحمت کرنے والا ہوں۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ایک بار مٹھیاں بھر کر اپنی مخلوق کو جہنم میں سے نکالے گا جنہوں نے کوئی بھلائی نہیں کی ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوا ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توراۃ میں ہم لکھا دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور اپنی رحمت کے سو حصے کیے پھر ساری مخلوق میں ان میں سے ایک حصہ رکھا اور ننانوے حصے اپنے پاس باقی رکھے اسی ایک حصہ رحمت کا یہ ظہور ہے کہ مخلوق بھی ایک دوسرے پر مہربانی کرتی ہے اور تواضع سے پیش آتی ہے اور آپس کے تعلقات قائم ہیں۔ اونٹنی، گائے، بکری، پرند، مچھلی وغیرہ جانور اپنے بچوں کی پرورش میں تکلیفیں جھیلتے ہیں اور ان پر پیار ومحبت کرتے ہیں۔ روز قیامت میں اس حصے کو کامل کرنے کے بعد اس میں ننانوے حصے ملا لیئے جائیں گے فی الواقع رب کی رحمت اور اس کا فضل بہت ہی وسیع اور کشادہ ہے۔ یہ حدیث دوسری سند سے مرفوعاً بھی مروی ہے اور ایسی ہی اکثر حدیثیں آیت ﴿ وَرَحْمَتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ ﴾ ③ کی تفسیر میں آئیں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایسی

---

① [مرسل وضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (١١/١٣٢٦٤) الدر المنثور للسیوطی (٣/٢٤)]

② [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ماجآء فی قول اللّٰہ تعالی و ھوالذی یبدء الخلق ثم یعیدہ (٣١٩٤)، (٧٤٠٤)، (٧٥٥٣) صحیح مسلم: کتاب التوبۃ: باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ (٢٧٥١) ابن ماجہ: مقدمہ: باب فیما انکرت الجھمیۃ (١٨٩) ترمذی: کتاب الدعوات (٣٥٤٣) مسند احمد (٢/٣١٣) تفسیر ابن جریر الطبری (١٣٠٩٩) صحیح ابن حبان (٦١٤٣ـ ٦١٤٤)]

③ [سورۃ الاعراف: آیت ١٥٦]

ہی احادیث میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا جانتے ہو اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ وہ سب اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ پھر فرمایا جانتے ہو بندے جب یہ کرلیں تو ان کا حق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کیا ہے؟ یہ ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ کرے۔ [1] مسند احمد میں یہ حدیث بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٥٥﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَاۗءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾ قُلْ اِنِّىْ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۭ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿٥٧﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٨﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾

ہم اسی طرح اپنی آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تا کہ گنہگاروں کا طریقہ ظاہر ہو جائے ○ کہہ دے کہ مجھے صاف منع کر دیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم پکارتے رہتے ہو کہہ دے کہ میں تمہاری خواہشوں پر نہیں چلوں گا اس صورت میں تو میں گمراہ ہو جاؤں اور راہ یافتہ لوگوں میں نہ رہوں ○ کہہ دے کہ میں تو اپنے رب کی صاف دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلا رہے ہو' جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو وہ میرے پاس نہیں' سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا حکم نہیں چلتا' وہ حق حق باتیں بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلے کرنے والا ہے ○ کہہ دے کہ اگر وہ عذاب میرے بس میں ہوتے جن کو تم ابھی ابھی طلب کر رہے ہو' تو کبھی کا ہمارا آپس کا جھگڑا طے ہو چکا ہوتا' اللہ تعالیٰ ظالموں کے حال سے بخوبی واقف ہے ○ غیب کی کنجیاں صرف اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی اور نہیں جانتا' وہ تری خشکی کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے' جو پتہ جھڑے اس کا بھی اسے علم ہے زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی تری اور خشکی ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں نہ ہو ○

امت کو دعوت کے لیے نبی ﷺ کو ہدایات: یعنی جس طرح ہم نے اس سے پہلے ہدایت کی باتیں اور بھلائی کی راہیں واضح کر دیں نیکی بدی کھول کھول کر بیان کر دی اسی طرح ہم ہر اس چیز کا تفصیلی بیان کرتے ہیں جس کی تمہیں ضرورت پیش آنے والی ہے۔ اس میں علاوہ اور فوائد کے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مجرموں کا راستہ نیکوں پر عیاں ہو جائے۔ ایک

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب التوحید : باب ماجاء فی دعاء النبی امته الی توحید اللّٰه تبارك و تعالی (۷۳۷۳) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعاً (۳۰) ترمذی : کتاب الایمان (۲٦٤۳) مسند احمد (۵/۲۲۸)]

اور قرأت کے اعتبار سے یہ مطلب ہے تا کہ تو گنہگاروں کا طریقہ واردات لوگوں کے سامنے کھول دے۔

پھر حکم ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ لوگوں میں اعلان کر دو کہ میرے پاس الٰہی دلیل ہے میں اپنے رب کی دی ہوئی سچی شریعت پر قائم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس وحی آتی ہے۔ افسوس کہ تم اس حق کو جھٹلا رہے ہو۔ تم اگر چہ عذابوں کی جلدی مچا رہے ہو لیکن عذاب کا لانا میرے اختیار کی چیز نہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کے حکم کے ماتحت ہے۔ اس کی مصلحت وہی جانتا ہے اگر چاہے دیر سے لائے اگر چاہے تو جلدی لائے۔ وہ حق بیان فرمانے والا اور اپنے بندوں کے درمیان بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔

سنو اگر میرا ہی حکم چلتا' میرے ہی اختیار میں ثواب و عذاب ہوتا۔ میرے بس میں بقا اور فنا ہوتی تو میں جو چاہتا ہو جایا کرتا اور میں تو ابھی اپنے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر لیتا اور تم پر وہ عذاب برس پڑتے جن سے میں تمہیں ڈرا رہا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میرے بس میں کوئی بات نہیں' اختیار والا اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے۔ وہ ظالموں کو بخوبی جانتا ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ احد سے زیادہ سختی کا تو آپ پر کوئی دن نہ آیا ہوگا ؟ آپ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا کیا پوچھتی ہو کہ مجھے اس تمہاری قوم نے کیا کیا ایذائیں پہنچائیں؟ سب سے زیادہ بھاری دن مجھ پر عقبہ کا دن تھا جبکہ میں ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے پاس پہنچا اور میں نے اس سے آرزو کی کہ وہ میرا ساتھ دے مگر اس نے میری بات نہ مانی۔ واللہ میں سخت غمگین ہو کر وہاں سے چلا مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کدھر جا رہا ہوں۔ قرن ثعالب میں آ کر میرے حواس ٹھیک ہوئے تو میں نے دیکھا کہ اوپر سے ایک بادل نے مجھے ڈھک لیا ہے۔ سر اٹھا کر دیکھتا ہوں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے آواز دے کر فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کی باتیں سنیں اور جو جواب انہوں نے تجھے دیا وہ بھی سنا۔ اب پہاڑوں کے داروغہ فرشتے کو اس نے بھیجا ہے آپ جو چاہیں انہیں حکم دیجیے یہ بجا لائیں گے۔ اسی وقت اس فرشتے نے مجھے پکارا سلام کیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی باتیں سنیں اور مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ ان کے بارے میں جو ارشاد آپ فرمائیں میں بجا لاؤں۔ اگر آپ حکم دیں تو مکہ شریف کے ان دونوں پہاڑوں کو جو جنوب شمال میں ہیں میں اکٹھے کر دوں اور ان تمام کو ان دونوں کے درمیان پیس دوں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ نہیں میں یہ نہیں چاہتا بلکہ مجھے تو امید ہے کہ کیا عجب ان کی نسل میں آگے جا کر ہی کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں'[1] ہاں یہاں یہ بات خیال میں رہے کہ کوئی اس شبہ میں نہ پڑے کہ قرآن کی آیت میں تو ہے کہ اگر میرے بس میں عذاب ہوتا تو ابھی ہی فیصلہ کر دیا جاتا اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بس میں کر دیئے پھر بھی آپ نے ان کے لیے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب اذا قال احدکم آمین والملائکة فی السماء (۳۲۳۱)، (۷۳۸۹) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب مالقی النبی من اذی المشرکین والمنافقین (۱۷۹۵) صحیح ابن حبان (٦٥٦١)]

تاخیر طلب کی۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ آیت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ عذاب طلب کرتے اس وقت اگر آپ کے بس میں ہوتا تو اسی وقت ان پر عذاب آ جاتا اور حدیث میں یہ نہیں کہ اس وقت انہوں نے کوئی عذاب مانگا تھا۔ حدیث میں تو صرف اتنا ہے کہ پہاڑوں کے فرشتے نے آپ کو یہ بتلایا کہ بحکم الٰہ میں یہ کر سکتا ہوں صرف آپ کی زبان مبارک کے ہلنے کا منتظر ہوں لیکن رحمۃ للعالمین کو رحم آ گیا اور نرمی برتی۔ پس آیت وحدیث میں کوئی معارضہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ﴾ [1] الخ' پڑھی۔ [2] یعنی قیامت کا علم' بارش کا علم' پیٹ کے بچے کا علم' کل کے کام کا علم' موت کی جگہ کا علم۔ اس حدیث میں جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا بصورت انسان آ کر حضور ﷺ سے ایمان اسلام احسان کی تفصیل پوچھنا بھی مروی ہے یہ بھی ہے کہ جب قیامت کے صحیح وقت کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں۔ پھر آپ نے آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ﴾ الخ' تلاوت فرمائی۔ [3] پھر فرماتا ہے اس کا علم تمام موجودات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ بری بحری کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ آسمان وزمین کا ایک ذرہ اس پر پوشیدہ نہیں۔ صرصری کا کیا ہی اچھا شعر ہے:

فَلَا يَخۡفٰى عَلَيۡهِ الذَّرُّ اِمَّا ‏ ‏ ‏ تَرَاءٰى لِلنَّوَاظِرِ اَوۡ تَوَارٰى

یعنی کسی کو کچھ دکھائی دے یا نہ دے رب پر کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔ وہ سب کی حرکات سے بھی واقف ہے۔ جمادات کا ہلنا جلنا یہاں تک کہ پتے کا جھڑنا بھی اس کے وسیع علم سے باہر نہیں۔ پھر بھلا جنات اور انسان کا کون سا عمل اس پر مخفی رہ سکتا ہے؟ جیسے فرمان عالی شان ہے ﴿يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِى الصُّدُوۡرُ﴾ [4] آنکھوں کی خیانت اوردلوں کے پوشیدہ بھید بھی اس پر عیاں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خشکی تری کا کوئی درخت ایسا نہیں جس پر اللہ کی طرف سے کوئی فرشتہ مقرر نہ ہو جو اس کے جھڑ جانے والے پتوں کو بھی لکھ لے۔ پھر فرماتا ہے زمین کے اندھیروں کے دانوں کا بھی اس اللہ کو علم ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ تیسری زمین کے اوپر اور چوتھی کے نیچے اتنے جن بستے ہیں کہ اگر وہ اس زمین پر آ جائیں تو ان کی وجہ سے کوئی روشنی نظر نہ پڑے۔ زمین کے ہر کونے پر اللہ کی مہروں میں سے ایک مہر ہے اور ہر مہر پر ایک

---

[1] [سورة لقمان: آیت ٣٤]

[2] [صحيح : صحيح بخاري: كتاب التفسير : باب عنده مفاتيح الغيب (٤٦٢٧) مسند احمد (١٢٢/٢)]

[3] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب الايمان : باب سؤال جبريل النبى عن الايمان (٥٠) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب الايمان ماهو و بيان خصاله (٨) ابن ماجه : مقدمه : باب فى الايمان (٦٣) ترمذى : كتاب الايمان : باب ماجآء فى وصف جبريل للنبى (٢٦١٠)]

[4] [سورة غافر: آیت ١٩]

فرشتہ مقرر ہے اور ہر دن اللہ کی طرف سے اس کے پاس ایک اور فرشتے کے ذریعہ سے حکم پہنچتا ہے کہ تیرے پاس جو ہے اس کی بخوبی حفاظت کر۔ [1] حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین کے ہر ایک درخت وغیرہ پر فرشتے مقرر ہیں جو ان کی خشکی، تری وغیرہ کی بابت اللہ کی جناب میں عرض کر دیتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نون یعنی دوات کو پیدا کیا اور تختیاں بنادیں اور اس میں دنیا کے تمام ہونے والے امور لکھے۔ کل مخلوق کی روزیاں، حلال حرام، نیکی بدی سب کچھ لکھ دیا ہے۔ پھر یہی آیت پڑھی۔

وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ
لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾ ع
وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ
الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾

وہی ہے جو تمہیں رات کو فوت کرتا ہے اور تم دن کو جو کچھ کرتے ہو اسے وہ جانتا ہے پھر تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تاکہ مقرر کیا ہوا وقت انجام کو پہنچایا جائے، پھر تم سب کا اسی کی طرف پھر جانا ہے پھر وہ تمہیں جو کچھ کرتے تھے جتا دے گا ○ وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ ہی تمہاری نگہبانی کرنے والے فرشتے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت واقعی آ جاتی ہے تو اسے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے فوت کر لیتے ہیں اور وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے ○ پھر سب لوگ اپنے رب کی طرف جو ان کا حقیقی کارساز ہے واپس بلا لئے جائیں گے، سن رکھو کہ حکم اسی کا ہے اور وہ سب سے زیادہ جلد حساب لینے والا ہے ○

نیند بھی ایک طرح کی موت: وفاۃ صغریٰ یعنی چھوٹی موت کا بیان ہو رہا ہے اس سے مراد نیند ہے۔ جیسے اس آیت میں ہے ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ [2] یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے فوت کرنے والا (یعنی تجھ پر نیند ڈالنے والا ہوں) اور اپنی طرف چڑھا لینے والا ہوں اور جیسے آیت میں ہے ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ [3] الخ، یعنی اللہ تعالیٰ نفسوں کو ان کی موت کے وقت مار ڈالتا ہے اور جن کی موت نہیں آئی انہیں نیند کے وقت فوت کر لیتا ہے (یعنی سلا دیتا ہے) موت والے نفس کو تو اپنے پاس روک لیتا ہے، اور دوسرے کو مقررہ وقت پورا کرنے کے لیے پھر بھیج دیتا ہے۔ اس آیت میں

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (٧٣٧٠/٤) الدر المنثور للسیوطی (٢٨/٣)] اس کی سند میں ابن اسحاق مدلس راوی ہے اور اس نے عن سے روایت بیان کی ہے اس لیے یہ صحیح نہیں۔]

[2] [سورۃ ال عمران: آیت ٥٥] [3] [سورۃ الزمر: آیت ٤٢]

دونوں وفاۃ بیان کردی ہیں۔ وفاۃ کبریٰ اور وفاۃ صغریٰ اور جس آیت کی اس وقت تفسیر ہو رہی ہے اس میں بھی دونوں وفاتوں کا ذکر ہے۔ وفاۃ صغریٰ یعنی نیند کا پہلے پھر وفاۃ کبریٰ یعنی حقیقی موت کا۔ بیچ کا جملہ ﴿وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ﴾ جملہ معترضہ ہے جس سے اللہ کے وسیع علم کی دلالت ہو رہی ہے کہ وہ دن رات کے کسی وقت اپنی مخلوق کی کسی حالت سے بے علم نہیں۔ ان کی حرکات و سکنات سب جانتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿سَوَاءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ [1] الخ، یعنی چھپا کھلا رات کا دن کا سب باتوں کا اسے علم ہے اور آیت میں ہے ﴿وَمِن رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ [2] الخ، یعنی یہ بھی رب کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے سکون کا وقت رات کو بنایا۔ اور دن کو تلاش معاش کا وقت بنایا۔ اور آیت میں ارشاد ہے ﴿وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا﴾ [3] الخ، رات کو ہم نے لباس اور دن کو سبب معاش بنایا۔ یہاں فرمایا رات کو وہ تمہیں سلا دیتا ہے اور دنوں کو جو تم کرتے ہو اس سے وہ آگاہ ہے۔ پھر دن میں تمہیں اٹھا بٹھا دیتا ہے۔ ایک معنی یہ بھی بیان کیے گئے ہیں کہ وہ نیند میں یعنی خواب میں تمہیں اٹھا کھڑا کرتا ہے لیکن اول معنی ہی اولیٰ ہیں۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر ہے جو سونے کے وقت اس کی روح کو لے جاتا ہے پھر اگر قبض کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ اس روح کو نہیں لوٹاتا ورنہ بحکم الٰہ لوٹا دیتا ہے۔ [4] یعنی معنی اس آیت کے جملے ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ﴾ کا ہے تاکہ اس طرح عمر کا پورا وقت گذرے اور جو اجل مقرر ہے وہ پوری ہو۔ قیامت کے دن سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے پھر وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا نیکوں کو نیک اور بدوں کو برا۔

وہی ذات ہے جو ہر چیز پر غالب و قادر ہے اس کی جلالت عظمت عزت کے سامنے ہر کوئی پست ہے بڑائی اسی کی ہے، اور سب اس کے سامنے عاجز و مسکین ہیں۔ وہ اپنے محافظ فرشتوں کو بھیجتا ہے جو انسان کی دیکھ بھال رکھتے ہیں جیسے فرمان عالیشان ہے ﴿لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ﴾ [5] پس یہ فرشتے تو وہ ہیں جو انسان کی جسمانی حفاظت رکھتے ہیں دائیں بائیں آگے پیچھے سے اسے بحکم الٰہ بلاؤں سے بچاتے رہتے ہیں۔ دوسری قسم کے وہ فرشتے ہیں جو اس کے اعمال کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور ان کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ﴾ [6] ان ہی فرشتوں کا ذکر آیت ﴿إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ﴾ [7] الخ، میں ہے پھر فرمایا یہاں تک کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اس کی سکرات کے عالم میں اس کے پاس ہمارے وہ فرشتے آتے ہیں جو اسی کام پر مقرر ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ملک الموت کے بہت سے مددگار فرشتے ہیں جو روح کو جسم سے نکالتے ہیں اور حلقوم تک جب روح آجاتی ہے

---

[1] [سورۃ الرعد: آیت ١٠]
[2] [سورۃ القصص: آیت ٧٣]
[3] [سورۃ النباء: ١٠]
[4] [ضعیف: الدر المنثور (٢٩/٣)]
[5] [سورۃ الرعد: آیت ١١]
[6] [سورۃ الانفطار: آیت ١١،١٠]
[7] [سورۃ ق: آیت ١٨،١٧]

پھر ملک الموت اسے قبض کر لیتے ہیں۔ اس کا مفصل بیان آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ﴾ [1] الخ میں آئے گا ان شاءاللہ تعالیٰ۔ پھر فرمایا وہ کوئی کمی نہیں کرتے یعنی روح کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کرتے۔ اسے پوری حفاظت کے ساتھ یا تو علیین میں نیک روحوں سے ملا دیتے ہیں یا سجین میں بری روحوں میں ڈال دیتے ہیں۔

پھر وہ سب اپنے سچے مولیٰ کی طرف بلا لیے جائیں گے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مرنے والے کی روح کو نکالنے کے لیے فرشتے آتے ہیں اور اگر وہ نیک ہے تو اس سے کہتے ہیں کہ اے مطمئن روح جو پاک جسم میں تھی تو نہایت اچھائیوں اور بھلائیوں سے چل تو راحت وآرام کی خوشخبری سن تو اس رب کی طرف چل جو تجھ پر کبھی خفا نہ ہوگا۔ وہ اسے سنتے ہی نکلتی ہے اور جب تک وہ نکل نہ چکے تب تک یہی مبارک صدا اسے سنائی جاتی ہے پھر اسے آسمانوں پر لے جاتے ہیں اس کے لیے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور فرشتے اس کی آؤ بھگت کرتے ہیں مرحبا کہتے ہوئے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور جو موت کے فرشتوں نے کہا تھا وہی خوشخبری یہ بھی سناتے ہیں یہاں تک اسی طرح نہایت تپاک گرم جوشی سے فرشتوں کے استقبال کے ساتھ یہ نیک روح اس آسمان تک پہنچتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہماری موت بھی نیکی پر کرے) اور جب کوئی برا آدمی ہوتا ہے تو موت کے فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اے خبیث روح جو گندے جسم میں تھی تو بری بن کر چل گرم کھولتے ہوئے پانی اور سڑی بھسی غذا اور طرح طرح کے عذابوں کی طرف چل۔ پھر وہ اس روح کو نکالتے ہیں اور یہی کہتے رہتے ہیں پھر اسے آسمان کی طرف چڑھاتے ہیں دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں۔ آسمان کے فرشتے پوچھتے ہیں کون ہے؟ یہ اس کا نام بتاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں اس خبیث نفس کے لیے مرحبا نہیں۔ یہ تھا بھی ناپاک جسم میں تو برائی کے ساتھ لوٹ جا۔ تیرے لیے آسمانوں کے دروازے نہیں کھلتے۔ چنانچہ اسے زمین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر قبر میں لائی جاتی ہے۔ پھر قبر میں ان دونوں روحوں سے سوال وجواب ہوتے ہیں۔ [2]

جیسے پہلی حدیثیں گذر چکیں۔ پھر اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ اس سے مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرشتے لوٹائے جاتے ہیں یا یہ کہ مخلوق لوٹائی جاتی ہے یعنی قیامت کے دن۔ پھر جناب باری ان میں عدل وانصاف کرے گا اور احکام جاری فرمائے گا۔ جیسے فرمایا ﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ﴾ [3] الخ، یعنی کہہ دے کہ اول آخر والے سب قیامت کے دن جمع ہوں گے اور آیت میں ہے ﴿وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ [4] ہم سب

---

[1] [سورۃ ابراھیم: آیت ۲۷]

[2] [صحیح: مسند احمد (۲/۳۶۴۔ ۳۶۵) ابوداؤد: کتاب الجنائز: باب کیف یجلس عند القبر (۳۲۱۲) ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب ذکر الموت والاستعداد (۴۳۶۲) نسائی فی التفسیر من الکبری (۶/۱۱۴۴۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲/۱۴۶۱۵) الشریعۃ للآجری (۲/۹۷۹)] حافظ بوصیریؒ، امام منذریؒ، امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الزوائد للبوصیری (۳/۳۱۱) الترغیب والترھیب (۴/۳۷۰) صحیح ابن حبان (۷/۳۰۱۳) مستدرک حاکم (۱/۳۵۲)]

[3] [سورۃ الواقعہ: آیت ۴۹۔ ۵۰] [4] [سورۃ الکہف: آیت ۶۳]

کو جمع کریں گے اور کسی کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے الخ' یہاں بھی فرمایا کہ اپنے سچے مولیٰ کی طرف سب کا لوٹنا ہے۔ جو بہت جلد حساب لینے والا ہے اس سے زیادہ جلدی حساب میں کوئی نہیں کر سکتا۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾

پوچھ تو کہ تمہیں خشکی اور تری کے اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے؟ تم اسی اللہ کو بلند اور پست آواز سے پکارتے ہو کہ اے اللہ اگر تو ہمیں اس سے نجات دے گا تو ہم بالیقین تیرے شکر گزار بندوں میں ہو جائیں گے ○ جواب دے کہ تمہیں ان اندھیروں سے اور ہر طرح کی گھبراہٹ سے اللہ ہی نجات دیتا ہے اس پر بھی تم اللہ کے شریک ٹھہراتے ہو ○ کہہ دے کہ اللہ قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر کی طرف سے یا تمہارے پیروں تلے سے کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں گروہ گروہ کر کے بھڑا دے اور بعض کو بعض کی لڑائی کا مزا چکھا دے' دیکھ تو ہم کس طرح پھیر پھیر کر اپنی آیتوں کو بیان فرماتے ہیں تا کہ لوگ سمجھ لیں ○

اللہ کے احسانات کو یاد رکھو: اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرماتا ہے کہ جب تم خشکی کے بیابانوں اور لق ودق سنسان جنگلوں میں راہ بھٹکے ہوئے' قدم قدم پر خوف و خطر میں مبتلا ہوتے ہو اور جب تم کشتیوں میں بیٹھے ہوئے طوفان کے وقت سمندر کے تلاطم میں مایوس وعاجز ہو جاتے ہو۔ اس وقت اپنے دیوتاؤں اور بتوں کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو۔ یہی مضمون قرآن کریم کی آیت ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ﴾ [1] میں اور آیت ﴿هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ [2] میں اور آیت ﴿اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ﴾ [3] میں بھی بیان ہوا ہے۔ ﴿تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾ کے معنی ﴿جَهْرًا اَوْ سِرًّا﴾ یعنی بلند آواز اور پست آواز کے ہیں۔ الغرض اس وقت صرف اللہ کو ہی پکارتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس وقت سے نجات دے گا تو ہم ہمیشہ تیرے شکر گزار رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے باوجود اس عہد و پیمان کے ادھر ہم نے انہیں تنگی اور مصیبت سے چھوڑا ادھر یہ آزاد ہوتے ہی ہمارے ساتھ شرک کرنے لگے اور اپنے جھوٹے معبودوں کو پھر پکارنے لگے۔ پھر فرماتا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ جس اللہ نے تمہیں اس وقت آفت میں ڈالا تھا وہ اب بھی قادر ہے کہ تم پر کوئی اور عذاب اوپر سے یا نیچے سے لے آئے جیسے کہ سورۂ سبحان میں ﴿رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ﴾ [4] سے ﴿تَبِيْعًا﴾ تک بیان فرمایا۔ یعنی تمہارا پروردگار وہ ہے جو دریا میں تمہارے لیے کشتیاں چلاتا ہے تا کہ تم اس کا فضل حاصل کرو اور وہ تم پر

---

[1] [سورۃ الاسراء: آیت ٦٧]
[2] [سورۃ یونس: آیت ٢٢]
[3] [سورۃ النحل: آیت ٦٣]
[4] [سورۃ الاسراء: آیت ٦٦، ٦٩]

بہت ہی مہربان ہے۔ لیکن جب تمہیں دریا میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو جن کی تم عبادت کرتے رہتے تھے وہ سب تمہارے خیال سے نکل جاتے ہیں اور صرف اللہ ہی کی طرف لو لگ جاتی ہے۔ پھر جب وہ تمہیں خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم اس سے منہ پھیر لیتے ہو فی الواقع انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ وہ تمہیں خشکی میں ہی دھنسا دے یا تم پر آندھی کا عذاب بھیج دے پھر تم کسی کو بھی اپنا کارساز نہ پاؤ۔ کیا تم اس بات سے بھی نڈر ہو کہ وہ تمہیں پھر دوبارہ دریا میں لے جائے اور تم پر تند و تیز ہوا بھیج دے اور تمہیں تمہارے کفر کے باعث غرق کر دے تم پھر کسی کو نہ پاؤ جو ہمارا پیچھا کر سکے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اوپر نیچے کے عذاب مشرکوں کے لیے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت میں اسی امت کو ڈرایا گیا تھا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے معافی دے دی۔ ہم یہاں اس آیت سے تعلق رکھنے والی حدیثیں اور آثار بیان کرتے ہیں ملاحظہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر ہمارا بھروسہ ہے اور اس سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے ﴿يَلْبِسَكُمْ﴾ کے معنی ﴿يُخَلِّطَكُمْ﴾ کے ہیں۔ یہ لفظ التباس سے ماخوذ ہے ﴿شِيَعًا﴾ کے معنی ﴿فِرَقًا﴾ کے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ اللہ قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے عذاب نازل فرمائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ یا اللہ میں تیرے پرعظمت وجلال چہرہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور جب یہ سنا کہ نیچے سے عذاب لے آئے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔ پھر یہ سن کر کہ یا وہ تم میں اختلاف ڈال دے اور تمہیں ایک دوسرے سے تکلیف پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بہت زیادہ ہلکا ہے۔ [1]

ابن مردویہ کی اس حدیث کے آخر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی مروی ہے کہ اگر اس آپس کی ناچاقی سے بھی پناہ مانگتے تو پناہ مل جاتی۔ [2]

مسند میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ تو ہونے والا ہی ہے اب تک یہ ہوا نہیں۔ [3] یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے غریب بتاتے ہیں۔ مسند احمد میں

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قل ھو القادر علی ان (٤٦٢٨) صحیح ابن حبان (٧٢٢٠) تفسیر ابن جریر الطبری (١٣٣٦٨) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ الانعام (٣٠٦٥) مسند ابویعلی (١٩٨٢)]

[2] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (٣٢/٣) طبرانی اوسط (٩٠٦٨/٩) تفسیر ابن ابی حاتم (٧٤١١/٤)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے اور ابوزبیر مدلس ہے اور اس نے عن سے روایت بیان کی ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[3] [ضعیف : مسند احمد (١٧١/١) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ الانعام (٢٠٦٦) تفسیر ابن ابی حاتم (٧٣٩٧/٤) ابن عساکر فی تاریخ دمشق (١٧١/٢) الذھبی فی معجم الشیوخ (٢٦٤/١) نعیم بن حماد فی الفتن (ص : ٤١٥) الدر المنثور للسیوطی (٣٢/٣)] شیخ احمد شاکر اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [التعلیق علی المسند (١٤٦٦)] امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ اس کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آ رہے تھے آپ مسجد بنی معاویہ میں گئے اور دو رکعت نماز ادا کی ہم نے بھی آپ کے ساتھ پڑھی پھر آپ نے لمبی مناجات کی اور فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزیں طلب کیں ایک تو یہ کہ میری تمام امت کو ڈبوئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز عطا فرمائی۔ پھر میں نے دعا کی کہ میری عام امت کو قحط سالی سے اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کرے اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی پھر میں نے دعا کی کہ ان میں آپس میں پھوٹ نہ پڑے میری یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ صحیح مسلم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ (1) مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمارے پاس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بنی معاویہ کے محلے میں آئے اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو تمہاری اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کس جگہ پڑھی؟ میں نے مسجد کے ایک کونے کو دکھا کر کہا یہاں۔ پھر پوچھا جانتے ہو یہاں تین دعائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا کیں؟ میں نے کہا ایک تو یہ کہ آپ کی امت پر کوئی غیر مسلم طاقت اس طرح غالب نہ آ جائے کہ ان کو پیس ڈالے دوسرے یہ کہ ان پر عام قحط سالی ایسی نہ آئے کہ یہ سب تباہ ہو جائیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں پھر تیسری دعا یہ کی کہ ان میں آپس میں لڑائیاں نہ ہوں لیکن یہ دعا قبول نہ ہوئی یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے سچ کہا یاد رکھو قیامت تک یہ آپس کی لڑائیاں چلی جائیں گی۔ (2) ابن مردویہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام بنو معاویہ کے محلے میں گئے اور وہاں آٹھ رکعت نماز ادا کی، بڑی لمبی رکعت پڑھیں پھر میری طرف توجہ فرما کر فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں اللہ پاک نے دو تو دیں اور ایک نہ دی۔ میں نے سوال کیا کہ میری امت پر ان کے دشمن اس طرح نہ چھا جائیں کہ انہیں برباد کر دیں اور ان سب کو ڈبو یا نہ جائے۔ اللہ نے ان دونوں باتوں سے مجھے امن دیا پھر میں نے آپس میں لڑائیاں نہ ہونے کی دعا کی لیکن اس سے منع کر دیا۔ (3) ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ تشریف لے گئے اب دریافت کرتا کرتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تھے وہیں پہنچا دیکھا تو آپ نماز پڑھ رہے ہیں میں بھی آپ کے پیچھے نماز میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے بڑی لمبی نماز پڑھی۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی لمبی نماز آپ نے آج پڑھی، آپ نے فرمایا ہاں یہ نماز رغبت اور ڈر کی نماز تھی پھر آپ نے

---

(1) [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الفتن: باب هلاك هذه الامة بعضهم ببعض (٢٨٩٠) مسند ابويعلى (٧٣٤) صحیح ابن حبان (٧٢٣٦) مسند احمد (١/١٧٥)]

(2) [صحیح: مسند احمد (٥/٤٤٥) مؤطا (٣٥) الدر المنثور للسيوطي (٣/٣٤) طبرانی كبير (١٧٨١) مجمع الزوائد (٧/٢٢١)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [مسند احمد محقق (٢٣٧٤٩)]

(3) [ضعیف: الدر المنثور للسيوطي (٣/٣٤) ابن ابی شيبة: كتاب الدعا: باب ما دعا النبی لامته فأعطی بعضه (٨٠/٧) بخاری في التاريخ الكبير (٦/٢٨٥)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

اپنی ان تینوں دعاؤں کا ذکر کیا۔ ① نسائی وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ نے ضحیٰ کی نماز کی آٹھ رکعتیں پڑھیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوال پر اپنی دعاؤں کا ذکر کیا اس میں عام قحط سالی کا ذکر ہے۔ ② نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ساری رات نماز میں گذاری صبح کے وقت سلام پھیرا تو حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے جو بدری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں پوچھا کہ ایسی طویل نماز تو میں نے آپ کی کبھی نہیں دیکھی آپ نے اس کے جواب میں وہی فرمایا جو اوپر مذکور ہوا۔ اس میں ایک دعا یہ ہے کہ اگلی امتوں پر جو عام عذاب آئے وہ میری امت پر عام طور پر نہ آئیں۔ ③ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ نے نماز پڑھی جس کے رکوع وسجود پورے تھے اور نماز ہلکی تھی پھر سوال وجواب وہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے ④ مسند احمد میں ہے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں میرے لیے زمین لپیٹ دی گئی یہاں تک کہ میں نے مشرقین مغربین دیکھ لیے جہاں جہاں تک یہ زمین میرے لیے لپیٹ دی گئی تھی وہاں وہاں تک میری امت کی بادشاہت پہنچے گی۔ مجھے دونوں خزانے دیئے گئے ہیں سفید اور سرخ۔ میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ میری امت کو عام قحط سالی سے ہلاک نہ کر اور ان پر کوئی ان کے سوا ایسا دشمن مسلط نہ کر جو انہیں عام طور پر ہلاک کر دے یہاں تک کہ یہ خود آپس میں ایک دوسروں کو ہلاک کرنے لگیں اور ایک دوسروں کو قتل کرنے لگیں اور ایک دوسروں کو قید کرنے لگیں اور حضور ﷺ نے فرمایا میں اپنی امت پر کسی چیز سے نہیں ڈرتا بجز گمراہ کرنے والے اماموں کے۔ پھر جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو قیامت تک ان میں سے اٹھائی نہ جائے گی۔ ⑤ ابن مردویہ میں ہے کہ جب آپ لوگوں میں نماز پڑھتے

---

① [صحیح: مسند احمد (٥/٢٤٠) ابن ماجه: كتاب الفتن: باب مايكون من الفتن (٣٩٥١) ابن ابی شيبة: كتاب الدعا (٨٠/٧) صحيح ابن خزيمة (١٢١٨)] حافظ بوصیریؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الزوائد (٢٢٩/٣) السلسلة الصحيحة (١٧٢٤)]

② [صحیح لغیرہ: مسند احمد (١٤٦/٣، ١٥٦) صحيح ابن خزيمة (١٢٢٨) نسائی فی السنن الكبرى كما فی التحفة (٩٢٠/١) ابو نعيم فی الحلية (٣٣٦/٨) مجمع الزوائد (٢٣٦/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔ [مسند احمد محقق (١٢٤٨٦)]

③ [صحیح: مسند احمد (١٠٨/٥ـ١٠٩) ترمذی: كتاب الفتن: باب ماجآء فی سوال النبی ثلاثا فی امته (٢١٧٥) نسائی: كتاب قيام الليل: باب احيآء الليل (١٦٣٩)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

④ [صحیح بالشواهد: تفسير ابن جرير الطبری (١٣٣٧٠) طبرانی كبير (٤١١٢/٤) ابن ابی عاصم فی الأحاد والمثانی (٢٣٣٣/٤) مسند بزار (١٦٢٩/٢) بخاری فی التاريخ الكبير (١٣٨/٣)] حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی ثقہ اور اس کی سند حسن ہے۔ [الاصابة (٧٥/٣)]

⑤ [صحیح: مسند احمد (١٢٣/٤) مسند بزار (٣٢٩١) تفسير عبد الرزاق (٢١٠/٢) تفسير ابن جرير الطبری (١٣٣٦٩/١١) صحيح ابن حبان (٤٥٧٠/١٠)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (٢٩٣/٨)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (٢٢١/٧)]

تو نماز ہلکی ہوتی۔ مگر رکوع وسجود پورے ہوتے ایک روز آپ بہت دیر تک بیٹھے رہے یہاں تک کہ ہم نے ایک دوسرے کو اشارے سے سمجھا دیا کہ شاید آپ پر وحی اتر رہی ہے خاموشی سے بیٹھے رہو۔ جب آپ فارغ ہوئے تو بعض لوگوں نے کہا حضور ﷺ آج تو اس قدر زیادہ دیر تک آپ کے بیٹھے رہنے سے ہم نے یہ خیال کیا تھا اور آپس میں ایک دوسرے کو اشارے سے یہ سمجھایا تھا۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ بات تو نہ تھی بلکہ میں نے یہ نماز بڑی رغبت ویکسوئی سے ادا کی تھی۔ میں نے اس میں تین چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ سے طلب کی تھیں جن میں سے دو تو اللہ تعالیٰ نے دے دیں اور ایک نہیں دی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ تمہیں وہ عذاب نہ کرے جو تم سے پہلی قوموں کو کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے پورا کیا ہے میں نے پھر کہا کہ یا اللہ میری امت پر کوئی ایسا دشمن چھا نہ جائے جو ان کا صفایا کر دے تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ مراد بھی پوری کر دی۔ پھر میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تم میں پھوٹ نہ ڈالے کہ ایک دوسرے کو ایذا پہنچائیں مگر اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول نہ فرمائی۔ [1] مسند احمد کی حدیث میں ہے میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے چار دعائیں کیں تو تین پوری ہوئیں اور ایک رد ہوگئی۔ چوتھی دعا اس میں یہ ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو جائے [2] اور حدیث میں ہے دو چیزیں اللہ نے دیں دو نہ دیں آسمان سے پتھروں کا سب پر برسانا موقوف کر دیا گیا زمین کے پانی کے طوفان سے سب کا غرق ہو جانا موقوف کر دیا گیا لیکن قتل اور آپس کی لڑائی موقوف نہیں کی گئی [3] (ابن مردویہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری تو آنحضرت ﷺ وضو کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری امت پر نہ تو ان کے اوپر سے عذاب اتار نہ نیچے سے انہیں عذاب چکھا اور نہ ان میں تفرقہ ڈال کہ ایک دوسرے کو مصیبت پہنچائے۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام اترے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو اس سے پناہ دے دی کہ ان کے اوپر سے یا ان کے نیچے سے ان پر عام عذاب اتارا جائے [4] (ابن مردویہ) ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو چیزیں اس امت سے ہٹ گئیں اور دو رہ گئیں اوپر کا عذاب یعنی پتھراؤ اور نیچے کا عذاب یعنی زمین کا دھنساؤ ہٹ گیا اور آپس کی پھوٹ اور ایک کا ایک کو ایذائیں پہنچانا رہ گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں چار چیزوں کا ذکر ہے جن میں سے دو تو

---

[1] [صحیح بالشواھد: طبرانی کبیر (٤١١٢) مسند بزار (٣٢٨٩) ابن حبان (٦٧١٤/١٥)]

[2] [صحیح: مسند احمد (٣٩٦/٦) طبرانی کبیر (٢١٧١) مجمع الزوائد (٢٢١/٧) الدر المنثور للسیوطی (٣٤/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔ [مسند احمد محقق (١٧١١٥)]

[3] [ضعیف: الدر المنثور للسیوطی (٣٣/٣) طبرانی کبیر (١٢٠٤٩/١١) مجمع الزوائد (١٢٢/١)] اس کی سند میں عبداللہ بن کیسان راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔]

[4] [ضعیف: الدر المنثور للسیوطی (٣٣/٣)] اس کی سند میں محمد بن سائب کلبی راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت ہے۔]

حضور ﷺ کی وفات کے پچیس سال بعد ہی شروع ہوگئیں یعنی پھوٹ اور آپس کی دشمنی۔ دو باقی رہ گئیں وہ بھی ضرور ہی آنے والی ہیں یعنی رجم اور خسف آسمان سے سنگباری اور زمین میں دھنسایا جانا [1] (احمد) حضرت حسن رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں گناہ سے لوگ بچے ہوئے تھے عذاب رکے ہوئے تھے جب گناہ شروع ہوئے عذاب اتر پڑے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ با آواز بلند مجلس میں یا منبر پر فرماتے تھے لوگو تم پر آیت ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ﴾ الخ اتر چکی ہے اگر آسمانی عذاب آ جائے ایک بھی باقی نہ بچے اگر تمہیں وہ زمین میں دھنسا دے تو تم سب ہلاک ہو جاؤ اور تم میں سے ایک بھی نہ بچے لیکن تم پر آپس کی پھوٹ کا تیسرا عذاب آ چکا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اوپر کا عذاب برے امام اور بد بادشاہ ہیں نیچے کا عذاب بد باطن غلام اور بد دیانت نوکر چاکر ہیں۔ یہ قول بھی گو صحیح ہو سکتا ہے لیکن پہلا قول ہی زیادہ ظاہر اور قوی ہے۔ اس کی شہادت میں آیت ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾ [2] الخ، پیش ہو سکتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے میری امت میں سنگ باری اور زمین میں دھنس جانا اور صورت بدل جانا ہوگا۔ [3] اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں جو قیامت کے قرب کی علامتوں کے بیان میں اس کے موقعہ پر جا بجا آئیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ آپس کی پھوٹ سے مراد فرقہ بندی ہے، خواہشوں کو پیشوا بنانا ہے۔ ایک حدیث میں ہے یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے۔ [4]

ایک دوسرے کی تکلیف کا مزہ چکھے اس سے مراد سزا اور قتل ہے۔ دیکھ لے کہ ہم کس طرح اپنی آیتیں وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہے ہیں۔ تاکہ لوگ غور و تدبر کریں سوچیں سمجھیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! میرے بعد کافر بن کر نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسروں کی گردنوں پر تلواریں چلانے لگو۔ اس پر لوگوں نے کہا حضور ﷺ کیا ہم اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کو مانتے ہوئے ایسا کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں یہی ہوگا۔ کسی نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم مسلمان رہتے ہوئے مسلمانوں ہی کو قتل کریں اس پر آیت کا آخری حصہ اور اسکے بعد کی آیت ﴿وَكَذَّبَ بِهٖ﴾ الخ، اتری [5] (ابن ابی حاتم اور ابن جریر)

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (٥/١٣٤-١٣٥) مجمع الزوائد (٧/٢٤) السیر للذھبی (١/٣٩٣) ابو نعیم فی الحلیة (١/٢٥٣) تفسیر ابن جریر الطبری (١١/١٣٣٦١)] اس کی سند میں ابوجعفر رازی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ ملک: آیت ١٦-١٧]

[3] [صحیح: ترمذی: کتاب القدر: باب ما جآء فی المکذبین بالقدر من الوعید (٢١٥٢) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب الخسوف (٤٠٦١) صحیح ابن حبان (١٥/٦٧٥٩)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، المشکاة (١٠٦-١١٦) السلسلة الصحیحة (١٧٨٧)]

[4] [صحیح: ترمذی: کتاب الایمان: باب ما جآء فی افتراق ھذہ الامة (٢٦٤١) مستدرك حاکم (١/١٢٩)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (١٣٤٨)]

[5] [مرسل وضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (١٣٣٨١) تفسیر ابن ابی حاتم (٤/٧٤١٨)]

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝۶۶ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ
وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۶۷ وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰي
يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰي مَعَ
الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۶۸ وَمَا عَلَي الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰي
لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۶۹

تیری قوم نے اس قرآن کو جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے' کہہ دے کہ میں تم پر کچھ محافظ نہیں ○ ہر خبر کے لیے ایک معین وقت مقرر ہے تم عنقریب جان لوگے ○ تو جب انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں کا مضحکہ اڑاتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لیا کر یہاں تک کہ وہ اس کے سوا کسی اور بحث کو شروع کریں' اور اگر کبھی شیطان تجھے بھلا دے تو خبردار یاد آ جانے کے بعد ہرگز ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھنا ○ ان کے حساب میں سے کوئی چیز پرہیز گاری کرنے والوں پر نہیں ہاں ان کے ذمہ نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ لوگ پرہیز گاری اختیار کر لیں ○

تاویلیں کرنے والوں سے دور رہو: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس قرآن کو اور جس ہدایت و بیان کو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لایا ہے اور جسے تیری قوم قریش جھٹلا رہی ہے حقیقتاً وہ سراسر حق ہے بلکہ اس کے سوا اور کوئی حق ہے ہی نہیں ان سے کہہ دیجیے میں نہ تو تمہارا محافظ ہوں نہ تم پر وکیل ہوں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہہ دے کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے جو چاہے ایمان لائے۔ یعنی مجھ پر صرف تبلیغ کرنا فرض ہے۔ تمہارے ذمہ سننا اور ماننا ہے ماننے والے دنیا اور آخرت میں نیکی پائیں گے اور نہ ماننے والے دونوں جہان میں بدنصیب رہیں گے۔ ہر خبر کی حقیقت ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے اس کا وقت مقرر ہے۔ تمہیں عنقریب حقیقت حال معلوم ہو جائے گی۔ واقعہ کا انکشاف ہو جائے گا اور جان لوگے۔

پھر فرمایا جب تو انہیں دیکھے جو میری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں تو تو ان سے منہ پھیر لے اور جب تک وہ اپنی شیطانیت سے باز نہ آ جائیں تو ان کے ساتھ نہ اٹھو نہ بیٹھو۔ اس آیت میں گو فرمان حضرت رسالت مآب ﷺ کو ہے لیکن حکم عام ہے۔ آپ کی امت کے ہر شخص پر حرام ہے کہ وہ ایسی مجلس میں یا ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھے جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہوں ان کے معنی الٹ پلٹ کرتے ہوں اور ان کی بے جا تاویلیں کرتے ہوں۔ اگر بالفرض کوئی شخص بھولے سے ان میں بیٹھ بھی جائے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالموں کے پاس بیٹھنا ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا اور بھول سے درگذر فرما لیا ہے اور ان کاموں سے بھی جو ان سے زبردستی مجبور کر کے کرائے جائیں۔ [1] اس آیت کے اسی حکم کی

---

[1] [صحیح : ابن ماجہ : کتاب الطلاق : باب طلاق المکرہ والناسی (۲۰۴۵) بیھقی فی السنن الکبری (۳۵۶/۷ ۔ ۳۵۷)] شیخ البانی ؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابن ماجہ ، ارواء الغلیل (۸۲)]

طرف اشارہ اس آیت میں ہے ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ﴾ (۱) الخ، یعنی تم پر اس کتاب میں یہ فرمان نازل ہو چکا ہے کہ جب اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر اور مذاق ہوتا ہوا سنو تو ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور اگر تم نے ایسا کیا تو تم بھی اس صورت میں ان جیسے ہی ہو جاؤ گے ہاں جب وہ اور باتوں میں مشغول ہوں تو خیر۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کے ساتھ بیٹھے اور ان کی باتوں کو برداشت کر لیا تو تم بھی ان کی طرح ہی ہو۔ پھر فرمان ہے کہ جو لوگ ان سے دوری کریں ان کے ساتھ شریک نہ ہوں ان کی ایسی مجلسوں سے الگ رہیں وہ بری الذمہ ہیں ان پر ان کا کوئی گناہ نہیں۔ ان کی اس بدکرداری کا کوئی بوجھ ان کے سر نہیں۔ دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر چہ ان کے ساتھ بیٹھیں لیکن جبکہ ان کے کام میں اور ان کے خیال میں ان کی شرکت نہیں تو یہ بے گناہ ہیں لیکن یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حکم سورۂ نساء مدنی کی آیت ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ (۲) سے منسوخ ہے۔ ان مفسرین کی اس تفسیر کے مطابق آیت کے آخری جملے کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم نے تمہیں ان سے الگ رہنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ انہیں عبرت حاصل ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے گناہ سے باز آ جائیں اور ایسا نہ کریں۔

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيعٌ ۚ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَّعَذَابٌ أَلِيمٌۢ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۷۰﴾

انہیں چھوڑ دے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور جنہیں زندگانی دنیا نے مغرور کر دیا ہے اور اس قرآن کے ساتھ نصیحت کر دے تاکہ کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک نہ کیا جائے سوائے اللہ کے کسی کا نہ کوئی دوست ہے نہ سفارشی، گو کوئی سب کچھ بدلے میں دینا چاہے لیکن اس سے لیا نہ جائے گا، یہی ہیں جو اپنے کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے ہلاک کیے گئے، انہیں گرم گرم پانی پینے کو ملے گا اور ان کے کفر کی وجہ سے انہیں دردناک عذاب ہوں گے ○

یعنی بے دینوں سے منہ پھیر لو ان کا انجام نہایت برا ہے اس قرآن کو پڑھ کر، سنا کر لوگوں کو ہوشیار کر دو۔ اللہ کی ناراضگی سے اور اس کے عذابوں سے انہیں ڈرا دو تاکہ کوئی شخص اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاک نہ ہو، پکڑا نہ جائے، رسوا نہ کیا جائے، اپنے مطلوب سے محروم نہ رہ جائے۔ جیسے فرمان ہے ﴿كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ (۳) الخ، ہر شخص اپنے اعمال کا گروی ہوا ہے مگر داہنے ہاتھ والے۔ یاد رکھو کسی کا کوئی والی اور سفارشی نہیں جیسے ارشاد فرمایا ﴿مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ﴾ (۴) الخ، اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہے نہ دوستی اور محبت نہ سفارش اور نہ شفاعت۔ کافر پورے ظالم ہیں

---

(۱) [سورۃ النسآء: آیت ۱۴۰] (۲) [سورۃ النسآء: آیت ۱۴۰]

(۳) [المدثر: ۳۸-۳۹] (۴) [البقرۃ: ۲۵۴]

اگر یہ لوگ قیامت کے دن تمام دنیا کی چیزیں فدیئے یا بدلے میں دے دینا چاہیں تو بھی ان سے نہ فدیہ لیا جائے گا نہ بدلہ۔ کسی چیز کے بدلے وہ عذابوں سے نجات نہیں پا سکتے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ﴾ [1] الخ، جو لوگ کفر پر جئے اور کفر پر ہی مرے یہ اگر زمین بھر کر سونا بھی دیں تو ناممکن ہے کہ قبول کیا جائے اور انہیں چھوڑا جائے پس فرما دیا گیا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے رسوا کر دیئے گئے انہیں گرم کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور انہیں سخت المناک عذاب ہوں گے کیونکہ یہ کافر تھے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۠ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

کہہ دے کہ کیا ہم اللہ کے سوا انہیں پکاریں جو نہ ہمیں کوئی نفع دے سکیں نہ کوئی نقصان پہنچا سکیں؟ اور کیا ہم اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جائیں؟ مثل اس شخص کے جسے شیطان راہ بھلا دیں اور وہ سرگشتہ و پریشان رہ جائے اس کے ساتھی اسے راہ راست کی طرف بلائیں اور کہیں کہ ہمارے ساتھ آ جا' تو کہہ دے کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے' ہمیں یہ فرمان ہوا ہے کہ ہم رب العالمین کے فرمانبردار بن جائیں ○ اور یہ کہ تم نمازوں کو پابندی سے ادا کرو اور اس سے ڈرتے رہو' وہی ہے جس کی طرف تمہارا سب کا حشر کیا جائے گا ○ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے' جب وہ فرماتا ہے ہو جا تو ہو جاتا ہے۔ اسی کا قول حق ہے اور اسی کا ملک ہے۔ جس دن صور پھونکا جائے گا' اللہ ہی کو پوشیدہ اور ظاہر کا علم ہے' اور وہی حکمتوں والا اور خبرداری رکھنے والا ہے ○

اسلام ہی نجات کا راستہ: مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ ہمارے دین میں آ جاؤ اور اسلام چھوڑ دو اس پر یہ آیت اتری کہ کیا ہم بھی تمہاری طرح بے جان و بے نفع و نقصان معبودوں کو پوجنے لگیں؟ اور جس کفر سے ہٹ گئے ہیں کیا پھر لوٹ کر اسی پر آ جائیں؟ اور تم جیسے ہی ہو جائیں؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اب تو ہماری آنکھیں کھل گئیں صحیح راہ مل گئی اب اسے کیسے چھوڑ دیں اگر ہم ایسا کر لیں تو ہماری مثال اس شخص جیسی ہو گی جو لوگوں کے ساتھ نکلا سیدھے راستے پر جا رہا تھا مگر راستہ گم ہو گیا شیطان نے اسے پریشان کر دیا اور ادھر ادھر بھٹکانے لگا اس کے ساتھ جو راستے پر تھے وہ اسے پکارنے لگے کہ ہمارے ساتھ مل جا ہم صحیح راستے پر جا رہے ہیں۔ یہی مثال اس شخص کی ہے

[1] [آل عمران: ۹۱]

جو آنحضرت ﷺ کو جان اور پہچان لینے کے بعد مشرکوں کا ساتھ دے۔ آنحضرت ﷺ ہی پکارنے والے ہیں اور اسلام ہی سیدھا اور صحیح راستہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ مثال اللہ تعالیٰ نے معبودان باطل کی طرف بلانے والوں کی بیان فرمائی ہے اور ان کی بھی جو اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ ایک شخص راستہ بھولتا ہے وہیں اس کے کان میں آواز آتی ہے کہ اے فلاں ادھر آ سیدھی راہ یہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھی جس غلط راستے پر لگ گئے ہیں وہ اسے تھپکتے ہیں اور کہتے ہیں یہی راستہ صحیح ہے اسی پر چلا چل۔ اب اگر یہ سچے شخص کو مانے گا تو راہ راست پر لگ جائے گا ورنہ بھٹکتا پھرے گا۔ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے والے اس امید میں ہوتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں لیکن مرنے کے بعد انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کچھ نہ تھے اس وقت بہت نادم ہوتے ہیں اور سوائے ہلاکت کے کوئی چیز انہیں دکھائی نہیں دیتی۔ یعنی جس طرح کسی جنگل میں گم شدہ انسان کو جنات اس کا نام لے کر آوازیں دے کر اسے غلط راستوں پر ڈال دیتے ہیں جہاں وہ مارا مارا پھرتا ہے اور بالآخر ہلاک اور تباہ ہو جاتا ہے اسی طرح جھوٹے معبودوں کا پجاری بھی برباد ہو جاتا ہے۔ ہدایت کے بعد گمراہ ہونے والے کی یہی مثال ہے جس راہ کی طرف شیطان اسے بلا رہے ہیں وہ تو تباہی اور بربادی کی راہ ہے اور جس راہ کی طرف اللہ بلا رہا ہے اور اس کے نیک بندے جس راہ کو سجھا رہے ہیں وہ ہدایت ہے گو وہ اپنے ساتھیوں کے مجمع میں سے نہ نکلے اور انہیں ہی راہ راست پر سمجھتا رہے اور وہ ساتھی بھی اپنے آپ کو ہدایت یافتہ کہتے رہیں۔ لیکن یہ قول آیت کے لفظوں کے مطابق نہیں کیونکہ آیت میں موجود ہے کہ وہ اسے ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ضلالت ہو؟ ((حَيْرَانَ)) پر زبر حال ہونے کی وجہ سے ہے صحیح مطلب یہی ہے کہ اس کے ساتھی جو ہدایت پر ہیں جب اسے غلط راہ پر دیکھتے ہیں تو اس کی خیر خواہی کے لیے پکار پکار کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جا سیدھا راستہ یہی ہے لیکن یہ بدنصیب ان کی بات پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ توجہ تک نہیں کرتا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہدایت اللہ کے قبضے میں ہے۔ وہ جسے راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ تو چاہے ان کی ہدایت پر حرص کرے لیکن جسے اللہ بھٹکا دے اسے وہی راہ پر لا سکتا ہے ایسوں کا کوئی مددگار نہیں۔ ہم سب کو یہی حکم کیا گیا ہے کہ ہم خلوص سے ساری عبادتیں محض اسی وحدہ لاشریک لہ کے لیے کریں۔

اور یہ بھی حکم ہے کہ نمازیں قائم رکھیں اور ہر حال میں اس سے ڈرتے رہیں قیامت کے دن اسی کے سامنے حشر کیا جائے گا سب وہیں جمع کیے جائیں گے۔ اسی نے آسمان و زمین کو عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے وہی مالک اور مدبر ہے قیامت کے دن فرمائے گا ہو جا تو ہو جائے گا ایک لمحہ بھی دیر نہ لگے گی ((یوم)) کا زبر یا تو ((وَاتَّقُوْهُ)) پر عطف ہونے کی وجہ سے ہے۔ یعنی اس دن سے ڈرو جس دن اللہ فرمائے گا ہو اور ہو جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ((يَوْمَ)) کا زبر ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ پر عطف ہونے کی بنا پر ہو تو گویا ابتداء پیدائش کو بیان فرما کر پھر دوبارہ پیدائش کو بیان فرمایا۔ یہی زیادہ مناسب ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فعل مضمر ہو یعنی ((اُذْكُرْ)) اور اس وجہ سے ((يَوْمَ)) پر زبر آیا ہو۔ اس کے بعد کے دونوں جملے محلاً مجرور ہیں۔ کیونکہ یہ صفت ہیں اور موصوف لفظ رب العالمین ہے اور وہ مجرور ہے۔ پس یہ دونوں جملے بھی محلاً مجرور ہیں۔ ان میں پہلی صفت یہ ہے کہ اللہ کا قول

حق ہے رب کے فرمان سب کے سب سچ ہیں۔ تمام ملک کا وہی اکیلا مالک ہے سب چیزیں اسی کی ملکیت ہیں ﴿يَوْمَ يُنْفَخُ﴾ میں ((يَوْمَ)) ممکن ہے کہ ﴿يَوْمَ يَقُوْلُ﴾ کا بدل ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ﴿وَلَهُ الْمُلْكُ﴾ کا ظرف ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ ① الخ ''آج کس کا ملک ہے؟ صرف اللہ اکیلے غالب کا اور جیسے اس آیت میں ارشاد ہوا ہے ﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ﴾ ② الخ یعنی ملک آج صرف رحمان کا ہے اور آج کا دن کفار پر بہت سخت ہے اور بھی اس طرح کی اور اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں صور جمع ہے صورۃ کی جیسے سور شہر پناہ کو کہتے ہیں اور وہ جمع ہے سورۃ کی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ مراد صور سے قرن ہے جسے حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور کو اپنے منہ میں لیے ہوئے اپنی پیشانی جھکائے ہوئے حکم الٰہی کے منتظر ہیں۔ ③ مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صور ایک نرسنگھے جیسا ہے جو پھونکا جائے گا۔ ④ طبرانی کی مطولات میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش کے بعد صور کو پیدا کیا اور اسے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دیا وہ اسے لیے ہوئے ہیں اور عرش کی طرف نگاہ جمائے ہوئے ہیں کہ کب حکم ہو اور میں اسے پھونک دوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک نرسنگھا ہے میں نے کہا وہ کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا بہت ہی بڑا ہے واللہ اس کے دائرے کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے اس میں سے تین نفخے پھونکے جائیں گے۔ پہلا گھبراہٹ کا دوسرا بیہوشی کا تیسرا رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے کا۔ اول اول جناب باری حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا وہ پھونک دیں گے جس سے آسمان وزمین کی تمام مخلوق گھبرا اٹھے گی مگر جسے اللہ چاہے یہ صور بحکم رب دیر تک برابر پھونکا جائے گا اسی طرف اشارہ اس آیت میں ہے ﴿وَمَا يَنْظُرُ هٰؤُلَاۗءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ ⑤ یعنی انہیں صرف ایک بلند زوردار چیخ کا انتظار ہے پہاڑ اس صور سے مثل بادلوں کے چلنے پھرنے لگیں

---

① [سورۃ غافر: آیت ١٦] ② [سورۃ الفرقان: آیت ٢٦]

③ [صحیح: مسند احمد (١/٣٢٦) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ الزمر (٣٢٤٣) ابن ابی شیبہ (٧/٩٦) مجمع الزوائد (٧/١٣٤) طبرانی کبیر (١٢٦٧١)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو عطیہ عوفی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔]

④ [صحیح: ابوداؤد: کتاب السنۃ: باب فی ذکر البعث والصور (٤٧٤٢) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ الزمر (٣٢٤٣۔٣٢٤٤) صحیح ابن حبان (٧٣١٢) مستدرک حاکم (٢/٤٣٦) مسند احمد (٢/١٩٢) بیہقی فی شعب الایمان (١/٣٥٠) تفسیر ابن جریر الطبری (١٦/٢٩) تفسیر ابن ابی حاتم (٤/٧٤٨٣)] امام ابن حبان، امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [السلسلۃ الصحیحۃ (١٠٧٨۔١٠٧٩)]

⑤ [سورۃ ص: آیت ١٥]

گے پھر ریت ریت ہو جائیں گے زمین میں بھونچال آ جائے گا اور وہ اس طرح تھر تھرانے لگے گی جیسے کوئی کشتی دریا کے بیچ زبردست طوفان میں موجوں سے ادھر ادھر ہو رہی ہو اور غوطے کھا رہی ہو۔ مثل اس ہانڈی کے جو عرش میں لٹکی ہوئی ہے جسے ہوائیں ہلا جلا رہی ہیں اسی کا بیان اس آیت میں ہے ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾ [1] الخ' اس دن زمین جنبش میں آ جائے گی اور بہت ہی ہلنے لگے گی اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی آ جائے گی دل دھڑ کنے لگیں گے اور کلیجے الٹنے لگیں گے لوگ ادھر ادھر گرنے لگیں گے مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی۔ حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔ بچے بوڑھے ہو جائیں گے شیاطین مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے بھاگتے بھاگتے زمین کے کناروں پر آ جائیں گے۔ یہاں سے فرشتے انہیں مار مار کر ہٹائیں گے۔ لوگ پریشان حال حواس باختہ ہوں گے کوئی جائے پناہ نظر نہ آئے گی امر الٰہی سے بچاؤ نہ ہو سکے گا ایک دوسرے کو آوازیں دیں گے لیکن سب اپنی اپنی مصیبت میں پڑے ہوئے ہوں گے کہ ناگہاں زمین پھٹنی شروع ہو جائے گی کہیں ادھر سے پھٹی کہیں ادھر سے پھٹی اب تو ابتر حالت ہو جائے گی کلیجہ کپکپانے لگے گا دل الٹ جائے گا اور اتنا صدمہ اور غم ہو گا جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ جو آسمان کی طرف نظر اٹھائیں گے تو دیکھیں گے کہ گھل رہا ہے اور وہ بھی پھٹ رہا ہے ستارے جھڑ رہے ہیں سورج چاند بے نور ہو گیا ہے۔ ہاں مردوں کو اس کا کچھ علم نہ ہو گا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی آیت میں جو فرمایا گیا ہے ﴿فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ [2] یعنی زمین و آسمان کے سب لوگ گھبرا اٹھیں گے لیکن جنہیں اللہ چاہے۔ اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ شہید لوگ ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں روزیاں پاتے ہیں اور سب زندہ لوگ گھبراہٹ میں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں پریشانی سے محفوظ رکھے گا یہ تو عذاب ہے جو وہ اپنی بدترین مخلوق پر بھیجے گا۔ اسی کا بیان آیت ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ﴾ [3] الخ' میں ہے یعنی اے لوگو اپنے رب سے ڈرو یاد رکھو قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر ایک دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی ہر حمل والی کا حمل گر جائے گا۔ دیکھا جائے گا کہ سب لوگ بیہوش ہوں گے حالانکہ وہ نشہ پئے ہوئے نہیں بلکہ اللہ کے سخت عذابوں نے انہیں بدحواس کر رکھا ہے یہی حالت رہے گی جب تک اللہ چاہے بہت دیر تک یہی گھبراہٹ کا عالم رہے گا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بیہوشی کے نفخے کا حکم دے گا اس نفخہ کے پھونکتے ہی زمین و آسمان کی تمام مخلوق بیہوش ہو جائیں گی مگر جسے اللہ چاہے اور اچانک سب کے سب مر جائیں گے۔ حضرت ملک الموت اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ اے باری تعالیٰ زمین آسمان کی تمام مخلوق مر گئی مگر جسے تو نے چاہا۔ اللہ تعالیٰ باوجود علم کے سوال کرے گا کہ یہ بتاؤ اب باقی کون کون ہے؟ وہ جواب دیں گے تو باقی ہے تو حی وقیوم ہے تجھ پر کبھی فنا نہیں اور عرش کے اٹھانے والے فرشتے اور

---

[1] [سورۃ النازعات: آیت ۶، ۸]
[2] [سورۃ النمل: آیت ۸۷]
[3] [سورۃ الحج: آیت ۱]

جبرئیل علیہ السلام ومیکائیل علیہ السلام اس وقت عرش کو زبان ملے گی اور وہ کہے گا اے پروردگار کیا جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام بھی مریں گے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے اپنے عرش سے نیچے والوں پر سب پر موت لکھ دی ہے چنانچہ یہ دونوں بھی فوت ہو جائیں گے پھر ملک الموت رب جبار وقہار کے پاس آئیں گے اور خبر دیں گے کہ جبرئیل ومیکائیل بھی انتقال کر گئے۔ جناب الٰہ علم کے باوجود پھر دریافت فرمائے گا کہ اب باقی کون ہے؟ ملک الموت جواب دیں گے کہ باقی ایک تو تو ہے ایسی بقا والا جس پر فنا ہے ہی نہیں اور تیرے عرش کے اٹھانے والے اللہ فرمائے گا عرش کے اٹھانے والے بھی مر جائیں گے اس وقت وہ بھی مر جائیں گے۔ پھر اللہ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام سے صور کو عرش لے لے گا۔ ملک الموت حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ یا اللہ عرش کے اٹھانے والے فرشتے بھی مر گئے اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ اب باقی کون رہا؟ ملک الموت جواب دیں گے کہ ایک تو جس پر موت ہے ہی نہیں اور ایک تیرا غلام میں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا تو بھی میری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے تجھے میں نے ایک کام کے لیے پیدا کیا تھا جسے تو کر چکا اب تو بھی مر جا چنانچہ وہ بھی مر جائیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ اکیلا باقی رہ جائے گا جو غلبہ والا یگانگت والا بے ماں باپ اور بے اولاد کے ہے۔ جس طرح مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے وہ یکتا اور اکیلا تھا۔ پھر آسمانوں اور زمینوں کو وہ اس طرح لپیٹ لے گا جیسے دفتری کاغذ کو لپیٹتا ہے پھر انہیں تین مرتبہ الٹ پلٹ کرے گا اور فرمائے گا میں جبار ہوں میں کبریائی والا ہوں۔ پھر تین مرتبہ فرمائے گا آج ملک کا مالک کون ہے؟ کوئی نہ ہوگا جو جواب دے تو خود ہی جواب دے گا اللہ واحد وقہار۔ قرآن میں ہے اس دن آسمان وزمین بدل دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں پھیلا دے گا اور کھینچ دے گا جس طرح چمڑا کھینچا جاتا ہے کہیں کوئی اونچ نیچ باقی نہ رہے گی۔ پھر ایک الٰہی آواز کے ساتھ ہی ساری مخلوق اس تبدیل شدہ زمین میں آ جائے گی اندر والے اندر اور اوپر والے اوپر پھر اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سے اس پر بارش برسائے گا پھر آسمان کو حکم ہوگا اور وہ چالیس دن تک مینہ برسائے گا یہاں تک کہ پانی ان کے اوپر بارہ ہاتھ چڑھ جائے گا۔ پھر جسموں کو حکم ہوگا کہ وہ اگیں اور وہ اس طرح اگنے لگیں گے جیسے سبزیاں اور ترکاریاں۔ اور وہ پورے پورے کامل جسم جیسے تھے ویسے ہی ہو جائیں گے پھر حکم فرمائے گا کہ میرے عرش کے اٹھانے والے فرشتے جی اٹھیں۔ چنانچہ وہ زندہ ہو جائیں گے پھر اسرافیل کو حکم ہوگا کہ صور لے کر منہ سے لگا لیں۔ پھر فرمان ہوگا کہ جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام زندہ ہو جائیں یہ دونوں بھی اٹھیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ روحوں کو بلائے گا مومنوں کی نورانی ارواح اور کفار کی ظلماتی روحیں آئیں گی۔ انہیں لے کر اللہ تعالیٰ صور میں ڈال دے گا۔ پھر اسرافیل کو حکم ہوگا کہ اب صور پھونک دو چنانچہ بعث کا صور پھونکا جائے گا جس سے ارواح اس طرح نکلیں گی جیسے شہد کی مکھیاں۔ تمام خلا ان سے بھر جائے گا پھر رب عالم کا ارشاد ہوگا کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے۔ چنانچہ سب روحیں اپنے اپنے جسموں میں نتھنوں کے راستے چلی جائیں گی اور جس طرح زہر رگ وپے میں اثر کر جاتا ہے روح روئیں روئیں میں دوڑ جائے گی۔ پھر زمین پھٹ جائے گی اور لوگ اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ سب سے پہلے

میرے اوپر سے زمین شق ہوگی۔لوگ نکل کر دوڑتے ہوئے اپنے رب کی طرف چل دیں گے۔اس وقت کافر کہیں گے کہ آج کا دن بڑا بھاری ہے۔سب ننگے پیروں ننگے بدن بے ختنہ ہوں گے ایک میدان میں بقدر ستر سال کے کھڑے رہیں گے۔نہ ان کی طرف نگاہ اٹھائی جائے گی نہ ان کے درمیان فیصلے کیے جائیں گے۔لوگ بے طرح گریہ وزاری میں مبتلا ہوں گے یہاں تک کہ آنسو ختم ہو جائیں گے اور خون آنکھوں سے نکلنے لگے گا۔ پسینہ اس قدر آئے گا کہ منہ تک یا ٹھوڑیوں تک اس میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔آپس میں کہیں گے آؤ کسی سے کہیں کہ وہ ہماری شفاعت کرے۔ ہمارے پروردگار سے عرض کرے کہ وہ آئے اور ہمارے فیصلے کرے تو کہیں گے کہ اس کے لائق ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے بہتر کون ہوگا ؟ جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا' اپنی روح ان میں پھونکی اور آمنے سامنے ان سے باتیں کیں۔ چنانچہ سب مل کر آپ کے پاس جائیں گے اور سفارش طلب کریں گے لیکن حضرت آدم علیہ السلام صاف انکار کر جائیں گے اور فرمائیں گے مجھ میں اتنی قابلیت نہیں پھر وہ اسی طرح ایک ایک نبی کے پاس جائیں گے اور سب انکار کر دیں گے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر سب کے سب میرے پاس آئیں گے۔میں عرش کے آگے جاؤں گا اور سجدے میں گر پڑوں گا۔اللہ تعالیٰ میرے پاس فرشتہ بھیجے گا وہ میرا بازو تھام کر مجھے سجدے سے اٹھائے گا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جواب دوں گا کہ جی ہاں اے میرے رب !اللہ عزوجل باوجود کل عالم ہونے کے مجھ سے دریافت فرمائے گا کہ کیا بات ہے؟ میں کہوں گا یا اللہ تو نے مجھ سے شفاعت کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے اپنی مخلوق کے بارے میں میری شفاعت کو قبول فرما اور ان کے فیصلوں کے لیے تشریف لے آ۔رب العالمین فرمائے گا میں نے تیری سفارش قبول کی اور میں آکر تم میں فیصلے کیے دیتا ہوں۔ میں لوٹ کر لوگوں کے ساتھ ٹھہر جاؤں گا کہ ناگہاں آسمانوں سے ایک بہت بڑا دھما کہ سنائی دے گا جس سے لوگ خوف زدہ ہو جائیں گے اتنے میں آسمان کے فرشتے اترنے شروع ہوں گے جن کی تعداد کل انسانوں اور سارے جنوں کے برابر ہوگی۔جب وہ زمین کے قریب پہنچیں گے تو ان کے نور سے زمین جگمگا اٹھے گی وہ صفیں باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ہم سب ان سے دریافت کریں گے کہ کیا تم میں ہمارا رب آیا ہے؟ وہ جواب دیں گے نہیں پھر اس تعداد سے بھی زیادہ تعداد میں اور فرشتے آئیں گے۔آخر ہمارا رب عزوجل ابر کے سائے میں نزول فرمائے گا اور فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوں گے اس کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔اس وقت عرش کے اٹھانے والے چار فرشتے ہیں ان کے قدم آخری نیچے والی زمین کی تہ میں ہیں زمین و آسمان ان کے نصف جسم کے مقابلے میں ہے ان کے کندھوں پر عرش الٰہی ہے۔ان کی زبانیں ہر وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاکیزگی کے بیان میں تر ہیں۔ان کی تسبیح یہ ہے ﴿سُبْحَانَ ذِی الْعَرْشِ وَالْجَبْرُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ سُبْحَانَ الَّذِیْ یُمِیْتُ الْخَلَائِقَ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ سُبْحَانَ رَبِّنَا الْاَعْلٰی رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ سُبْحَانَ رَبِّنَا الْاَعْلٰی الَّذِیْ یُمِیْتُ الْخَلَائِقَ وَلَا یَمُوْتُ﴾ پھر اللہ جس جگہ چاہے گا اپنی کرسی زمین پر رکھے گا

اور بلند آواز سے فرمائے گا اے جنو اور انسانو میں نے تمہیں جس دن سے پیدا کیا تھا اس دن سے آج تک میں خاموش رہا تمہاری باتیں سنتا رہا تمہارے اعمال دیکھتا رہا سنو تمہارے اعمال نامے میرے سامنے پڑھے جائیں گے جو اس میں بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس میں اور کچھ پائے وہ اپنی جان کو ملامت کرے۔ پھر بحکم اللہ جہنم میں سے ایک دیکھتی ہوئی گردن نکلے گی اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم علیہ السلام کی اولاد کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی پوجا نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے؟ اور صرف میری ہی عبادت کرتے رہنا یہی سیدھی راہ ہے۔ شیطان نے تو بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا ہے کیا تمہیں عقل نہیں؟ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے اور جسے تم جھٹلاتے رہے اے گنہگارو! آج تم نیک بندوں سے الگ ہو جاؤ۔ اس فرمان کے ساتھ ہی بدلوگ نیکوں سے الگ ہو جائیں گے تمام امتیں گھٹنوں کے بل گر پڑیں گی جیسے قرآن کریم میں ہے کہ تو ہر امت کو گھٹنوں کے بل گرے ہوئے دیکھے گا ہر امت اپنے نامہ اعمال کی طرف بلائی جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں فیصلے کرے گا پہلے جانوروں میں فیصلے ہوں گے یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔ جب کسی کا کسی کے ذمہ کوئی دعویٰ باقی نہ رہے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا تم سب مٹی ہو جاؤ۔ اس فرمان کے ساتھ ہی تمام جانور مٹی بن جائیں گے۔ اس وقت کافر بھی یہی آرزو کریں گے کہ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے شروع کرے گا سب سے پہلے قتل وخون کا فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی راہ کے شہیدوں کو بھی بلائے گا ان کے ہاتھوں سے قتل شدہ لوگ اپنا سر اٹھائے ہوئے حاضر ہوں گے رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا کہیں گے کہ باری تعالیٰ دریافت فرما کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟ پس باوجود علم کے اللہ عزوجل مجاہدین سے پوچھے گا کہ تم نے انہیں کیوں قتل کیا؟ وہ جواب دیں گے اس لیے کہ تیری بات بلند ہو اور تیری عزت ہو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم سچے ہو اسی وقت ان کا چہرہ نورانی ہو جائے گا سورج کی طرح چمکنے لگے گا اور فرشتے انہیں اپنے جھرمٹ میں لے کر جنت کی طرف چلیں گے پھر باقی کے اور تمام قاتل ومقتول اسی طرح پیش ہوں گے اور جو نفس ظلم سے قتل کیا گیا ہے اس کا بدلہ ظالم قاتل سے دلوایا جائے گا اسی طرح ہر مظلوم کو ظالم سے بدلہ دلوایا جائے گا یہاں تک کہ جو شخص دودھ میں پانی ملا کر بیچتا تھا اسے فرمایا جائے گا کہ اپنے دودھ سے پانی جدا کر دے۔ ان فیصلوں کے بعد ایک منادی با آواز بلند ندا کرے گا جسے سب سنیں گے ہر عابد اپنے معبود کے پیچھے ہو لے اور اللہ کے سوا جس نے کسی اور کی عبادت کی ہے وہ جہنم میں چل دے۔ سنو اگر یہ سچے معبود ہوتے تو جہنم میں وارد نہ ہوتے یہ سب تو جہنم میں ہی ہمیشہ رہیں گے اب صرف باایمان لوگ باقی رہیں گے ان میں منافقین بھی شامل ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے پاس جس ہیئت میں چاہے تشریف لائے گا اور ان سے فرمائے گا کہ سب اپنے معبودوں کے پیچھے چلے گئے تم بھی جس کی عبادت کرتے تھے اس کے پاس چلے جاؤ۔ یہ جواب دیں گے کہ واللہ ہمارا تو کوئی معبود نہیں بجز الٰہ العالمین کے۔ ہم نے کسی اور کی عبادت نہیں کی۔ اب ان کے لیے پنڈلی کھول دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی عظمت کی تجلیاں ان پر ڈالے گا جس سے یہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں گے اور سجدے میں گر پڑیں گے لیکن منافق سجدہ نہیں کر سکیں

گے یہ اوندھے اور الٹے ہو جائیں گے اور اپنی کمر کے بل گر پڑیں گے۔ ان کی پیٹھ سیدھی کر دی جائے گی مڑ نہیں سکیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کو سجدے سے اٹھنے کا حکم دے گا اور جہنم پر پل صراط رکھی جائے گی جو تلوار جیسی تیز دھار والی ہو گی اور جگہ جگہ آنکڑے اور کانٹے ہوں گے بڑی پھسلنی اور خطرناک ہو گی ایماندار تو اس پر سے اتنی سی دیر میں گذر جائیں گے جتنی دیر میں کوئی آنکھ بند کر کے کھول دے جس طرح بجلی گذر جاتی ہے اور جیسے ہوا تیزی سے چلتی ہے۔ یا جیسے تیز رو گھوڑے یا اونٹ ہوتے ہیں یا خوب بھاگنے والے آدمی ہوتے ہیں۔ بعض صحیح سالم گذر جائیں گے بعض زخمی ہو کر پار اتر جائیں گے بعض کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے جنتی لوگ جب جنت کے پاس پہنچیں گے تو کہیں گے کون ہمارے رب سے ہماری سفارش کرے کہ ہم جنت میں چلے جائیں؟ دوسرے لوگ جواب دیں گے اس کے حقدار تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ اور کون ہوں گے؟ جنہیں رب ذوالکرم نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح ان میں پھونکی اور آمنے سامنے باتیں کیں۔ پس سب لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور آپ سے سفارش کرانی چاہیں گے لیکن آپ اپنا گناہ یاد کر کے جواب دیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کے پہلے رسول ہیں۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آ کر ان سے یہ درخواست کریں گے لیکن وہ بھی اپنے گناہ کو یاد کر کے یہی فرمائیں گے اور کہیں گے کہ تم سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خلیل اللہ ہیں لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور یہی کہیں گے آپ بھی اپنے گناہ کو یاد کر کے یہی جواب دیں گے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے کی ہدایت کریں گے کہ اللہ نے انہیں سرگوشیاں کرتے ہوئے نزدیک کیا تھا وہ کلیم اللہ ہیں ان پر توراۃ نازل فرمائی گئی تھی لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور آپ سے طلب سفارش کریں گے آپ بھی اپنے گناہ کا ذکر کریں گے اور روح اللہ اور کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں اس قابل نہیں تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پس سب لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں اللہ کے سامنے تین شفاعتیں کروں گا میں جاؤں گا جنت کے پاس پہنچ کر دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا تو مجھے مرحبا کہا جائے گا اور خوش آمدید کہا جائے گا میں جنت میں جا کر اپنے رب کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑوں گا اور وہ وہ حمد وثنا جناب باری کی بیان کروں گا جو کسی نے نہ کی ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھاؤ شفاعت کرو قبول کی جائے گی مانگو ملے گا میں سر اٹھاؤں گا اللہ تعالیٰ تو دلوں کے بھید بھی جانتا ہے تاہم وہ دریافت فرمائے گا کہ کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں کہوں گا اے اللہ تو نے میری شفاعت کے قبول فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ میری شفاعت ان جنتیوں کے بارے میں قبول فرمائے گا اور انہیں جنت کے داخلے کی اجازت ہو جائے گی۔ واللہ جیسے تم اپنے گھر سے اپنے بال بچوں سے آگاہ ہو اس سے بہت زیادہ یہ جنتی اپنی جگہ اور اپنی بیویوں سے واقف ہوں گے ہر ایک اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے گا ستر ستر حوریں اور دو دو عورتیں ملیں گی۔ یہ دونوں عورتیں اپنی کی ہوئی نیکیوں کے سبب پر فضیلت چہروں کی مالک ہوں گی جنتی ان میں سے ایک کے پاس جائے گا جو یاقوت کے بالا خانے میں سونے کے جڑاؤ تخت پر ستر ریشمی حلے پہنے

ہوئے ہوگی اس کا جسم اس قدر نورانی ہوگا کہ ایک طرف اگر جنتی اپنا ہاتھ رکھے تو دوسری طرف سے نظر آئے گا اس کی صفائی کی وجہ سے اس کی پنڈلی کا گودا گوشت پوست میں نظر آرہا ہوگا اس کا دل اس کا آئینہ ہوگا نہ یہ اس سے بس کرے نہ وہ اس سے اکتائے۔ جب کبھی اس کے پاس جائے گا باکرہ پائے گا۔ نہ یہ تھکے نہ اسے تکلیف ہو۔ نہ کوئی مکروہ چیز ہو۔ یہ اپنی اسی مشغولی میں مزے میں اور لطف وراحت میں اللہ جانے کتنی مدت گذار دے گا جو ایک آواز آئے گی کہ مانا نہ تمہارا دل اس سے بھرتا ہے نہ ان کا دل تم سے بھرے گا۔ لیکن اللہ نے تمہارے لیے اور بیویاں بھی رکھی ہوئی ہیں۔ اب یہ اوروں کے پاس جائے گا جس کے پاس جائے گا بے ساختہ زبان سے یہی نکلے گا اللہ کی قسم ساری جنت میں تم سے بہتر کوئی چیز نہیں مجھے تو جنت کی تمام چیزوں سے زیادہ تم سے محبت ہے۔ ہاں جنہیں ان کی بدعملیوں اور گناہوں نے تباہ کر رکھا ہے وہ جہنم میں جائیں گے اپنے اپنے اعمال کے مطابق آگ میں جلیں گے۔ بعض قدموں تک بعض آدھی پنڈلی تک بعض گھٹنے تک بعض آدھے بدن تک بعض گردن تک۔ صرف چہرہ باقی رہ جائے گا کیونکہ صورت کا بگاڑنا اللہ نے آگ پر حرام کر دیا ہے۔ رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے گنہگار دوزخیوں کی شفاعت کریں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ جنہیں پہچانو انہیں نکال لاؤ۔ پھر یہ لوگ جہنم سے آزاد ہوں گے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا پھر تو شفاعت کی عام اجازت مل جائے گی کل انبیاء اور شہداء شفاعت کریں گے۔ جناب باری کا ارشاد ہوگا کہ جس کے دل میں ایک دینار برابر بھی ایمان پاؤ اسے نکال لاؤ۔ پس یہ لوگ بھی آزاد ہوں گے اور ان میں سے بھی کوئی باقی نہ رہے گا۔ پھر فرمائے گا انہیں بھی نکال لاؤ جس کے دل میں دو ثلث دینار کے برابر ایمان ہو۔ پھر فرمائے گا ایک ثلث والوں کو بھی۔ پھر ارشاد ہوگا چوتھائی دینار کے برابر والوں کو بھی۔ پھر فرمائے گا کہ ایک قیراط کے برابر والوں کو بھی۔ پھر ارشاد ہوگا انہیں بھی جہنم سے نکال لاؤ جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو۔ پس یہ سب بھی نکل آئیں گے۔ اور ان میں سے ایک شخص بھی باقی نہ بچے گا۔ بلکہ جہنم میں ایک شخص بھی ایسا نہ رہ جائے گا جس نے خلوص کے ساتھ کوئی نیکی بھی اللہ کی فرمانبرداری کے ماتحت کی ہو۔ جتنے شفیع ہوں گے سب سفارش کر لیں گے یہاں تک کہ ابلیس کو بھی امید بندھ جائے گی اور وہ بھی گردن اٹھا اٹھا کر دیکھے گا کہ شاید کوئی میری بھی شفاعت کرے کیونکہ وہ اللہ کی رحمت کا جوش دیکھ رہا ہوگا ان کے بعد اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین فرمائے گا کہ اب تو صرف میں ہی باقی رہ گیا اور میں تو سب سے زیادہ رحم وکرم کرنے والا ہوں۔ پس اپنا ہاتھ ڈال کر خود اللہ تبارک وتعالیٰ جہنم میں سے لوگوں کو نکالے گا جن کی تعداد سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ وہ جلتے جھلستے ہوئے کوئلے کی طرح ہو گئے ہوں گے۔ انہیں نہر حیوان میں ڈالا جائے گا جہاں وہ اس طرح اگیں گے جس طرح دانہ اگتا ہے جو کسی دریا کے کنارے بویا گیا ہو کہ اس کا دھوپ کا رخ تو سبز رہتا ہے اور سائے کا رخ زرد رہتا ہے۔ ان کی گردنوں پر تحریر ہوگا کہ یہ رحمان کے آزاد کردہ ہیں۔ اس تحریر سے انہیں دوسرے جنتی پہچان لیں گے۔ ایک مدت تک تو یونہی رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ اے اللہ یہ حروف بھی مٹ جائیں

اللہ عزوجل یہ بھی مٹا دے گا۔ [1] یہ حدیث اور آگے بھی ہے اور بہت ہی غریب ہے اور اس کے بعض حصوں کے شواہد متفرق احادیث میں ملتے ہیں۔ اس کے بعض الفاظ منکر ہیں۔ اسماعیل بن رافع قاضی اہل مدینہ اس کی روایت کے ساتھ منفرد ہیں ان کو بعض محدثین نے تو ثقہ کہا ہے اور بعض نے ضعیف کہا ہے اور ان کی حدیث کی نسبت کئی ایک محدثین نے منکر ہونے کی صراحت کی ہے۔ جیسے امام احمد، امام ابو حاتم، امام عمرو بن علی رحمہ اللہ بعض نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ متروک ہیں۔ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کی سب احادیث میں نظر ہے مگر ان کی حدیثیں ضعیف احادیث میں لکھنے کے قابل ہیں۔ میں نے اس حدیث کی سندوں میں جو اختلاف کئی وجوہ سے ہے اسے علیحدہ ایک جزو میں بیان کر دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا بیان بہت ہی غریب ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ بہت سی احادیث کو ملا کر ایک حدیث بنا لی ہے اسی وجہ سے اسے منکر کہا گیا ہے۔ میں نے اپنے استاد حافظ ابوالحجاج مزی سے سنا ہے کہ انہوں نے امام ولید بن مسلم رحمہ اللہ کی ایک کتاب دیکھی ہے جس میں ان باتوں کے جو اس حدیث میں ہی ہیں شواہد بیان کئے ہیں واللہ اعلم۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾ اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٧٩﴾

جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو اللہ مانتا ہے؟ میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی پر جانتا ہوں ○ اسی طرح ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک و مخلوق بطور دلیل کے دکھائے تھے کہ وہ یقین ہونے والوں میں سے ہو جائیں ○ پھر جب اس پر رات کی اندھیری آئی تو اس نے ایک تارا دیکھا، کہنے لگا یہ میرا رب ہے جب وہ غائب ہو گیا کہنے لگا میں چھپ جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا ○ پھر چاند کو چمکتا ہوا دیکھ کر کہہ اٹھا کہ یہ میرا رب ہے۔

---

[1] [ضعیف جدا: طبرانی فی الطوالات الجزء المطبوع فی آخر المعجم الکبیر (۳۶) ابو الشیخ فی العظمۃ (۳۸۶/۳) ابن ابی الدنیا فی الاھوال (۵۵) فتح الباری (۳۶۸/۱۱) بیہقی فی البعث (۶۶۸-۶۶۹) تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳۰/۲-۳۳۱)] شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔]

جب وہ بھی چھپ گیا تو کہنے لگا اگر میرے رب نے میری سچی رہبری نہ فرمائی تو میں تو گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا ○ پھر آفتاب کو روشن دیکھ کر کہنے لگا یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے۔ جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگا اے میری قوم کے لوگو میں تو تمہارے مقرر کردہ شریکوں سے بالکل بیزار ہوں ○ میں تو پابند توحید ہو کر اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں ○

ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارخ تھا۔ آزر سے مراد بت ہے۔ آپ کی والدہ کا نام مثلے تھا آپ کی بیوی صاحبہ کا نام سارہ تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کا نام ہاجرہ تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سریہ تھیں۔ علماء نسب میں سے اوروں کا بھی قول ہے کہ آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔ مجاہد اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں آزر اس بت کا نام تھا جس کے پجاری اور خادم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے ہو سکتا ہے کہ اس بت کے نام کی وجہ سے انہیں بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا ہو اور یہی نام مشہور ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آزر کا لفظ ان میں بطور عیب گیری کے استعمال کیا جاتا تھا اس کے معنی ہیں ٹیڑھے آدمی کے۔ لیکن اس کلام کی سند نہیں نہ امام صاحب نے اسے کسی سے نقل کیا ہے۔ سلیمان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کے معنی ٹیڑھے پن کے ہیں' اور یہی سب سے سخت لفظ ہے جو خلیل اللہ کی زبان سے نکلا۔ ابن جریر رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ ٹھیک بات یہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا اور یہ جو عام تاریخ داں کہتے ہیں کہ ان کا نام تارخ تھا اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے دونوں نام ہوں یا ایک تو نام ہو اور دوسرا لقب ہو۔ بات تو یہ ٹھیک ہے اور نہایت قوی ہے واللہ اعلم۔ آزرُ اور آزرَ دونوں قرأتیں ہیں پچھلی قرات یعنی راء کے زبر کے ساتھ تو جمہور کی ہے۔ پیش والی قرأت میں ندا کی وجہ سے پیش ہے اور زبر والی قرات ((لِاَبِیْہِ)) سے بدل ہونے کی ہے اور ممکن ہے کہ عطف بیان ہو اور یہی زیادہ مشابہ ہے یہ لفظ علمیت اور عجمیت کی بنا پر غیر منصرف ہے۔ بعض لوگ اسے صفت بتلاتے ہیں اس بنا پر بھی یہ غیر منصرف رہے گا جیسے احمر اور اسود۔ بعض اسے ((اَتَتَّخِذُ)) کا معمول مان کر منصوب کہتے ہیں۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام یوں فرماتے ہیں کہ اے باپ کیا آپ آزر بت کو معبود مانتے ہیں؟ لیکن یہ دور کی بات ہے خلاف لغت ہے کیونکہ حرف استفہام کے بعد والا اپنے سے پہلے والے میں عامل نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کے لیے ابتداء کلام کا حق ہے۔ عربی کا یہ تو مشہور قاعدہ ہے۔ الغرض حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے باپ کو وعظ سنا رہے ہیں اور انہیں بت پرستی سے روک رہے ہیں لیکن وہ باز نہ آئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ تو نہایت بری بات ہے کہ تم ایک بت کے سامنے الحاج اور عاجزی کرو۔ جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے یقیناً اس مسلک کے لوگ سب کے سب بہکے ہوئے اور راہ بھٹکے ہوئے ہیں اور آیت میں ہے کہ صدیق نبی ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اپنے والد سے فرمایا ابا آپ ان کی پرستش کیوں کرتے ہیں جو نہ سنیں نہ دیکھیں نہ کچھ فائدہ پہنچائیں۔ ابا میں آپ کو وہ کھری بات سناتا ہوں جو اب تک آپ کے علم میں نہیں آئی تھی۔ آپ میری بات مان لیجیے میں آپ کو صحیح راہ کی رہنمائی کروں گا۔ ابا شیطان کی عبادت سے ہٹ جایئے۔ وہ تو رحمان کا نافرمان ہے۔ ابا

مجھے توڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو آپ پر اللہ کا کوئی عذاب آ جائے اور آپ شیطان کے رفیق کار بن جائیں۔ باپ نے جواب دیا کہ ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے ناراض ہے؟ سن اگر تو اس سے باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ پس اب تو مجھ سے الگ ہو جا۔ آپ نے فرمایا اچھا میرا اسلام لو میں تو اب بھی اپنے پروردگار سے تمہاری معافی کی درخواست کروں گا وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ میں تم سب کو اور تمہارے ان معبودوں کو جو اللہ کے سوا ہیں چھوڑتا ہوں اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوتا ہوں ناممکن ہے کہ میں اس کی عبادت بھی کروں اور پھر بے نصیب اور خالی ہاتھ رہوں۔ چنانچہ حسب وعدہ خلیل اللہ علیہ السلام اپنے والد کی زندگی تک استغفار کرتے رہے لیکن جبکہ مرتے ہوئے بھی وہ شرک سے باز نہ آئے تو آپ نے استغفار بند کر دیا اور بیزار ہو گئے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لیے استغفار کرنا ایک وعدے کی بنا پر تھا۔ جب آپ پر یہ کھل گیا کہ وہ دشمن الہ ہے تو آپ اس سے بیزار اور بری ہو گئے۔ ابراہیم علیہ السلام بڑے ہی اللہ سے ڈرنے والے، نرم دل، حلیم الطبع تھے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ آزر سے ملاقات کریں گے آزر آپ کو دیکھ کر کہے گا بیٹا آج میں تیری کسی بات کی مخالفت نہ کروں گا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ اے اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ قیامت کے دن تو مجھے رسوا نہ کرے گا۔ اس سے زیادہ رسوائی کیا ہو گی کہ میرا باپ رحمت سے دور کر دیا جائے۔ آپ سے فرمایا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے کی طرف دیکھو۔ دیکھیں گے کہ ایک بجو کیچڑ میں لتھڑا کھڑا ہے اس کے پاؤں پکڑے جائیں گے اور آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (1) مخلوق کو دیکھ کر خالق کی وحدانیت سمجھ میں آ جائے اس لیے ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمان و زمین کی مخلوق دکھا دی جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (2) اور جگہ ہے ﴿اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ﴾ (3) الخ، یعنی لوگوں کو آسمان و زمین کی مخلوق پر عبرت کی نظریں ڈالنی چاہئیں انہیں اپنے آگے پیچھے آسمان و زمین کو دیکھنا چاہیے اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں اگر چاہیں آسمان کا ٹکڑا ان پر گرا دیں رغبت و رجوع والے بندوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ سے منقول ہے کہ آسمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے کھول دیئے گئے عرش تک آپ کی نظریں پہنچیں۔ حجاب اٹھا دیئے گئے اور آپ نے سب کچھ دیکھا۔ بندوں کو گناہوں میں دیکھ کر ان کے لیے بددعا کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ سے زیادہ میں ان پر رحیم ہوں بہت ممکن ہے کہ یہ توبہ کر لیں اور بداعمالیوں سے ہٹ جائیں۔ پس یہ دکھلانا موقوف کر دیا گیا۔ ممکن ہے یہ کشف کے طور پر ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد معلوم کرانا اور حقائق سے متعارف کرا دینا ہو۔ چنانچہ مسند احمد اور ترمذی کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا ذکر ہے کہ میرے پاس میرا رب بہت اچھی صورت میں آیا اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ اونچی جماعت

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول اللہ تعالی واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا (۳۳۵۰) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۳۷۵)]

(2) [سورۃ الاعراف : ۱۸۵] (3) [سورۃ سبأ : آیت ۹]

کے فرشتے اس وقت کس بارے میں گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میری دونوں بازوؤں کے درمیان رکھ دی یہاں تک کہ اس کی پوریوں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر تو تمام چیزیں میرے سامنے کھل گئیں اور میں نے اسے پہچان لیا[1] ﴿وَلِيَكُونَ﴾ کا واؤ زائد ہے۔ جیسے ﴿وَلِتَسْتَبِينَ﴾[2] میں اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنی جگہ پر ہے یعنی اس لیے کہ وہ عالم اور یقین والے ہو جائیں۔

رات کے اندھیرے میں خلیل اللہ ستارے کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ یہ میرا رب ہے جب وہ غروب ہو جاتا ہے تو آپ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ پروردگار نہیں کیونکہ رب دوام والا ہوتا ہے وہ زوال اور انقلاب سے پاک ہوتا ہے۔ پھر جب چاند چڑھتا ہے تو یہی فرماتے ہیں جب وہ بھی غروب ہو جاتا ہے تو اس سے بھی یکسوئی کر لیتے ہیں۔ پھر سورج کے طلوع ہونے پر اسے سب سے بڑا پا کر سب سے زیادہ روشن دیکھ کر یہی کہتے ہیں جب وہ بھی ڈھل جاتا ہے تو اللہ کے سوا تمام معبودوں سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ اور پکار اٹھتے ہیں کہ میں تو اپنی عبادت کے لیے اللہ کی ذات کو مخصوص کرتا ہوں جس نے ابتداء میں بغیر کسی نمونے کے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے میں شرک سے ہٹ کر توحید کی طرف لوٹتا ہوں اور میں مشرکوں میں شامل رہنا نہیں چاہتا۔ مفسرین ان آیتوں کی بابت دو خیال ظاہر کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ بطور نظر اور غور و فکر کے تھا دوسرے یہ کہ یہ سب بطور مناظرہ کے تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری بات ہی مروی ہے ابن جریر میں بھی اسی کو پسند کیا گیا ہے اس کی دلیل میں آپ کا یہ قول لاتے ہیں کہ اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں گمراہوں میں ہو جاتا۔ امام محمد بن اسحٰق رحمہ اللہ نے ایک لمبا قصہ نقل کیا ہے جس میں ہے کہ نمرود بن کنعان بادشاہ سے یہ کہا گیا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جس کے ہاتھوں تیرا تخت تاراج ہوگا۔ تو اس نے حکم دے دیا تھا کہ اس سال میری مملکت میں جتنے بچے پیدا ہوں سب قتل کر دیئے جائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے جب یہ سنا تو کچھ وقت قبل شہر کے باہر ایک غار میں چلی گئیں، وہیں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو جب آپ اس غار سے باہر نکلے تب آپ نے یہ سب فرمایا تھا جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے، بالکل صحیح بات یہ ہے کہ یہ گفتگو اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مناظرانہ تھی اپنی قوم کی باطل پرستی کا احوال انہیں سمجھا رہے تھے۔ اول تو آپ نے اپنے والد کی خطا ظاہر کی کہ وہ زمین کے ان بتوں کی پوجا کرتے تھے جنہیں انہوں نے فرشتوں وغیرہ کی شکل پر بنا لیا تھا اور جنہیں وہ سفارشی سمجھ رہے تھے۔ یہ لوگ بزعم خود اپنے آپ کو اس قابل نہیں جانتے تھے کہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اس لیے بطور وسیلے کے فرشتوں کو پوجتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے بارہ میں کہہ سن کر ان کی روزی وغیرہ بڑھوا دیں اور ان کی حاجتیں پوری کرا دیں پھر جن آسمانی چیزوں کو یہ پوجتے تھے ان میں ان کی خطا بیان کی۔ یہ ستارہ پرست بھی تھے ساتوں ستاروں کو جو چلنے پھرنے والے ہیں۔

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورة صٓ (۳۲۳۵) مسند احمد (۵/۲۴۳)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [سورة الانعام: آیت ۵۵]

پوجتے تھے۔ چاند' عطارد' زہری' سورج' مریخ' مشتری' زحل۔ ان کے نزدیک سب سے زیادہ روشن سورج ہے' پھر چاند پھر زہرہ' پس آپ نے ادنیٰ سے شروع کیا اور اعلیٰ تک لے گئے۔ پہلے تو زہرہ کی نسبت فرمایا کہ وہ پوجا کے قابل نہیں کیونکہ یہ دوسرے کے قابو میں ہیں۔ یہ مقررہ چال سے چلتا۔ مقررہ جگہ پر چلتا ہے دائیں بائیں ذرا بھی کھسک نہیں سکتا۔ تو جبکہ وہ خود اپنے اوپر بھی قابو نہیں رکھتا خود بھی آزاد نہیں تو تم پر یا دنیا پر اس کا کیا قبضہ ہوگا؟ اور کہاں سے ہوگا؟ یہ تو خود اللہ کی ملکیت کی بے شمار چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔ اس میں روشنی بھی اللہ کی دی ہوئی ہے یہ مشرق سے نکلتا ہے پھر چلتا پھرتا رہتا ہے اور ڈوب جاتا ہے پھر دوسری رات اسی طرح ظاہر ہوتا ہے تو ایسی چیز معبود ہونے کی صلاحیت کیا رکھتی ہے؟ پھر اس سے زیادہ روشن چیز یعنی چاند کو دیکھتے ہیں اور اس کو بھی عبادت کے قابل نہ ہونا ظاہر فرما کر پھر سورج کو لیا اور اس کی مجبوری اور اس کی غلامی اور مسکینی کا اظہار کیا اور لوگوں کے سامنے اتنی پاکیزہ دلیل رکھ دی تو صاف فرما دیا کہ لوگو میں تمہارے ان شرکاء سے' ان کی عبادت سے' ان کی عقیدت سے' ان کی محبت سے دور ہوں۔ سنو اگر یہ سچے معبود ہیں اور کچھ قدرت رکھتے ہیں تو ان سب کو ملا لو اور جو تم سب سے ہو سکے میرے خلاف کر لو۔ میں تو اس اللہ کا عابد ہوں جو ان مصنوعات کا صانع جو ان مخلوقات کا خالق ہے جو ہر چیز کا مالک رب اور سچا معبود ہے جیسے قرآنی ارشاد ہے کہ تمہارا رب صرف وہی ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہو گیا رات کو دن سے دن کو رات سے ڈھانپتا ہے۔ ایک دوسرے کے برابر پیچھے جا آ رہا ہے سورج چاند اور تارے سب اس کے فرمان کے ماتحت ہیں خلق وامر اسی کی ملکیت میں ہیں وہ رب العالمین ہے بڑی برکتوں والا ہے' یہ تو بالکل ناممکن سا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہ سب فرمان بطور واقعہ کے ہوں اور حقیقت میں آپ اللہ کو پہچانتے ہی نہ ہوں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ﴾ [1] الخ' یعنی ہم نے پہلے ہی سے حضرت ابراہیم کو سیدھا راستہ دے دیا تھا اور ہم اس سے خوب واقف تھے جبکہ اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا یہ صورتیں کیا ہیں جن کی تم پرستش اور مجاورت کر رہے ہو؟ اور آیت میں ہے ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ﴾ [2] الخ' ابراہیم تو بڑے خلوص والے اللہ کے سچے فرمانبردار تھے وہ مشرکوں میں سے نہ تھے اللہ کی نعمتوں کے شکر گذار تھے اللہ نے انہیں پسند فرما لیا تھا اور صراط مستقیم کی ہدایت دی تھی دنیا کی بھلائیاں دی تھیں اور آخرت میں بھی انہیں صالح لوگوں میں ملا دیا تھا اب ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں کہ ابراہیم حنیف کے دین کا تابعدار رہ وہ مشرک نہ تھا۔ بخاری ومسلم میں ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ [3] صحیح مسلم کی حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

---

[1] [سورۃ الانبیاء: آیت ۵۱۔ ۵۲]

[2] [سورۃ النحل: آیت ۱۲۰]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لا تبدیل لخلق اللہ (۴۷۷۵) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ (۲۶۵۸) ترمذی: کتاب القدر: باب ماجاء کل مولود یولد علی الفطرۃ (۲۱۳۸) مسند احمد (۲/۳۵۳۔ ۳۹۳)]

میں نے اپنے بندوں کو موحد پیدا کیا ہے۔ [1] کتاب اللہ میں ہے ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا﴾ [2] اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فطرت اللہ پر پیدا کیا ہے۔ اللہ کی خلق کی تبدیلی نہیں اور آیت میں ہے تیرے رب نے آدم کی پیٹھ سے ان کی اولاد نکال کر انہیں ان کی جانوں پر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا سب کا رب نہیں ہوں؟ سب نے اقرار کیا کہ ہاں بے شک تو ہمارا رب ہے پس یہی فطرت اللہ ہے جیسے کہ اس کا ثبوت عنقریب آئے گا ان شاء اللہ پس جبکہ تمام مخلوق کی پیدائش دین اسلام پر اللہ کی سچی توحید پر ہے تو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جن کی توحید اور اللہ پرستی کا ثناخواں خود کلام رحمان ہے ان کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ آپ اللہ جل شانہ سے آگاہ نہ تھے اور کبھی تارے کو اور کبھی چاند سورج کو اپنا اللہ سمجھ رہے تھے۔ نہیں نہیں آپ کی فطرت سالم تھی آپ کی عقل صحیح تھی آپ اللہ کے سچے دین پر اور خالص توحید پر تھے۔ آپ کا یہ تمام کلام بحیثیت مناظرہ تھا اور اس کی زبردست دلیل اس کے بعد کی آیت ہے۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ
بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾
وَكَیْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ
بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع
وَتِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَیْنٰهَاۤ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ
عَلِیْمٌ ﴿۸۳﴾

اس کی قوم اس سے حجت کرنے لگی، تو اس نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہو؟ مجھے تو اللہ راہ دکھا چکا ہے۔ جنہیں تم اللہ کے ساتھ شریک بنا رہے ہو میں ان سے بالکل نہیں ڈرتا۔ ہاں اگر میرا پروردگار ہی کوئی بات چاہے، میرا رب ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے، کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ○ میں تمہارے معبودوں سے کیوں خوف کھاؤں؟ اور تم نہیں ڈرتے کہ اللہ کے ساتھ انہیں شریک ٹھہرا رہے ہو جس کی کوئی دلیل اللہ نے تم پر نازل نہیں فرمائی، اگر تم میں صحیح علم ہے تو تم ہی بتلا دو کہ ہم دونوں جماعتوں میں سے امن کا زیادہ حقدار کون ہے؟ ○ جو لوگ ایمان لا کر اپنے ایمان کو شرک سے خلط ملط نہیں کرتے ان ہی کے لیے امن ہے اور حقیقتاً راہ یافتہ وہی لوگ ہیں ○ یہی ہمارے وہ دلائل تھے جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا فرما رکھے تھے، ہم جسے چاہیں مرتبوں میں بڑھا چڑھا دیں بیشک تیرا رب بڑی حکمت والا کامل علم والا ہے ○

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفة الجنة : باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار (۲۸۶۵) مسند احمد (۲۶۶/٤)]

[2] [سورة الروم: آیت ۳۰]

واضح دلائل سننے کے بعد بھی توحید کا انکار: ابراہیم علیہ السلام کی سچی توحید کے دلائل سن کر پھر بھی مشرکین آپ سے بحث جاری رکھتے ہیں تو آپ ان سے فرماتے ہیں تعجب ہے کہ تم مجھ سے اللہ جل جلالہ کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہو؟ حالانکہ وہ یکتا اور لا شریک ہے اس نے مجھے راہ دکھا دی ہے اور دلیل عطا فرمائی ہے میں یقیناً جانتا ہوں کہ تمہارے یہ سب معبود محض بے بس اور بے طاقت ہیں۔ میں نہ تو تمہاری فضول اور باطل باتوں میں آؤں گا نہ تمہاری دھمکیاں سچی جانوں گا۔ جاؤ تم سے اور تمہارے باطل معبودوں سے جو ہو سکے کرلو۔ ہرگز ہرگز کمی نہ کرو بلکہ جلدی کر گذرو اگر تمہارے اور ان کے قبضے میں میرا کوئی نقصان ہے تو جاؤ پہنچا دو۔ میرے رب کی منشا بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا ضرر نفع سب اسی کی طرف سے ہے تمام چیزیں اسی کے علم میں ہیں اس پر چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ افسوس اتنی دلیلیں سن کر بھی تمہارے دل نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے سامنے یہی دلیل پیش کی تھی۔ قرآن میں موجود ہے کہ ان کی قوم نے ان سے کہا اے ہود تم کوئی دلیل تو لائے نہیں ہو اور صرف تمہارے قول سے ہم اپنے معبودوں سے دست بردار نہیں ہو سکتے نہ ہم تجھ پر ایمان لائیں گے۔ ہمارا اپنا خیال تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں نے تجھے کچھ کر دیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم جن کو بھی اللہ کا شریک ٹھہرا رہے ہو۔ میں سب سے بیزار ہوں۔ جاؤ تم سب مل کر جو کچھ مکر میرے ساتھ کرنا چاہتے ہو وہ کرلو اور مجھے مہلت بھی نہ دو۔ میں نے تو اس رب پر توکل کر لیا ہے جو تمہارا میرا سب کا پالنہار ہے۔ تمام جانداروں کی پیشانیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں الخ۔ (۱)

سمجھو اور سوچو تو سہی کہ میں تمہارے ان باطل معبودوں سے کیوں ڈروں گا؟ جبکہ تم اس اکیلے اللہ وحدہ لا شریک سے نہیں ڈرتے اور کھلم کھلا اس کی ذات کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہو۔ تم ہی بتلاؤ کہ ہم تم میں سے امن کا زیادہ حقدار کون ہے؟ دلیل میں اعلیٰ کون ہے؟ یہ آیت مثل آیت ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ﴾ (۲) الخ، اور آیت ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ﴾ (۳) الخ کے ہے مطلب یہ ہے کہ اس کا بندہ جو خیر وشر کا نفع وضرر کا مالک ہے امن والا ہوگا یا اس کا بندہ جو محض بے بس اور بے قدرت ہے قیامت کے دن کے عذابوں سے امن میں رہے گا پھر جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور خلوص کے ساتھ دینداری کریں رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں امن وامان اور راہ راست والے یہی لوگ ہیں۔ جب یہ آیت اتری تو صحابہ رضی اللہ عنہم ظلم کا لفظ سن کر چونک اٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ایسا کون ہے جس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو؟ اس پر آیت ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (۴) نازل ہوئی یعنی یہاں مراد ظلم سے شرک ہے (۵) (بخاری شریف)

---

(۱) [سورة هود: آیت ۵۳-۵۶]
(۲) [سورة شوریٰ : آیت ۲۱]
(۳) [سورة النجم: آیت ۲۳]
(۴) [سورة لقمان: آیت ۱۳]
(۵) [صحيح : صحيح بخاری : كتاب الايمان : باب ظلم دون ظلم (۳۲)، (٤٦٢٩) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب صدق الايمان واخلاصه (١٢٤) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الانعام (۳۰٦۷) مسند احمد (۱/۳۸۷)]

اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان کے اس سوال پر فرمایا کیا تم نے اللہ کے نیک بندے کا یہ قول نہیں سنا کہ اے میرے پیارے بچے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ پس مراد یہاں ظلم سے شرک ہے [1] اور روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم جو سمجھ رہے ہو وہ مقصد نہیں [2] اور حدیث میں آپ کا خود ((لَظُلْمٌ)) کی تفسیر ((بِشِرْكٍ)) سے کرنا مروی ہے۔ بہت سے صحابیوں سے بہت سی سندوں کے ساتھ بہت سی کتابوں میں یہ حدیث مروی ہے۔ ایک روایت میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ تو ان ہی لوگوں میں سے ہے۔ مسند احمد میں زاذان اور جریر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے جب ہم مدینہ شریف سے باہر نکل گئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک اونٹ سوار بہت تیزی سے اپنے اونٹ کو دوڑاتا ہوا آ رہا ہے حضور ﷺ نے فرمایا یہ تمہاری طرف ہی آ رہا ہے اس نے پہنچ کر سلام کیا ہم نے جواب دیا حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا اپنے گھر سے اپنے بال بچوں میں سے اپنے کنبے قبیلے میں سے۔ دریافت فرمایا کیا ارادہ ہے؟ کیسے نکلے ہو؟ جواب دیا اللہ کے رسول ﷺ کی جستجو میں۔ آپ نے فرمایا پھر تو تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے میں ہی اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے خوش ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے سمجھایئے کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہہ دو کہ اللہ ایک ہے اور محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور نمازوں کو قائم رکھے اور زکوۃ ادا کرتا رہے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے اس نے کہا مجھے سب باتیں منظور ہیں میں سب اقرار کرتا ہوں۔ اتنے میں ان کے اونٹ کا پاؤں ایک سوراخ میں گر پڑا اور اونٹ ایک دم سے جھٹکا لے کر جھک گیا اور وہ اوپر سے گرے اور سر کے بل گرے اور اسی وقت روح پرواز کر گئی حضور ﷺ نے ان کے گرتے ہی فرمایا کہ دیکھو انہیں سنبھالو اسی وقت حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم اپنے اونٹوں سے کود پڑے اور انہیں اٹھا لیا تو روح جسم سے علیحدہ ہو چکی ہے حضور ﷺ سے کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ تو فوت ہو گئے آپ نے منہ پھیر لیا پھر ذرا سی دیر میں فرمانے لگے تم نے مجھے منہ موڑتے ہوئے دیکھا ہوگا اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے دیکھا دو فرشتے آئے تھے اور مرحوم کے منہ میں جنت کے پھول دے رہے تھے اس سے میں نے جان لیا کہ بھوکے فوت ہوئے ہیں۔ سنو یہ انہیں لوگوں میں سے ہیں جن کی بابت اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا ان کے لیے امن وامان ہے اور وہ راہ یافتہ ہیں۔ اچھا اپنے پیارے بھائی کا کفن دفن کرو چنانچہ ہم انہیں پانی کے پاس اٹھا لے گئے غسل دیا خوشبو ملی اور قبر کی طرف جنازہ لے کر چلے آنحضرت ﷺ قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے بغلی قبر بناؤ سیدھی نہ بناؤ بغلی قبر ہمارے لیے ہے اور سیدھی ہمارے سوا اوروں کے

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۳۸۷/۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [مسند احمد محقق (۳۵۸۹)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: صحیح مسلم (۱۲٤) صحیح ابن حبان (۲۵۳) مسند ابو یعلی (۵۱۵۹)]

لیے ہے۔ (۱) لو گو یہ وہ شخص ہے جس نے عمل بہت ہی کم کیا اور ثواب زیادہ پایا۔ (۲) یہ ایک اعرابی تھے انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ یارسول اللہ ﷺ اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اپنے گھر سے اپنے بال بچوں سے اپنے مال سے اپنے کنبے قبیلے سے اس لیے اور صرف اس لیے الگ ہوا ہوں کہ آپ کی ہدایت کو قبول کروں آپ کی سنتوں پر عمل کروں آپ کی حدیثیں لوں۔ یارسول اللہ ﷺ میں گھاس پھوس کھاتا ہوا آپ تک پہنچا ہوں۔ آپ مجھے اسلام سکھایئے حضور ﷺ نے سکھایا اس نے قبول کیا ہم سب ان کے اردگرد بھیڑ لگائے کھڑے تھے اتنے میں جنگلی چوہے کے بل میں ان کے اونٹ کا پاؤں پڑ گیا یہ گر پڑے اور گردن ٹوٹ گئی آپ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا یہ سچ مچ فی الواقع اپنے گھر سے اپنے اہل وعیال سے اور اپنے مال مویشی سے صرف میری تابعداری کی دھن میں نکلا تھا اور وہ اس بات میں بھی سچے تھے کہ وہ میرے پاس نہیں پہنچے یہاں تک کہ ان کا کھانا صرف سبز پتے اور گھاس رہ گیا تھا تم نے ایسے لوگ بھی سنے ہوں گے جو عمل کم کرتے ہیں اور ثواب بہت پاتے ہیں۔ یہ بزرگ انہی میں سے تھے۔ تم نے سنا ہوگا کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے جو ایمان لائیں اور ظلم نہ کریں وہ امن وہدایت والے ہیں یہ انہی میں سے تھے۔

پھر فرمایا ابراہیم علیہ السلام کو یہ دلیلیں ہم نے سکھائیں جن سے وہ اپنی قوم پر غالب آگئے جیسے انہوں نے ایک اللہ کے پرستار کا امن اور اس کی ہدایت بیان فرمائی اور خود اللہ کی طرف سے اس بات کی تصدیق کی گئی ﴿دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ﴾ کی یہی ایک قرات ہے۔ اضافت کے ساتھ اور بے اضافت دونوں طرح پڑھا گیا ہے جیسے سورۂ یوسف میں ہے اور معنی دونوں قراتوں کے قریب قریب برابر ہیں۔ تیرے رب کے اقوال حکمت والے اور اس کے کام بھی حکمت والے ہیں۔ وہ صحیح راستے والوں کو اور گمراہوں کو بخوبی جانتا ہے جیسے فرمان ہے جن پر تیرے رب کی بات صادق آگئی ہے ان کے پاس چاہے تم تمام نشانیاں لے آؤ پھر بھی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنی آنکھوں سے عذاب دیکھ لیں۔ پس رب کی حکمت اور اس کے علم میں کوئی شبہ نہیں۔

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ
وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا
وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا
فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ

---

(۱) [ضعیف: مسند احمد (۴/ ۳۵۹) طبرانی کبیر (۲۳۲۹) مجمع الزوائد (۱/ ۴۱ - ۴۲)] اس کی سند میں ابو جناب راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو اسی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

(۲) [ضعیف: مسند احمد (۴/ ۳۵۹)]

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٨٧﴾ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا
لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٨﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ
فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى
اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ﴿٩٠﴾ ع

ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب دیا' ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی' اس سے پہلے کے زمانے میں ہم نے نوح کو بھی راہ راست دکھائی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد' سلیمان' ایوب' یوسف' موسیٰ اور ہارون کو بھی' نیک کام کرنے والوں کو ہم اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں ○ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی' یہ سب نیک بندوں میں تھے ○ اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو بھی' ان سب کو ہم نے دنیا کے لوگوں پر برتری دی ○ ان کے بعض باپ دادوں' اولادوں اور بھائیوں کو بھی ہم نے ہدایت دی' اور ہم نے انہیں اپنا پسندیدہ کر لیا اور راہ مستقیم کی طرف ان کی رہبری کی ○ یہ ہے اللہ کی ہدایت اس سے نوازتا ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے' یہ لوگ بھی اگر شرک کرتے تو ان کے کیے کرائے تمام اعمال غارت ہو جاتے ○ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب وحکمت اور پیغمبری عطا فرمائی' اگر یہ کفار قرآنی آیتوں کا انکار کریں تو ہم نے ان آیتوں پر ایمان لانے والی وہ قوم مقرر کی ہے جو ان سے کبھی کفر نہ کرے گی ○ یہی وہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے پس تو بھی انہی کی ہدایت کی پیروی کر' کہہ دے کہ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا' دنیا جہان کے سب لوگوں کے لیے یہ تو محض نصیحت ہے ○

ابراہیم علیہ السلام کو نعمت اولاد کی عطائیگی: اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرما رہا ہے کہ خلیل الرحمٰن کو اس نے ان کے بڑھاپے کے وقت بیٹا عطا فرمایا جن کا نام اسحٰق علیہ السلام ہے اس وقت آپ بھی اولاد سے مایوس ہو چکے تھے اور آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بھی مایوس ہو چکی تھیں۔ جو فرشتے بشارت سنانے آتے ہیں۔ وہ قوم لوط کی ہلاکت کے لیے جا رہے تھے۔ ان سے بشارت سن کر مائی صاحبہ سخت متعجب ہو کر کہتی ہیں میں بڑھیا کھوسٹ ہو چکی میرے خاوند عمر سے اتر چکے ہمارے ہاں بچہ ہونا تعجب کی بات ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا اللہ کی قدرت میں ایسے تعجبات عام ہوتے ہیں۔ اے نبی کے گھرانے والو تم پر رب کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اللہ بڑی تعریفوں والا اور بڑی بزرگیوں والا ہے اتنا ہی نہیں کہ تمہارے ہاں بچہ ہوگا بلکہ وہ نبی زادہ خود بھی نبی ہوگا اور اس سے تمہاری نسل پھیلے گی اور باقی رہے گی۔ قرآن کی اور آیت میں بشارت کے الفاظ میں نبیا کا لفظ بھی ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ اولاد کی اولاد بھی تم دیکھ لو گے اسحٰق علیہ السلام کے گھر یعقوب علیہ السلام پیدا ہوں گے اور تمہیں خوشی پر خوشی ہوگی اور پھر پوتے کا نام یعقوب رکھنا جو عقب سے مشتق ہے خوشخبری ہے اس امر کی کہ یہ نسل جاری رہے گی۔ فی الواقع خلیل اللہ علیہ السلام اس بشارت کے قابل بھی تھے قوم کو چھوڑا ان سے منہ موڑا شہر کو چھوڑا ہجرت کی۔ اللہ نے دنیا میں بھی انعام دیئے۔ اتنی نسل پھیلائی جو آج تک دنیا میں آباد ہے۔ فرمان الٰہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو اور ان کے معبودوں کو چھوڑا تو ہم نے انہیں اسحٰق و یعقوب علیہما السلام بخشا اور دونوں کو نبی بنایا۔ یہاں فرمایا ان سب کو ہم نے ہدایت دی تھی اور ان کی

بھی نیک اولاد دنیا میں باقی رہی۔ طوفان نوح علیہ السلام میں کفار سب غرق ہو گئے پھر حضرت نوح علیہ السلام کی نسل پچھلی انبیاء انہی کی نسل میں سے ہوتے رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تو نبوت انہی کے گھرانے میں رہی جیسے فرمان ہے ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ [1] ہم نے ان ہی کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ [2] یعنی ہم نے نوح اور ابراہیم علیہما السلام کو رسول بنا کر پھر ان ہی دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب کر دی اور آیت میں ہے یہ ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ نبیوں میں سے آدم کی اولاد میں سے اور جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں لے لیا تھا اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد میں سے اور جنہیں ہم نے ہدایت کی تھی اور پسند کر لیا تھا ان پر جب رحمان کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو روتے گڑگڑاتے سجدے میں گر پڑتے تھے پھر فرمایا ہم نے اس کی اولاد میں سے داود وسلیمان علیہما السلام کو ہدایت کی۔ اس میں اگر ضمیر کا مرجع نوح کو کیا جائے تو ٹھیک ہے اس لیے کہ ضمیر سے پہلے سب سے قریب نام یہی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں اور ہے بھی یہ بالکل ظاہر جس میں کوئی اشکال نہیں ہاں اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹانا بھی ہے تو اچھا اس لیے کہ کلام انہی کے بارے میں ہے' قصہ انہی کا بیان ہو رہا ہے لیکن بعد کے ناموں میں سے لوط علیہ السلام کا نام اولاد آدم علیہ السلام میں ہونا ذرا مشکل ہے اس لیے کہ حضرت لوط علیہ السلام خلیل اللہ علیہ السلام کی اولاد میں نہیں بلکہ ان کے والد کا نام ماران ہے وہ آزر کے لڑکے تھے تو وہ آپ کے بھتیجے ہوئے ہاں اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ باعتبار غلبے کے انہیں بھی اولاد میں شامل کر لیا گیا جیسے کہ آیت ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ﴾ [3] الخ' میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جو اولاد یعقوب کے چچا تھے باپوں میں شمار کر لیا گیا ہے۔

ہاں یہ بھی خیال رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اولاد ابراہیم یا اولاد نوح میں گننا اس بنا پر ہے کہ لڑکیوں کی اولاد یعنی نواسے بھی اولاد میں داخل ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ روایت میں ہے حجاج نے حضرت یحییٰ بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو حسن حسین رضی اللہ عنہما کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں گنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ قرآن سے ثابت ہے لیکن میں تو پورے قرآن میں کسی جگہ یہ نہیں پاتا۔ آپ نے جواب دیا کیا تو نے سورۂ انعام میں ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ﴾ [4] الخ' نہیں پڑھا اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھا ہے کہا پھر دیکھو اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے اور ان کا کوئی باپ تھا ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ لڑکی کی اولاد بھی اولاد ہی ہے حجاج نے کہا بیشک آپ سچے ہیں اسی لیے مسئلہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی ذریت کے لیے وصیت کرے یا وقف کرے یا ہبہ کرے تو لڑکیوں کی اولاد بھی اس میں داخل ہے ہاں اگر اس نے اپنے لڑکوں کو دیا ہے یا ان پر وقف کیا ہے تو اس کے اپنے صلبی لڑکے اور لڑکوں کے لڑکے اس میں شامل ہوں گے اس کی دلیل عربی شاعر کا یہ شعر سنئے:

بَنُونَا بَنُوا أَبْنَائِنَا وَبَنَاتُنَا ... بَنُوهُنَّ أَبْنَاءُ الرِّجَالِ الْأَجَانِبِ

---

[1] [العنکبوت: ۲۷]
[2] [الحدید: ۲۶]
[3] [البقرہ: ۱۳۳]
[4] [سورة الانعام: آیت ۸٤]

یعنی ہمارے لڑکوں کے لڑکے تو ہمارے لڑکے ہیں اور ہماری لڑکیوں کے لڑکے اجنبیوں کے لڑکے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ لڑکیوں کے لڑکے بھی ان میں داخل ہیں کیونکہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نسبت فرمایا میرا یہ لڑکا سید ہے اور ان شاء اللہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اللہ تعالیٰ اصلح کرا دے گا۔ (1) پس نواسے کو اپنا لڑکا کہنے سے لڑکیوں کی اولاد کو بھی اپنی اولاد میں داخل ہونا ثابت ہوا اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ مجاز ہے۔

اس کے بعد فرمایا ان کے باپ دادے' ان کی اولادیں' ان کے بھائی الغرض اصول وفروع اور اہل طبقہ کا ذکر آ گیا کہ ہدایت اور پسندیدگی ان سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ اللہ کی سچی اور سیدھی راہ پر لگا دیئے گئے ہیں۔ یہ جو کچھ انہیں حاصل ہوا یہ اللہ کی مہربانی اس کی توفیق اور اس کی ہدایت سے ہے۔ پھر شرک کی کامل برائی لوگوں کے ذہن میں آ جائے اس لیے فرمایا کہ اگر بالفرض نبیوں کا یہ گروہ بھی شرک کر بیٹھے تو ان کی بھی تمام ترنیکیاں ضائع ہو جائیں جیسے ارشاد ہے ﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ (2) الخ' تجھ پر اور تجھ سے پہلے کے ایک ایک نبی پر یہ وحی بھیج دی گئی کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے اعمال اکارت ہو جائیں گے الخ۔ یہ یاد رہے کہ یہ شرط ہے اور شرط کا واقع ہونا ہی ضروری نہیں جیسے فرمان ہے ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ﴾ (3) الخ' یعنی اگر اللہ کی اولاد ہو تو میں تو سب سے پہلے ماننے والا بن جاؤں اور جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا﴾ (4) الخ' یعنی اگر کھیل تماشا بنانا ہی چاہتے تو اپنے پاس سے ہی بنا لیتے۔ اور فرمان ہے ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ (5) الخ' اگر اللہ تعالیٰ اولاد کا ہی ارادہ کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا لیکن وہ اس سے پاک ہے اور وہ یکتا اور غالب ہے۔ پھر فرمایا بندوں پر رحمت نازل فرمانے کے لیے ہم نے انہیں کتاب حکمت اور نبوت عطا فرمائی۔ پس اگر یہ لوگ یعنی اہل مکہ اس کے ساتھ یعنی نبوت کے ساتھ یا کتاب وحکمت ونبوت کے ساتھ کفر کریں یہ اگر ان نعمتوں کا انکار کریں خواہ قریش ہوں خواہ اہل کتاب ہوں خواہ کوئی اور عربی یا عجمی ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ ہم نے ایک قوم ایسی بھی تیار کر رکھی ہے جو اس کے ساتھ کبھی کفر نہ کرے گی۔ یعنی مہاجرین انصار اور ان کی تابعداری کرنے والے ان کے بعد آنے والے یہ لوگ نہ کسی امر کا انکار کریں گے نہ تحریف یا ردوبدل کریں گے بلکہ ایمان کامل لے آئیں گے ہر ہر حرف کو مانیں گے محکم متشابہ سب کا اقرار کریں گے سب پر عقیدہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل وکرم سے ان ہی باایمان لوگوں میں کر دے۔

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الصلح: باب قول النبی للحسن بن علی (٢٧٠٤) ترمذی: کتاب المناقب باب ان ابنی ھذا سید (٣٧٧٣) ابوداؤد: کتاب السنۃ: باب مایدل علی ترك الکلام فی الفتنۃ (٤٦٦٢) مسند احمد (٥/٤٩)]

(2) [سورۃ الزمر: آیت ٦٥]　(3) [سورۃ الزخرف: آیت ٨١]

(4) [سورۃ الانبیاء: آیت ١٧]　(5) [سورۃ الزمر: آیت ٤]

پھر اپنے پیغمبر ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ جن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہوا اور جو مجمل طور پر ان کے بڑوں چھوٹوں اور لواحقین میں سے مذکور ہوئے یہی سب اہل ہدایت ہیں تو اپنے نبی آخر الزمان ہی کی اقتدا اور اتباع کرو اور جب یہ حکم نبی ﷺ کو ہے تو ظاہر ہے کہ آپ کی امت بطور اولیٰ اس میں داخل ہے۔ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں حدیث لائے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آپ کے شاگرد رشید حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ کیا سورۂ ص میں سجدہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا آنحضرت ﷺ کو ان کی تابعداری کا حکم ہوا ہے۔ [1] پھر فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ ان میں اعلان کر دو کہ میں تو قرآن پہنچانے کا کوئی معاوضہ یا بدلہ یا اجرت تم سے نہیں چاہتا۔ یہ تو صرف دنیا کے لیے نصیحت ہے کہ وہ اندھے پن کو چھوڑ کر آنکھوں کا نور حاصل کر لیں اور برائی سے ہٹ کر بھلائی پا لیں اور کفر سے نکل کر ایمان میں آ جائیں۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿91﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿92﴾

جیسی قدر اللہ کی جاننی چاہیے انہوں نے نہیں جانی کہ کہنے لگے اللہ نے کسی انسان پر کچھ بھی نازل نہیں فرمایا' دریافت تو کر کہ اس کتاب کو جسے موسیٰ (علیہ السلام) لے کر آئے کس نے نازل فرمائی تھی؟ جو لوگوں کے لیے نور و ہدایت ہے جسے تم نے ورق ورق بنا رکھا ہے جسے تم ظاہر کرتے ہو اور بہت سے حصے کو چھپاتے ہو' تمہیں وہ وہ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے باپ دادا' جواب دے کہ اللہ ہی نے نازل فرمائی تھی پھر انہیں ان کی بحث میں کھیلتا ہوا چھوڑ دے ○ اور یہ قرآن وہ کتاب ہے جسے ہم نے بابرکت اور اپنے سے پہلی کتابوں کو سچا کرنے والی کر کے اتارا ہے تا کہ تو اہل مکہ کو اور اس کے آس پاس والوں کو آگاہ کر دے' آخرت کے ماننے والے تو اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں ○

تمام پیغمبر انسان ہی تھے: اللہ کے رسولوں کے جھٹلانے والے دراصل اللہ کی عظمت کے ماننے والے نہیں۔ عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کفار قریش کے حق میں یہ آیت اتری ہے اور قول ہے کہ یہود کی ایک جماعت کے حق میں ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فنحاص یہودی کے حق میں اور یہ بھی ہے کہ مالک بن صیف کے بارے میں کہا گیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ پہلا قول حق ہے اس لیے کہ آیت مکیہ ہے اور اس لیے بھی کہ یہودی آسمان سے کتاب اترنے کے بالکل منکر نہ تھے۔ ہاں البتہ قریشی اور عام عرب حضور ﷺ کی رسالت کے قائل نہ تھے اور کہتے تھے کہ انسان اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا۔ جیسے قرآن ان کا تعجب نقل کرتا ہے ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر (٤٦٣٢)]

﴿رَجُلٍ مِّنْهُمْ﴾ ① الخ، یعنی کیا لوگوں کو اس بات پر اچنبھا ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص کی طرف وحی نازل فرمائی کہ وہ لوگوں کو ہوشیار کر دے اور آیت میں ہے ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا﴾ ② الخ 'لوگوں کے اس خیال نے ہی کہ کیا اللہ نے انسان کو اپنا رسول بنالیا انہیں ایمان سے روک دیا ہے۔ سنو اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے تو ہم بھی آسمان سے کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔ یہاں بھی کفار کا یہی اعتراض بیان کر کے فرماتا ہے۔ کہ انہیں جواب دو کہ تم جو بالکل انکار کرتے ہو کہ کسی انسان پر اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا یہ تمہاری کیسی کھلی غلطی ہے؟ بھلا بتلاؤ موسیٰ پر تورات کس نے اتاری تھی؟ جو سراسر نور وہدایت تھی الغرض تورات کے تم سب قائل ہو جو مشکل مسائل آسان کرنے والی' کفر کے اندھیروں کو چھانٹنے' شبہ کو ہٹانے اور راہ راست دکھانے والی ہے۔ تم نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھے ہیں صحیح اور اصلی کتاب میں سے بہت سا حصہ چھپا رکھا ہے کچھ اس میں سے لکھ لاتے ہو اور پھر اسے بھی تحریف کر کے لوگوں کو بتا رہے ہو۔ اپنی باتوں اپنے خیالات کو اللہ کی کتاب کی طرف منسوب کرتے ہو۔ قرآن تو وہ ہے جو تمہارے سامنے وہ علوم پیش کرتا ہے جن سے تم اور تمہارے اگلے اور تمہارے بڑے سب محروم تھے۔ پچھلی سچی خبریں اس میں موجود' آنے والے واقعات کی صحیح خبریں اس میں موجود ہیں۔ جو آج تک دنیا کے علم میں نہیں آئی تھیں۔ کہتے ہیں اس سے مراد مشرکین عرب ہیں اور بعض کہتے ہیں اس سے مراد مسلمان ہیں۔ پھر حکم دیتا ہے کہ یہ لوگ تو اس کا جواب کیا دیں گے کہ تورات کس نے اتاری؟ تو خود کہہ دے کہ اللہ نے اتاری ہے پھر انہیں ان کی جہالت وضلالت میں ہی کھیلتا ہوا چھوڑ دے یہاں تک کہ انہیں موت آئے اور یقین کی آنکھوں سے خود ہی دیکھ لیں کہ اس جہان میں یہ اچھے رہتے ہیں یا مسلمان متقی؟

یہ کتاب یعنی قرآن کریم ہمارا اتارا ہوا ہے۔ یہ بابرکت ہے یہ اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے، ہم نے اسے تیری طرف اس لیے نازل فرمایا کہ تو اہل مکہ کو' اس کے پاس والوں کو یعنی عرب کے قبائل اور عجمیوں کو ہوشیار کر دے اور ڈرا وا دے دے۔ تو ﴿مَنْ حَوْلَهَا﴾ سے مراد ساری دنیا ہے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ ③ یعنی اے دنیا جہان کے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں اور آیت میں ہے ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ ④ تا کہ میں تمہیں بھی اور جسے یہ پہنچے اسے ڈرادوں۔ اور قرآن سنا کر عذابوں سے خبر دار کر دوں۔ اور فرمان ہے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ ⑤ جو بھی اس کے ساتھ کفر کرے اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور آیت میں فرمایا گیا ﴿تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا﴾ ⑥ یعنی اللہ برکتوں والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہاں والوں کو آگاہ کر دے اور آیت میں ارشاد ہے ﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا

---

① [سورۃ یونس: آیت ۲] ② [سورۃ الاسراء: آیت ۹۴، ۹۵]

③ [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۸] ④ [سورۃ الانعام: آیت ۱۹]

⑤ [هود: ۱۷] ⑥ [الفرقان: ۱]

الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴾ [1] یعنی اہل کتاب سے اور ان پڑھوں سے سب سے کہہ دو کہ کیا تم اسلام قبول کرتے ہو؟ اگر قبول کر لیں تو راہ راست پر ہیں اور اگر منہ موڑ لیں تو تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہے اللہ اپنے بندے کو خوب دیکھ رہا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کے کسی نبی کو نہیں دی گئیں ان کو بیان فرماتے ہوئے ایک یہ بیان فرمائی کہ ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا لیکن میں عام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ [2] اسی لیے یہاں بھی ارشاد ہوا کہ قیامت کے معتقد تو اسے مانتے ہیں' جانتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے اور وہ نمازیں بھی صحیح وقتوں پر برابر پڑھا کرتے ہیں اللہ کے اس فرض کے قیام میں اور اس کی حفاظت میں سستی اور کاہلی نہیں کرتے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿93﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰۗؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿94﴾ ع

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے یا کہے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے حالانکہ اس کی طرف کوئی وحی نہیں کی گئی اور جو کہے جو اللہ نے اتارا ہے میں بھی اسی جیسا اتار سکتا ہوں' کاش کہ تو ان ظالموں کو اس وقت دیکھتا جبکہ یہ موت کی بے ہوشیوں میں ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں گے' کہ اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کی مار ماری جائے گی کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیتوں کو سن کر اکڑا کرتے تھے ○ یقیناً تم ہمارے پاس ایسے ہی تنہا تنہا حاضر ہوئے جیسے کہ پہلی بار ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا اور جو ساز و سامان ہم نے تمہیں عطا فرما رکھا تھا سب کچھ تم اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے' ہم تو تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جنہیں تم اپنے میں شریک سمجھتے رہے' تمہارے آپس کے سب تعلقات ٹوٹ گئے اور جو دعوے تم کر رہے تھے سب جاتے رہے ○

سب سے بڑھ کر ظالم لوگ: اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں سے زیادہ ظالم اور کوئی نہیں۔ خواہ اس جھوٹ کی نوعیت یہ ہو کہ اللہ کی اولاد ہے یا اس کے کئی شریک ہیں یا یوں کہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے حالانکہ دراصل رسول نہیں۔ خواہ

---

[1] [آل عمران: ۲۰]

[2] [صحيح: صحيح بخاری: كتاب التيمم (۳۳۵) صحيح مسلم: كتاب المساجد (۵۲۱) مسند احمد (۳۰۴/۳) صحيح ابن حبان (۶۳۹۸)]

مخواہ کہہ دے کہ میری طرف وحی نازل ہوتی ہے حالانکہ کوئی وحی نہ اتری ہو اور اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم نہیں جو اللہ کی سچی وحی سے صف آرائی کا مدعی ہو۔ چنانچہ اور آیتوں میں ایسے لوگوں کا بیان ہے کہ وہ قرآن کی آیتوں کو سن کر کہا کرتے تھے کہ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام کہہ سکتے ہیں۔ کاش کہ تو ان ظالموں کو سکرات موت کی حالت میں دیکھتا جبکہ فرشتوں کے ہاتھ ان کی طرف بڑھ رہے ہوں گے اور وہ مار پیٹ کر رہے ہوں گے۔ یہ محاورہ مار پیٹ سے ہے۔ جیسے ہابیل قابیل کے قصے میں ﴿لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ﴾ [1] ہے اور آیت میں ﴿وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ﴾ [2] ہے ضحاک اور ابو صالح رحمہ اللہ علیہما نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ خود قرآن کی آیت میں ﴿يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾ [3] موجود ہے یعنی کافروں کی موت کے وقت فرشتے ان کے منہ پر اور کمر پر مارتے ہیں۔ یہی بیان یہاں ہے کہ فرشتے ان کی جان نکالنے کے لیے انہیں مار پیٹ کرتے ہیں اور کہتے ہیں اپنی جانیں نکالو۔ کافروں کی موت کے وقت فرشتے انہیں عذابوں، زنجیروں، طوقوں کی، گرم کھولتے ہوئے جہنم کے پانی کی اور اللہ کے غضب وغصے کی خبر سناتے ہیں جس سے ان کی روح ان کے بدن میں چھپتی پھرتی ہے اور نکلنا نہیں چاہتی۔ اس پر فرشتے انہیں مار پیٹ کر جبراً گھسیٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب تمہاری بدترین اہانت ہوگی اور تم بری طرح رسوا کیے جاؤ گے جیسے کہ تم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اس کے فرمان کو نہیں مانتے تھے اور اس کے رسولوں کی تابعداری سے چڑتے تھے۔ مومن وکافر کی موت کا منظر جو احادیث میں آیا ہے وہ اس آیت ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ [4] الخ، کی تفسیر میں ہے۔ ابن مردویہ نے اس جگہ ایک بہت لمبی حدیث بیان کی ہے لیکن اس کی سند غریب ہے [5] واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے کہ جس دن انہیں ان کی قبروں سے اٹھایا جائے گا اس دن ان سے کہا جائے گا کہ تم تو اسے بہت دور اور محال مانتے تھے لو اب دیکھ لو جس طرح شروع شروع میں ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا اب دوبارہ بھی پیدا کر دیا۔ جو کچھ مال ومتاع ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا سب تم وہیں اپنے پیچھے چھوڑ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ تیرا مال وہی ہے جسے تو نے کھا پی لیا وہ تو فنا ہو گیا یا تو نے پہن اوڑھ لیا وہ پھٹا پرانا ہو کر ضائع ہو گیا یا تو نے اللہ کے نام پر خیرات کیا وہ باقی رہا اس کے سوا جو کچھ ہے اسے تو تو اوروں کے لیے چھوڑ کر یہاں سے جانے والا ہے۔ [6] حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں انسان کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور رب العالمین اس سے دریافت فرمائے گا کہ جو تو نے جمع کیا تھا وہ کہاں ہے؟ یہ جواب دے گا کہ خوب

---

[1] [سورۃ المائدہ: آیت ۲۸]
[2] [سورۃ الممتحنۃ: آیت ۲]
[3] [سورۃ الانفال: آیت ۵۰]
[4] [سورۃ ابراھیم: آیت ۲۷]
[5] [**ضعیف**: الدرالمنثور للسیوطی (۳/۵۶۔ ۵۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]
[6] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الزھد: باب الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر (۲۹۵۸) ترمذی: کتاب الزھد (۲۳۴۲) مسند طیالسی (۱۱۴۸) مسند احمد (۴/۲۴)]

بڑھا چڑھا کر اسے دنیا میں چھوڑ آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم پیچھے چھوڑا ہوا تو یہاں نہیں ہے البتہ آگے بھیجا ہوا یہاں موجود ہے اب جو یہ دیکھے گا تو کچھ بھی نہ پائے گا پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ پھر انہیں ان کا شرک یاد دلا کر دھمکایا جائے گا کہ جنہیں تم اپنا شریک سمجھ رہے تھے اور جن پر ناز کر رہے تھے کہ یہ ہمیں بچا لیں گے اور نفع دیں گے وہ آج تمہارے ساتھ کیوں نہیں؟ وہ کہاں رہ گئے؟ انہیں شفاعت کے لیے کیوں آگے نہیں بڑھاتے؟ حق یہ ہے کہ قیامت کے دن سارے جھوٹ بہتان افترا کھل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو سنا کر ان سے فرمائے گا جنہیں تم نے میرے شریک ٹھہرا رکھا تھا وہ کہاں ہیں؟ اور ان سے کہا جائے گا کہ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ نہ وہ تمہاری مدد کرتے ہیں نہ خود اپنی مدد وہ آپ کرتے ہیں۔ تم تو دنیا میں انہیں مستحق عبادت سمجھتے رہے۔ ﴿بَيْنَكُمْ﴾ کی ایک قرات ﴿بَيْنُكُمْ﴾ بھی ہے یعنی تمہاری یکجہتی ٹوٹ گئی اور پہلی قرات پر یہ معنی ہیں کہ جو تعلقات تم میں تھے، جو وسیلے تم نے بنا رکھے تھے سب کٹ گئے معبودان باطل سے جو غلط منصوبے تم نے باندھ رکھے تھے سب برباد ہو گئے جیسے فرمان باری ہے ﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا﴾ [1] الخ، یعنی تابعداری کرنے والے ان سے بیزار ہوں گے جن کی تابعداری وہ کرتے رہے اور سارے رشتے ناتے اور تعلقات کٹ جائیں گے اس وقت تابعدار لوگ حسرت وافسوس سے کہیں گے کہ اگر ہم دنیا میں واپس جائیں تو تم سے بھی ایسے ہی بیزار ہو جائیں جیسے تم ہم سے بیزار ہوئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کرتوت دکھائے گا ان پر حسرتیں ہوں گی اور یہ جہنم سے نہیں نکلیں گے اور آیت میں ہے جب صور پھونکا جائے گا تو آپس کے نسب منقطع ہو جائیں گے اور کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا اور آیت میں ہے کہ جن جن کو تم نے اپنا معبود ٹھہرا رکھا ہے اور ان سے دوستیاں رکھتے ہو وہ قیامت کے دن تمہارے اور تم ان کے منکر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور کوئی بھی تمہارا مددگار کھڑا نہ ہوگا اور آیت میں ہے ﴿وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ﴾ [2] الخ، یعنی ان سے کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو آواز دو وہ پکاریں گے لیکن انہیں کوئی جواب نہ ملے گا اور آیت میں ہے ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا﴾ [3] الخ، یعنی قیامت کے دن ہم ان سب کا حشر کریں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے کہاں ہیں تمہارے شریک؟ الخ اس بارے کی اور آیتیں بھی بہت ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذَٰلِكُمُ
اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ
ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ
الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾

اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر درخت نکالنے والا ہے، وہی زندے کو مردے سے نکالتا ہے اور وہی مردے کو زندے

---

[1] [البقرہ: ۱۶۶، ۱۶۷] [2] [القصص: ٦٤] [3] [الانعام: ۲۲]

سے نکالنے والا ہے' یہی تو تمہارا اللہ ہے پھر تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو ○ صبح کی روشنی کا پھاڑ نکالنے والا وہی ہے' اسی نے آرام کے لیے رات بنائی اور سورج چاند کو حساب کا معیار بنایا' یہ ہیں اندازے باندھے ہوئے اللہ غالب عالم کے ○ یہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں کو پیدا کیا کہ تم خشکی اور تری کے اندھیروں میں ان سے راہ پاتے رہو' جو لوگ ذی علم ہیں ان کے لیے تو ہم نے کھول کھول کر اپنی نشانیاں بیان کر دیں ○

اللہ کی قدرت کے مظاہر: دانوں سے کھیتیاں بیج اور گٹھلی سے درخت اللہ ہی اگاتا ہے تم تو انہیں مٹی میں ڈال کر چلے آتے ہو وہاں انہیں اللہ تعالیٰ پھاڑتا ہے۔ کونپل نکالتا ہے پھر وہ بڑھتے ہیں قوی درخت بن جاتے ہیں اور دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ پھر گویا اسی کی تفسیر میں فرمایا کہ زندہ درخت اور زندہ کھیتی کو مردہ بیج اور مردہ دانے سے وہ نکالتا ہے جیسے سورۂ یاسین میں ارشاد ہے ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ﴾ [1] الخ' ﴿مُخْرِجٌ﴾ کا عطف ﴿فَالِقُ﴾ پر ہے اور مفسرین نے دوسرے انداز سے ان جملوں میں ربط قائم کیا ہے لیکن مطلب سب کا یہی ہے اور اسی کے قریب قریب ہے۔ کوئی کہتا ہے مرغ کا انڈے سے نکلنا اور مرغ سے انڈے کا نکلنا مراد ہے۔ بدشخص کے ہاں نیک اولاد ہونا اور نیکوں کی اولاد کا بد ہونا مراد ہے۔ وغیرہ۔ آیت درحقیقت ان تمام صورتوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ پھر فرماتا ہے ان تمام کاموں کا کرنے والا اکیلا اللہ ہی ہے پھر کیا وجہ کہ تم حق سے پھر جاتے ہو؟ اور اس لاشریک کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے لگتے ہو؟ وہی دن کی روشنی کا لانے والا اور رات کے اندھیرے کا پیدا کرنے والا ہے۔ جیسے کہ اس سورت کے شروع میں فرمایا تھا کہ وہی نور وظلمت کا پیدا کرنے والا ہے۔ رات کے گھٹاٹوپ اندھیرے کو دن کی نورانیت سے بدل دیتا ہے۔ رات اپنے اندھیروں سمیت چھپ جاتی ہے اور دن اپنی تجلیوں سمیت کائنات پر قبضہ جما لیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے وہی دن رات چڑھاتا ہے۔ الغرض چیز اور اس کی ضد اس کے زیر اختیار ہے اور یہ اس کی بے انتہا عظمت اور بہت بڑی سلطنت پر دلیل ہے۔ دن کی روشنی اور اس کی چہل پہل رات کی ظلمت اور اس کا سکون اس کی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى﴾ [2] اور جیسے اس آیت میں فرمایا ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ○ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾ [3] اور آیت میں ہے ﴿وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا﴾ [4] ان تمام آیتوں میں دن رات کا اور نور وظلمت روشنی اور اندھیرے کا ذکر ہے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے ایک بار ان کی بیوی صاحبہ نے کہا کہ رات ہر ایک کے لیے آرام کی ہے لیکن میرے خاوند حضرت صہیب کے لیے وہ بھی آرام کی نہیں اس لیے کہ وہ رات کو اکثر حصہ جاگ کر کاٹتے ہیں۔ جب انہیں جنت یاد آتی ہے تو شوق بڑھ جاتا ہے اور یاد الٰہ میں رات گذار دیتے ہیں اور جب جہنم کا خیال آ جاتا ہے تو مارے خوف کے ان کی نیند اڑ جاتی ہے۔ سورج چاند اس کے مقرر کیے ہوئے اندازے پر برابر چل رہے ہیں کوئی تغیر اور اضطراب ان میں نہیں ہوتا ہر ایک کی منزل مقرر ہے جاڑے کی

---

[1] [سورۃ یسین : آیت ۳۳]
[2] [سورۃ الضحی : آیت ۱۔۲]
[3] [سورۃ اللیل : ۱۔۲]
[4] [سورۃ الشمس : آیت ۳۔٤]

الگ گرمی کی الگ اور اسی اعتبار سے دن رات ظاہر ہوتے ہیں چھوٹے اور بڑے ہوتے ہیں جیسے فرمان ﴿هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً﴾ [1] الخ ' اسی اللہ نے سورج کو روشن اور چاند کو منور کیا ہے ان کی منزلیں مقرر کردی ہیں اور آیت میں ہے ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِىْ لَـهَآ﴾ [2] الخ نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے کہ چاند کو جالے اور نہ رات دن پر سبقت لے سکتی ہے۔ ہر ایک اپنے فلک میں تیرتا پھرتا ہے اور جگہ فرمایا سورج چاند ستارے سب اس کے فرمان کے ماتحت ہیں۔ یہاں فرمایا یہ سب اندازے اس اللہ کے مقرر کردہ ہیں جسے کوئی روک نہیں سکتا جس کے خلاف کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ جو ہر چیز کو جانتا ہے جس کے علم سے ایک ذرہ باہر نہیں۔ زمین وآسمان کی کوئی مخلوق اس سے پوشیدہ نہیں۔ عموماً قرآن کریم جہاں کہیں رات ' دن ' سورج ' چاند کی پیدائش کا ذکر کرتا ہے وہاں کلام کا خاتمہ اللہ جل وعلا نے اپنی عزت وعلم کی خبر پر کیا ہے جیسے اس آیت میں اور ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ﴾ [3] میں اور سورۂ حم سجدہ کی شروع کی آیت ﴿وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا﴾ [4] میں۔

پھر فرمایا ستارے تمہیں خشکی اور تری میں راہ دکھانے کے لیے ہیں بعض سلف کا قول ہے کہ ستاروں میں ان تین فوائد کے علاوہ اگر کوئی اور کچھ مانے تو اس نے خطا کی اور اللہ پر جھوٹ باندھا۔ ایک تو یہ کہ یہ آسمان کی زینت ہیں دوسرے یہ کہ شیاطین پر آگ بن کر برستے ہیں جبکہ وہ آسمانوں کی خبریں لینے کو چڑھیں تیسرے یہ کہ مسافروں اور مقیم لوگوں کو یہ راستہ دکھاتے ہیں۔ پھر فرمایا ہم نے عقلمندوں عالموں اور واقف کار لوگوں کے لیے اپنی آیتیں بالتفصیل بیان فرمادی ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۞ وَهُوَ الَّذِىْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَىْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۞

وہی ہے جس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا پھر رہنے کی جگہ ہے اور سونپنے کی بھی ' ہم نے ان کے سامنے جو سمجھ رکھتے ہیں اپنی آیتیں تفصیل وار بیان کردیں ○ وہی ہے جو آسمان سے بارش اتارتا ہے ' پھر ہم نے اس سے ہر قسم کی روئیدگی اور بوٹیاں نکالیں پھر اس سے ہرا سبزہ ہم نکالتے ہیں جس سے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے ہم پیدا کرتے ہیں ' اور کھجور کے گابھے میں سے گچھے ہیں جھکے ہوئے اور باغات انگور کے اور زیتون اور انار ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے ' یہ سب پھل لائیں ان کا پھل لانا اور پکنا دیکھو ' جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کے لیے تو ان سب چیزوں میں بہت کچھ نشانات ہیں ○

---

[1] [سورۃ یونس: آیت ۵] [2] [یسین : ۴۰]

[3] [یسین : ۳۷] [4] [فصلت : ۱۲]

قدرت باری تعالیٰ کی مزید کچھ نشانیاں: فرماتا ہے کہ تم سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے تن واحد یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے جیسے اور آیت میں ہے لوگو اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا پھر ان دونوں سے مرد وعورت خوب پھیلا دیئے [1] ﴿مُسْتَقَرٌّ﴾ سے مراد ماں کا پیٹ اور ﴿مُسْتَوْدَعٌ﴾ سے مراد باپ کی پیٹھ ہے اور قول ہے کہ جائے قرار دنیا ہے اور سپردگی کی جگہ موت کا وقت ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ماں کا پیٹ' زمین اور جب مرتا ہے سب جائے قرار کی تفسیر ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو مر گیا اس کے عمل رک گئے یہی مراد مستقر سے ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے مستقر آخرت میں ہے لیکن پہلا قول ہی زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔ سمجھداروں کے سامنے نشان ہائے قدرت بہت کچھ آ چکے۔ اللہ کی بہت سی باتیں بیان ہو چکیں جو کافی وافی ہیں۔ وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا نہایت صحیح اندازے سے بڑا بابرکت پانی جو بندوں کی زندگانی کا باعث بنا اور سارے جہان پر اللہ کی رحمت بن کر برسا۔ اسی سے تمام تر تر وتازہ چیزیں اگیں جیسے فرمان ہے ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ [2] پانی سے ہم نے ہر چیز کی زندگانی قائم کر دی۔ پھر اس سے سبزہ یعنی کھیتی اور درخت اگتے ہیں جس میں سے دانے اور پھل نکلتے ہیں۔ دانے بہت سارے ہوتے ہیں گتھے ہوئے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے اور کھجور کے خوشے جو زمین کی طرف جھکے پڑتے ہیں۔ بعض درخت خرما چھوٹے ہوتے ہیں اور خوشے چمٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ قنوان کو قبیلہ تمیم قنیان کہتا ہے اس کا مفرد قنو ہے۔ جیسے صنوان صنو کی جمع ہے اور باغات انگوروں کے۔ پس عرب کے نزدیک یہی دونوں میوے سب میووں سے اعلیٰ ہیں کھجور اور انگور اور فی الحقیقت ہیں بھی یہ اسی درجے کے۔ قرآن کی دوسری آیت ﴿وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ﴾ [3] الخ' میں اللہ تعالیٰ نے ان ہی دونوں چیزوں کا ذکر فرما کر اپنا احسان بیان فرمایا ہے اس میں جو شراب بنانے کا ذکر ہے اس پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ حرمت شراب کے نازل ہونے سے پہلے کی یہ آیت ہے اور آیت میں بھی باغ کے ذکر میں فرمایا کہ ہم نے اس میں کھجور وانگور کے درخت پیدا کئے تھے۔ زیتون بھی ہیں انار بھی ہیں آپس میں ملتے جلتے پھل الگ الگ۔ شکل صورت مزہ حلاوت فوائد وغیرہ ہر ایک جدا گانہ۔ ان درختوں میں پھلوں کا آنا اور ان کا پکنا ملاحظہ کرو اور اللہ کی ان قدرتوں کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرو کہ لکڑی میں سے میوہ نکالتا ہے۔ عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ سوکھے کو گیلا کرتا ہے۔ مٹھاس لذت خوشبو سب کچھ پیدا کرتا ہے رنگ روپ شکل صورت دیتا ہے فوائد رکھتا ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے کہ پانی ایک زمین ایک کھیتیاں باغات ملے جلے لیکن ہم جسے چاہیں جب چاہیں بنا دیں کھٹاس مٹھاس کی زیادتی سب ہمارے قبضہ میں ہے یہ سب خالق کی قدرت کی نشانیاں ہیں جن سے ایماندار اپنا عقیدہ مضبوط کرتے ہیں۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ؀ۧ

[1] [النسآء: ۱] [2] [الانبیاء: ۳۰] [3] [النحل: ۶۷]

ان لوگوں نے جنات کو اللہ کے شریک ٹھہرا لیے حالانکہ اللہ ہی نے جنوں کو پیدا کیا ہے انہوں نے بے جانے بوجھے اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں بھی تراش لیں' یہ لوگ جو کچھ اللہ کے اوصاف بیان کرتے ہیں اللہ ان سے بہت برتر اور پاکیزہ ہے ○

شیطان کا وعدہ فریب ودھوکہ: جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرتے تھے جنات کو پوجتے تھے ان پر انکار فرما رہا ہے۔ ان کے کفر و شرک سے اپنی بیزاری کا اعلان فرماتا ہے اگر کوئی کہے کہ جنوں کی عبادت کیسے ہوئی وہ تو بتوں کی پوجا پاٹ کرتے تھے تو جواب یہ ہے کہ بت پرستی کے سکھانے والے جنات ہی تھے جیسے خود قرآن کریم میں ہے ﴿اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا﴾ [1] الخ' یعنی یہ لوگ اللہ کے سوا جنہیں پکار رہے ہیں وہ سب عورتیں ہیں اور یہ سوائے سرکش ملعون شیطان کے اور کسی کو نہیں پکارتے وہ تو پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ کچھ نہ کچھ انسانوں کو تو میں اپنا کر ہی لوں گا انہیں بہکا کر سبز باغ دکھا کر اپنا مطیع بنا لوں گا۔ پھر تو وہ بتوں کے نام پر جانوروں کے کان کاٹ کر چھوڑ دیں گے۔ اللہ کی پیدا کردہ ہیئت کو بگاڑنے لگیں گے۔ حقیقتاً اللہ کو چھوڑ کر شیطان کی دوستی کرنے والے کے نقصان میں کیا شک ہے؟ شیطانی وعدے تو صرف دھوکے بازیاں ہیں اور آیت میں ہے ﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ﴾ [2] کیا تم مجھے چھوڑ کر شیطان اور اولاد شیطان کو اپنا ولی بناتے ہو؟ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے والد سے فرمایا ﴿یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ﴾ [3] الخ' میرے باپ! شیطان کی پرستش نہ کرو وہ تو اللہ کا نافرمان ہے۔ سورۂ یاسین میں ہے کہ کیا نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ اے اولاد آدم تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ تم صرف میری ہی عبادت کرنا سیدھی راہ یہی ہے۔ قیامت کے دن فرشتے بھی کہیں گے ﴿سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ﴾ [4] الخ' یعنی تو پاک ہے یہ نہیں بلکہ سچا والی ہمارا تو تو ہی ہے۔ یہ لوگ تو جنوں کو پوجتے تھے ان میں سے اکثر لوگوں کا ان پر ایمان تھا۔ پس یہاں فرمایا ہے کہ انہوں نے جنات کی پرستش شروع کر دی حالانکہ پرستش کے لائق صرف اللہ ہے وہ سب کا خالق ہے۔ جب خالق وہی ہے تو معبود بھی وہی ہے۔ جیسے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ﴾ [5] الخ یعنی کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود میں گھڑ لیتے ہو حالانکہ تمہارا اور تمہارے تمام کاموں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی معبود وہی ہے جو خالق ہے۔ پھر ان لوگوں کی حماقت وضلالت بیان ہو رہی ہے۔ جو اللہ کی اولاد بیٹے' بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا جبکہ مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں کہتے تھے۔ یہ سب ان کی من گھڑت اور خود تراشیدہ بات تھی اور محض غلط اور جھوٹ تھا۔ حقیقت سے بہت دور نرا بہتان باندھا تھا اور بے سمجھی سے اللہ کی شان کے خلاف ایک زبان سے اپنی جہالت سے کہہ دیا تھا بھلا اللہ کو بیٹوں اور بیٹیوں سے کیا واسطہ؟ نہ اس کی اولاد نہ اس کی بیوی نہ اس کی کفو کا کوئی۔ وہ سب کا خالق وہ کسی کی شرکت سے پاک وہ کسی کی حصہ داری سے پاک۔ یہ گمراہ جو کہہ رہے ہیں سب سے وہ پاک اور برتر سب سے دور اور بالاتر ہے۔

---

[1] [سورۃ النسآء: ۱۱۷، ۱۲۰] [2] [سورۃ الکھف: آیت ۵۰]
[3] [سورۃ مریم: آیت ٤٤] [4] [سورۃ سبا: آیت ٤١]
[5] [سورۃ الصافات: آیت ۹۵، ۹۶]

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌ‌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ‌ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۱۰۱﴾

آسمان وزمین کو بے نمونہ بنانے والا' اس کی اولاد کیسے ہوگی؟ جبکہ کبھی اس کی بیوی ہی نہیں رہی' اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے' اور وہ ہر چیز کے حال سے واقف ہے ○

اللہ تعالیٰ اولاد اور بیوی سے بے نیاز: زمین وآسمان کا موجد بغیر کسی مثال اور نمونے کے انہیں عدم سے وجود میں لانے والا اللہ ہی ہے۔ بدعت کو بھی بدعت اسی لیے کہتے ہیں کہ پہلے اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی' بھلا اس کا صاحب اولاد ہونا کیسے ممکن ہے جبکہ اس کی بیوی ہی نہیں' اولاد کے لیے تو جہاں باپ کا ہونا ضروری ہے وہیں ماں کا وجود بھی لازمی ہے' اللہ کے مشابہ جبکہ کوئی نہیں ہے اور جوڑا تو ساتھ کا اور جنس کا ہوتا ہے پھر اس کی بیوی کیسے؟ اور بیوی نہیں تو اولاد کہاں؟ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور یہ بھی اس کے منافی ہے کہ اس کی اولاد اور زوجہ ہو۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾ [1] الخ' لوگ کہتے ہیں اللہ کی اولاد ہے۔ ان کی بڑی فضول اور غلط افواہ ہے عجب نہیں کہ اس بات کو سن کر آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ رحمٰن اور اولاد؟ وہ تو ایسا ہے کہ آسمان وزمین کی کل مخلوق اس کی بندگی میں مصروف ہے۔ سب پر اس کا غلبہ سب پر اس کا علم سب اس کے سامنے فرداً فرداً آنے والے۔ وہ خالق کل ہے اور عالم کل ہے۔ اس کی جوڑ کا کوئی نہیں وہ اولاد سے اور بیوی سے پاک ہے اور مشرکوں کے اس بیان سے بھی پاک ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ‌ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ۚ خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ فَاعۡبُدُوۡهُ‌ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ وَّكِيۡلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ‌ ۚ وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ ﴿۱۰۳﴾

یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے' کوئی معبود اس کے سوا نہیں' تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے تو تم سب اسی کی عبادت کرو وہ ہر ہر چیز کا کارساز ونگہبان ہے ○ اسے نگاہیں نہیں پا سکتیں اور وہ تمام نگاہوں کو پا لیتا ہے' وہ تو بہت ہی باریک بین اور بڑا ہی واقف ہے ○

دنیوی آنکھوں سے دیدارِ الٰہی ممکن نہیں: جس کے یہ اوصاف ہیں یہی تمہارا اللہ ہے' یہی تمہارا پالنہار ہے' یہی سب کا خالق ہے۔ تم اسی ایک کی عبادت کرو' اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اس کے سوا کسی کو عبادت کے لائق نہ سمجھو۔ اس کی اولاد نہیں' اس کے ماں باپ نہیں' اس کی بیوی نہیں' اس کی برابری کا اس جیسا کوئی نہیں' وہ ہر چیز کا حافظ نگہبان اور وکیل ہے ہر کام کی تدبیر وہی کرتا ہے سب کی روزیاں اسی کے ذمہ ہیں' ہر ایک کی ہر وقت وہی حفاظت کرتا ہے۔

سلف کہتے ہیں دنیا میں کوئی آنکھ اللہ کو نہیں دیکھ سکتی۔ ہاں قیامت کے دن مومنوں کو اللہ کا دیدار ہوگا۔ [2] حضرت

---

[1] [سورۃ مریم: آیت ۸۸]
[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر (۴۸۵۵)]

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جو کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ کہا پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے برخلاف مروی ہے انہوں نے رؤیت کو مطلق رکھا ہے اور فرماتے ہیں اپنے دل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اللہ کو دیکھا [1] سورۂ نجم میں یہ مسئلہ پوری تفصیل سے بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اسماعیل بن علیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں کوئی شخص اللہ کو نہیں دیکھ سکتا اور حضرات فرماتے ہیں یہ تو عام طور پر بیان ہوا ہے پھر اس میں سے قیامت کے دن مومنوں کا اللہ کو دیکھنا مخصوص کر لیا ہے ہاں معتزلہ کہتے ہیں دنیا اور آخرت میں کہیں بھی اللہ کا دیدار نہ ہوگا۔ اس میں انہوں نے اہل سنت کی مخالفت کے علاوہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نادانی برتی۔ کتاب اللہ میں موجود ہے ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ [2] یعنی اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے اور فرمان ہے ﴿كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ [3] یعنی کفار قیامت والے دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ مومنوں سے اللہ تعالیٰ کا حجاب نہیں ہوگا متواتر احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ حضرت ابوسعید، ابوہریرہ، انس، جریج، صہیب، بلال رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن اللہ تبارک وتعالیٰ کو قیامت کے میدانوں میں جنت کے باغوں میں دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں بھی انہی میں سے کرے آمین۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے آنکھیں نہیں دیکھ پاتیں یعنی عقلیں۔ لیکن یہ قول بہت دور کا ہے اور ظاہر کے خلاف ہے اور گویا کہ ادراک کو اس نے رؤیت کے معنی میں سمجھا۔ واللہ اعلم۔ اور حضرات دیدار کے دیکھنے کو ثابت شدہ مانتے ہیں لیکن ادراک کے انکار کے بھی مخالف نہیں اس لیے کہ ادراک رؤیت سے خاص ہے اور خاص کی نفی عام کی نفی کو لازم نہیں ہوتی۔ اب جس ادراک کی یہاں نفی کی گئی ہے یہ ادراک کیا ہے اور کس قسم کا ہے اس میں کئی قول ہیں مثلاً معرفت حقیقت پس حقیقت کا عالم بجز اللہ کے اور کوئی نہیں گو مومن دیدار کریں گے لیکن حقیقت اور چیز ہے۔ چاند کو لوگ دیکھتے ہیں لیکن اس میں حقیقت اس کی ذات اس کی ساخت تک کس کی رسائی ہوتی ہے؟ پس اللہ تعالیٰ تو بے مثل ہے۔ ابن علیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نہ دیکھنا دنیا کی آنکھوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ بعض کہتے ہیں ادراک اخص ہے رؤیت سے کیونکہ ادراک کہتے ہیں احاطہ کر لینے کو اور عدم احاطہ سے عدم رؤیت لازم نہیں آتی جیسے علم کا احاطہ نہ ہونے سے مطلق علم کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ احاطہ علم کا نہ ہونا اس آیت سے ثابت ہے کہ ﴿وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا﴾ [4] صحیح مسلم میں ہے ﴿لَا

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب معنی قول اللہ عزوجل ولقد راہ نزلہ اخری (۱۷۶) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ الانعام (۳۰۶۸) مسند احمد (۲۴۱/۶)]

[2] [القیامۃ: ۲۲،۲۳]

[3] [مطففین: ۱۵]

[4] [طٰہٰ: ۱۱۰]

﴿أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ﴾ [1] یعنی اے اللہ میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا لیکن ظاہر ہے کہ اس سے مراد مطلق ثنا کا نہ کرنا نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کسی کی نگاہ مالک الملک کو گھیر نہیں سکتی۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ تو آپ نے فرمایا کیا تو آسمان کو نہیں دیکھ رہا؟ اس نے کہا ہاں فرمایا پھر سب دیکھ چکا ہے؟ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ اس سے بہت بڑا ہے کہ اسے آنکھیں ادراک کر لیں۔ چنانچہ ابن جریر میں ہے ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ﴾ [2] کی تفسیر میں ہے کہ اللہ کی طرف دیکھیں گے ان کی نگاہیں اس کی عظمت کے باعث احاطہ نہ کر سکیں گی اور اس کی نگاہ ان سب کو گھیرے ہوئے ہو گی۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث میں ہے اگر انسان جن شیطان فرشتے سب کے سب ایک صف باندھ لیں اور شروع سے لے کر آخر تک کے سب موجود ہوں تاہم ناممکن ہے کہ کبھی بھی وہ اللہ کا احاطہ کر سکیں۔ [3] یہ حدیث غریب ہے اس کی اس کے سوا کوئی سند نہیں یہ صحاح ستہ والوں میں سے کسی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھا تو میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کو آنکھیں نہیں پا سکتیں اور وہ تمام نگاہوں کو گھیر لیتا ہے الخ۔ تو آپ نے مجھے فرمایا یہ اللہ کا نور ہے اور وہ جو اس کا ذاتی نور ہے جب وہ اپنی تجلی کرے تو اس کا ادراک کوئی نہیں کر سکتا [4] اور روایت میں ہے اس کے بالمقابل کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ اسی جواب کے مترادف معنی وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سوتا نہیں نہ اسے سونا لائق ہے وہ ترازو کو جھکاتا ہے اور اٹھاتا ہے اس کی طرف دن کے عمل رات سے پہلے اور رات کے عمل دن سے پہلے چڑھ جاتے ہیں اس کا حجاب نور ہے یا نار ہے اگر وہ ہٹ جائے تو اس کے چہرے کی تجلیاں ہر اس چیز کو جلا دیں جو اس کی نگاہوں

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الصلاة: باب مايقال في الركوع والسجود (٤٨٦) ابوداؤد: كتاب الصلاة: باب الدعاء في الركوع والسجود (٨٧٩) ترمذی: كتاب الدعوات (٣٤٩٣) ابن ماجه: كتاب الدعاء (٣٨٤١) نسائی: كتاب الافتتاح (١١٠١) مسند احمد (٥٨/٦)]

[2] [سورة القيامة: آیت ٢٢]

[3] [ضعیف: تفسیر ابن ابی حاتم (٧٧٣٦/٤) ابو الشيخ في العظمة (٧٢/١) ابن عدی في الكامل (١٠/٢) العقيلي في الضعفاء (١/ ١٤٠-١٧٠)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ [(١١٤/١)] امام شوکانیؒ، امام سیوطیؒ، علامہ ابن عراق کنانیؒ اور شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [الفوائد المجموعة للشوكاني (ص: ١٨٠) اللآلي المصنوعة للسيوطي (١٣/١) تنزيه الشريعة للكناني (١٤١/١) السلسلة الضعيفة للألباني (٥٣٧٦)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف سخت ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔ دیکھئے: الدر المنثور (٦٨/٣)]

[4] [ضعیف: ترمذی: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة النجم (٣٢٧٩) مستدرك حاكم (٣١٦/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، ظلال الجنة (١٩٠-٤٣٧)]

تلے ہے۔ (۱) اگلی کتابوں میں ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دیدار دیکھنے کی خواہش کی تو جواب ملا کہ اے موسیٰ جو زندہ مجھے دیکھے گا وہ مر جائے گا اور جو خشک مجھے دیکھ لے گا وہ ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ خود قرآن میں ہے کہ جب تیرے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے افاقہ کے بعد کہنے لگے اللہ تو پاک ہے میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا مومن ہوں۔ یاد رہے کہ اس خاص ادراک کے انکار سے قیامت کے دن مومنوں کے اپنے رب کے دیکھنے سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اس کی کیفیت کا علم اسی کو ہے۔ ہاں بیشک اس کی حقیقی عظمت جلالت قدرت بزرگی وغیرہ جیسی ہے وہ بھلا کہاں کسی کی سمجھ میں آ سکتی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آخرت میں دیدار ہوگا اور دنیا میں کوئی بھی اللہ کو نہیں دیکھ سکتا اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پس جس ادراک کی نفی کی ہے وہ معنی میں عظمت وجلال کی رویت کے ہے جیسا کہ وہ ہے۔ یہ تو انسان کیا فرشتوں کے لیے بھی ناممکن ہے ہاں وہ سب کو گھیرے ہوئے ہے جب وہ خالق ہے تو عالم کیوں نہ ہوگا جیسے فرمان ہے ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ﴾ (۲) الخ، کیا وہ نہیں جانے گا جو پیدا کرتا ہے جو لطف وکرم والا اور بڑی خبرداری والا ہے اور ہو سکتا ہے کہ نگاہ سے مراد نگاہ والا ہو یعنی اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا اور وہ سب کو دیکھتا ہے وہ ہر ایک کو نکالنے میں لطیف ہے اور ان کی جگہ سے خبیر ہے واللہ اعلم۔ جیسے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وعظ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بیٹا اگر کوئی بھلائی یا برائی رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو خواہ پتھر میں ہو یا آسمانوں یا زمین میں اللہ اسے لائے گا اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں آ چکیں، اب جو دیکھے وہ اس کا اپنا ہی نفع ہے۔ اور جو اندھا ہو جائے اس کا وبال اسی پر ہے، میں تم پر کچھ محافظ تو نہیں ○ ہم تو اسی طرح سے نشانیاں بیان کر دیتے ہیں تا کہ وہ بھی قائل ہو جائیں کہ تو نے پڑھ سنایا اور اس لیے بھی کہ ہم اسے علم والوں کے لیے واضح کر دیں ○

قرآن کریم سے بصیرت حاصل کرنے کا فائدہ اپنے نفس کو ہی: بصائر سے مراد دلیلیں اور حجتیں ہیں جو قرآن وحدیث میں موجود ہیں جو انہیں دیکھے اور ان سے نفع حاصل کرے وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے جیسے فرمان ہے کہ راہ پانے والا اپنے لیے راہ پاتا ہے اور گمراہ ہونے والا اپنا ہی بگاڑتا ہے۔ یہاں بھی فرمایا اندھا اپنا ہی نقصان کرتا ہے کیونکہ آخر گمراہی کا اسی پر اثر پڑتا ہے جیسے ارشاد ہے آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں کے اندر دل اندھے ہو

---

(۱) [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب فى قوله عليه السلام ان الله لا ينام (۱۷۹) ابن ماجه : كتاب السنة : باب فيما انكرت الجهمية (۱۹۵) صحيح ابن حبان (۲٦٦) مسند طيالسى (٤٩۱) مسند احمد (٤/۳۹٥)]

(۲) [سورة ملك : آيت ١٤]

جاتے ہیں۔ میں تم پر نگہبان، محافظ چوکیدار نہیں بلکہ میں تو صرف مبلغ ہوں ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔

جس طرح توحید کے دلائل واضح فرمائے اسی طرح اپنی آیتوں کو کھول کھول کر تفسیر اور وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا تا کہ کوئی جاہل نہ رہ جائے اور تا کہ مشرکین مکذبین اور کافرین یہ نہ کہہ دیں کہ تو نے اے نبی ﷺ اہل کتاب سے یہ درس لیا ہے ان سے پڑھا ہے انہی نے تجھے سکھایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ معنی بھی مروی ہیں کہ تو نے پڑھ سنایا تو نے جھگڑا کیا تو یہ اسی آیت کی طرح آیت ہو گی جہاں بیان ہے ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨ افْتَـرٰىهُ﴾ [1] الخ کافروں نے کہا کہ یہ تو صرف بہتان ہے جسے اس نے گھڑ لیا ہے اور دوسروں نے اس کی تائید کی ہے الخ، اور آیتوں میں ان کے بڑے کا قول ہے کہ اس نے بہت کچھ غور وخوض کے بعد فیصلہ کیا کہ یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔ یقیناً یہ انسانی قول ہے اور اس لیے کہ ہم علماء کے سامنے وضاحت کر دیں تا کہ وہ حق کے قائل اور باطل کے دشمن بن جائیں۔ رب کی مصلحت وہی جانتا ہے کہ جو ایک گروہ کو ہدایت اور دوسرے کو ضلالت عطا کرتا ہے۔ جیسے فرمایا اس کے ساتھ بہت کو ہدایت کرتا ہے اور بہت کو گمراہ کرتا ہے اور آیت میں ہے تا کہ وہ شیطان کے القا کو بیمار دلوں کے لیے سبب فتنہ کر دے اور فرمایا ﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ﴾ [2] الخ، یعنی ہم نے دوزخ کے پاسبان فرشتے مقرر کیے ہیں ان کی مقررہ تعداد بھی کافروں کے لیے فتنہ ہے تا کہ اہل کتاب کامل یقین کر لیں ایماندار ایمان میں بڑھ جائیں اہل کتاب اور مومن شک شبہ سے الگ ہو جائیں اور بیمار دل کفر والے کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کی کیا مراد ہے اسی طرح جسے اللہ چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے۔ تیرے رب کے لشکروں کو بجز اس کے کوئی نہیں جانتا اور آیت میں ہے ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [3] الخ، یعنی ہم نے قرآن اتارا ہے جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے البتہ ظالموں کو تو نقصان ہی ملتا ہے اور آیت میں ہے کہ یہ ایمان والوں کے لیے ہدایت وشفا ہے اور بے ایمانوں کے کانوں میں بوجھ ہے اور ان پر اندھا پن غالب ہے یہ دور کی جگہ سے پکارے جا رہے ہیں اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن سے لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں اور گمراہ بھی ہوتے ہیں۔ ﴿دَارَسْتَ﴾ کی دوسری قرات ﴿دَرَسْتَ﴾ بھی ہے یعنی پڑھا اور سیکھا اور یہ معنی ہیں کہ اسے تو مدت گذر چکی یہ تو تو پہلے سے لایا ہوا ہے، یہ تو تو پڑھایا گیا ہے اور سکھایا گیا ہے۔ ایک قرات میں درس بھی ہے [4] لیکن یہ غریب ہے ابی بن کعب فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ﴿دَرَسْتَ﴾ پڑھایا ہے۔ [5]

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَلَوْ شَاۗءَ
اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾

---

[1] [الفرقان: ٤]　[2] [المدثر: ٣١]　[3] [الاسراء: ٨٢]

[4] [الدر المنثور للسيوطي (٣/ ٧٠) تفسير ابن جرير الطبرى (١٢/ ١٣٧٣٥)]

[5] [الدر المنثور للسيوطي (٣/ ٧٠) مستدرك حاكم (٢/ ٢٣٨)]

تیرے رب کی طرف سے جو وحی تیری طرف کی جا رہی ہے تو اس کی تابعداری کیے چلا جا' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' مشرکوں سے منہ پھیر لے ○ اگر تیرا رب چاہتا یہ شرک ہی نہ کرتے' ہم نے تجھے ان کا نگہبان نہیں بنایا اور نہ تو ان پر وکیل ہے ○

وحی کی اتباع کی نصیحت: حضور ﷺ کو اور آپ کی امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وحی الٰہ کی اتباع اور اسی کے مطابق عمل کرو جو وحی اللہ کی جانب سے اترتی ہے وہ سراسر حق ہے اس کے حق ہونے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں۔ معبود برحق صرف وہی ہے۔ مشرکین سے درگذر کر' ان کی ایذا دہی پر صبر کر' ان کی بدزبانی برداشت کر لے' ان کی بدزبانی سن لے۔ یقین مان کہ تیری فتح کا' تیرے غلبہ کا' تیری طاقت وقوت کا وقت دور نہیں۔ اللہ کی مصلحتوں کو کوئی نہیں جانتا دیر گو ہو لیکن اندھیر نہیں۔

اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت دے دیتا اس کی مشیت اس کی حکمت وہی جانتا ہے نہ کوئی اس سے باز پرس کر سکے نہ اس کا ہاتھ تھام سکے وہ سب کا حاکم اور سب سے سوال کرنے پر قادر ہے تو اس کے اقوال واعمال کا محافظ نہیں تو ان کے رزق وغیرہ امور کا وکیل نہیں تیرے ذمہ صرف اللہ کے حکم کو پہنچا دینا ہے جیسے فرمایا نصیحت کر دے کیونکہ تیرا کام یہی ہے تو ان پر داروغہ نہیں اور فرمایا تمہاری ذمہ داری تو صرف پہنچا دینا ہے حساب ہمارے ذمہ ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا
لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں تم اے مسلمانو انہیں گالیاں نہ دو کہ یہ ازروئے ظلم کے بے علمی سے اللہ کو گالیاں نہ دے لیں' اسی طرح ہم نے ہر گروہ کے اعمال ان کے لیے خوبصورت بنا دیئے ہیں پھر ان سب کا لوٹنا تو ان کے رب کی طرف ہی ہے پس وہ انہیں ان کے کردار پر متنبہ کرے گا ○

معبودانِ باطلہ کو گالیاں دینے کی ممانعت: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اور آپ کے ماننے والوں کو مشرکین کے معبودوں کو گالیاں دینے سے منع فرماتا ہے گو کہ اس میں کچھ مصلحت بھی ہو لیکن اس میں مفسدہ بھی ہے اور وہ بہت بڑا ہے یعنی ایسا نہ ہو کہ مشرک اپنی نادانی سے اللہ کو گالیاں دینے لگ جائیں ایک روایت میں ہے کہ مشرکین نے ایسا ارادہ ظاہر کیا تھا اس پر یہ آیت اتری۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ایسا ہوا تھا اس لیے یہ آیت اتری اور ممانعت کر دی گئی۔ ابن ابی حاتم میں سدی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابوطالب کی موت کی بیماری کے وقت قریشیوں نے آپس میں کہا کہ چلو چل کر ابوطالب سے کہیں کہ وہ اپنے بھتیجے (حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) کو روک دیں ورنہ یہ یقینی بات ہے کہ اب ہم اسے مار ڈالیں گے تو ممکن ہے کہ عرب کی طرف سے آواز اٹھے کہ چچا کی موجودگی میں تو قریشیوں کی چلی نہیں اس کی موت کے بعد مار ڈالا۔ یہ مشورہ کر کے ابوجہل' ابوسفیان' نضر بن حارث' امیہ بن خلف' عقبہ بن ابو معیط' عمرو بن عاص اور اسود بن بختری چلے۔ مطلب نامی ایک شخص کو ابوطالب کے پاس بھیجا کہ وہ ان کے آنے کی خبر دیں اور اجازت لیں۔ اس نے جا کر کہا کہ آپ کی قوم کے سردار آپ سے ملنا چاہتے ہیں ابوطالب نے کہا بلا لو

یہ لوگ گئے اور کہنے لگے آپ کو ہم اپنا بڑا اور سردار مانتے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ محمد (ﷺ) نے ہمیں ستا رکھا ہے وہ ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ بلا کر منع کر دیجیے ہم بھی اس سے رک جائیں گے۔ ابو طالب نے حضور ﷺ کو بلایا آپ تشریف لائے ابو طالب نے کہا آپ دیکھتے ہیں آپ کی قوم کے بڑے یہاں جمع ہیں یہ سب آپ کے کنبے قبیلے اور رشتے کے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ آپ انہیں اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیں یہ بھی آپ کو اور آپ کے اللہ کو چھوڑ دیں گے۔ آپ نے فرمایا خیر ایک بات میں کہتا ہوں یہ سب لوگ سوچ سمجھ کر اس کا جواب دیں۔ میں ان سے صرف ایک کلمہ طلب کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اگر یہ میری ایک بات مان لیں تو تمام عرب ان کا ماتحت ہو جائے تمام عجم ان کی مملکت میں آ جائے بڑی بڑی سلطنتیں انہیں خراج ادا کریں۔ یہ سن کر ابو جہل نے کہا قسم ہے ایک ہی نہیں ایسی دس باتیں بھی اگر آپ کی ہوں تو ہم ماننے کو موجود ہیں فرمایئے وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بس ﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کہہ دو۔ اس پر ان سب نے انکار کیا اور ناک بھوں چڑھائی۔ یہ بات دیکھ کر ابو طالب نے کہا پیارے بھتیجے اور کوئی بات کہو دیکھو تمہاری قوم کے سرداروں کو تمہاری یہ بات پسند نہیں آئی آپ نے فرمایا چچا جان آپ مجھے کیا سمجھاتے ہیں اللہ کی قسم مجھے اسی ایک کلمہ کی دھن ہے اگر یہ لوگ سورج کو لا کر میرے ہاتھ میں رکھ دیں جب بھی میں کوئی اور کلمہ نہیں کہوں گا یہ سن کر وہ لوگ اور بگڑے اور کہنے لگے بس ہم کہے دیتے ہیں کہ یا تو آپ ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے سے رک جائیں ورنہ پھر ہم بھی آپ کو اور آپ کے معبود کو گالیاں دیں گے اس پر رب العالمین نے یہ آیت اتاری۔ (1) اسی مصلحت کو مد نظر رکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو گالیاں دے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضور ﷺ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی کیسے دے گا؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہ یہ دوسرے کے باپ کو گالی دے دوسرا اس کے باپ کو۔ یہ کسی کی ماں کو گالی دے وہ اس کی ماں کو۔ (2) پھر فرماتا ہے اسی طرح اگلی امتیں بھی اپنی گمراہی کو اپنے حق میں ہدایت سمجھتی رہیں۔ یہ بھی رب کی حکمت ہے یاد رہے کہ سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے وہ انہیں ان کے سب برے بھلے اعمال کا بدلہ دے گا اور ضرور دے گا۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ
اللَّهِ ۖ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠٩﴾ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ
ع ۱۹ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١١٠﴾ ع

---

(1) [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳۷۴٤)]

(2) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب لا یسب الرجل والدیۃ (۵۹۷۳) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الکبائر واکبرھا (۹۰) ترمذی: کتاب البر والصلۃ: باب ماجآء فی عقوق الوالدین (۱۹۰۲) ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی بر الوالدین (۵۱٤۱) مستدرک حاکم (٤/۲۵٦) مسند احمد (۱/۳۰۹-۳۱۷) مسند ابو یعلی (۲۵۳۹)]

اللہ تعالیٰ کی پرزور قسمیں کھا کھا کر کفار نے کہا کہ اگر ان کے پاس کوئی نشان آئے گا تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے تو کہہ دے کہ معجزے اللہ کے قبضے میں ہیں مسلمانو تم کیا جانو؟ یہ لوگ تو نشانیاں آ جانے کے بعد بھی ایمان نہیں لائیں گے ○ ہم ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو الٹ دیں گے جیسا کہ یہ لوگ پہلی دفعہ اس پر ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں ہی بھٹکتا چھوڑ دیں گے ○

مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے مشرکین کے حربے: صرف مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے اور اس لیے بھی کہ خود مسلمان شک وشبہ میں پڑ جائیں کافر لوگ قسمیں کھا کھا کر بڑے زور سے کہتے تھے کہ ہمارے طلب کردہ معجزے ہمیں دکھا دیئے جائیں تو واللہ ہم بھی مسلمان ہو جائیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ہدایت فرماتا ہے کہ آپ کہہ دیں کہ معجزے میرے قبضے میں نہیں یہ اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ چاہے دکھائے چاہے نہ دکھائے۔ ابن جریر میں ہے کہ مشرکین نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک پتھر پر لکڑی مارتے تھے تو اس سے بارہ چشمے نکلتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں میں جان ڈال دیتے تھے اور حضرت ثمود علیہ السلام نے اونٹنی کا معجزہ دکھایا تھا تو آپ بھی جو معجزہ ہم کہیں دکھا دیں واللہ ہم سب آپ کی نبوت کو مان لیں گے، آپ نے فرمایا کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ صفا پہاڑ کو ہمارے لیے سونے کا بنا دیں پھر تو قسم اللہ کی ہم سب آپ کو سچا ماننے لگیں گے۔ آپ کو ان کے اس کلام سے کچھ امید بندھ گئی اور آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کی وہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمانے لگے سنیے اگر آپ چاہیں تو اللہ بھی اس صفا پہاڑ کو سونے کا کر دے گا لیکن اگر یہ ایمان نہ لائے تو اللہ کا عذاب ان سب کو فنا کر دے گا ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے عذابوں کو روکے ہوئے ہے ممکن ہے ان میں نیک سمجھ والے بھی ہوں اور وہ ہدایت پر آ جائیں۔ آپ نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ میں صفا کا سونا نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ تو ان پر مہربانی فرما کر انہیں عذاب نہ کر اور ان میں سے جسے چاہے ہدایت نصیب فرما۔ اسی پر یہ آیتیں ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴾ تک نازل ہوئیں [1] یہ حدیث گو مرسل ہے لیکن اس کے شواہد بہت ہیں چنانچہ قرآن کریم میں اور جگہ ہے ﴿ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ﴾ [2] یعنی معجزوں کے اتارنے سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ ان سے اگلوں نے بھی انہیں جھٹلایا۔ الخ ﴿ اَنَّهَا ﴾ کی دوسری قرات ﴿ اِنَّهَا ﴾ بھی ہے اور ﴿ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ کی دوسری قرات ﴿ لَا تُؤْمِنُوْنَ ﴾ ہے اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اے مشرکین کیا خبر؟ ممکن ہے خود تمہارے طلب کردہ معجزوں کے آ جانے کے بعد بھی تمہیں ایمان لانا نصیب نہ ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں خطاب مومنوں سے ہے یعنی اے مسلمانو تم نہیں جانتے یہ لوگ ان نشانیوں کے ظاہر ہو چکنے پر بھی بے ایمان ہی رہیں گے۔ اس صورت میں ﴿ اَنَّهَا ﴾ الف کے زیر کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور الف کے زبر کے ساتھ بھی ﴿ يُشْعِرُكُمْ ﴾ کا معمول ہو کر اور ﴿ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ کالام

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳۷۵۰)]

[2] [بنی اسرائیل: ۵۹]

اس صورت میں صلہ ہوگا جیسے آیت ﴿ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ﴾ [1] میں۔ اور آیت ﴿ وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴾ [2] میں تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے مومنو! تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اپنی من مانی اور منہ مانگی نشانی دیکھ کر ایمان لائیں گے بھی؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿ اَنَّهَا ﴾ معنی میں ﴿ لَعَلَّهَا ﴾ کے ہے بلکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرات میں ﴿ اَنَّهَا ﴾ کے بدلے ﴿ لَعَلَّهَا ﴾ ہی ہے۔ عرب کے محاورے میں اور شعروں میں بھی یہی پایا گیا ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں اور اس کے بہت سے شواہد بھی انہوں نے پیش کیے ہیں۔ واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے کہ ان کے انکار اور کفر کی وجہ سے ان کے دل اور ان کی نگاہیں ہم نے پھیر دی ہیں۔ اب یہ کسی بات پر ایمان لانے والے ہی نہیں۔ ایمان اور ان کے درمیان دیوار حائل ہو چکی ہے۔ روئے زمین کے نشانات دیکھ لیں گے تو بھی بے ایمان ہی رہیں گے اگر ایمان قسمت میں ہوتا تو حق کی آواز پر پہلے ہی لبیک پکار اٹھتے اللہ تعالیٰ ان کی بات سے پہلے یہ جانتا تھا کہ یہ کیا کہیں گے؟ اور ان کے عمل سے پہلے جانتا تھا کہ یہ کیا کریں گے؟ اسی لیے اس نے بتلا دیا کہ ایسا ہوگا فرماتا ہے ﴿ وَلَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ ﴾ [3] اللہ تعالیٰ جو کامل خبر رکھنے والا ہے اور اس جیسی خبر اور کون دے سکتا ہے؟ اس نے فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے روز حسرت و افسوس کے ساتھ آرزو کریں گے کہ اگر اب لوٹ کر دنیا کی طرف جائیں تو نیک اور بھلے بن کر رہیں۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے اگر بالفرض یہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو بھی یہ ایسے کے ایسے ہی رہیں گے۔ اور جن کاموں سے روکے گئے ہیں انہی کو کریں گے، ہرگز نہ چھوڑیں گے' یہاں بھی فرمایا کہ معجزوں کا دیکھنا بھی ان کے لیے مفید نہ ہوگا ان کی نگاہیں حق کو دیکھنے والی ہی نہیں رہیں ان کے دل میں حق کے لیے کوئی جگہ خالی ہی نہیں۔ پہلی بار ہی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوا اسی طرح نشانوں کے ظاہر ہونے کے بعد بھی ایمان سے محروم رہیں گے۔ بلکہ اپنی سرکشی اور گمراہی میں ہی بہکتے اور بھٹکتے حیران و سرگرداں رہیں گے۔ (اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت رکھے۔ آمین)



---

[1] [الاعراف: ۱۲]

[2] [الانبیاء: ۹۵]

[3] [سورة فاطر: آیت ۱٤]